



# مولانا محمد زکریا کی علم حدیث میں خدمات

**تلخیص**  
**تحقیقی مقالہ برائے**  
**پی ایچ ڈی**

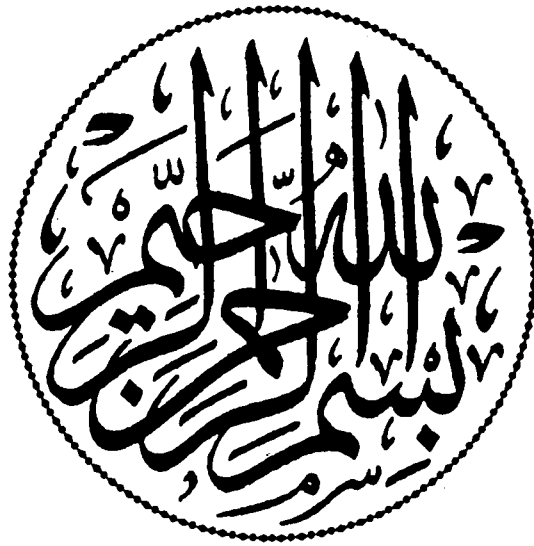
**مقالہ نگار**  
ریاض احمد

**نگراں**  
ڈاکٹر احسان اللہ فہد

**PHD**

شعبہ دینیات (سنی)  
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۹ء



# تتختص

## خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کائنات میں بہت ساری مخلوقات پیدا کیے ان میں سے ایک مخلوق انسان بھی ہے جس کو اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ انسان بھی دنیا میں نہ جانے کتنے مذاہب اور قبائل میں بٹ گیا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ابتداءً آفرینش سے لے کر قیامت تک کے لیے ہمیشہ انسانوں کو صحیح راستہ بتانے کے لیے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا رہا۔ اور ہر دور میں یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کسی مذہب اور کتاب کی حفاظت کا وعدہ نہیں لیا صرف ایک مذہب ایسا ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ **اليوم اكملت لكم دينكم واتممت** **عليكم نعمتي ورضيت الاسلام ديناً**۔ تمام ادیان میں صرف دین اسلام ہی ایسا دین ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا اور ساری کتابوں میں صرف اور صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور ارشاد فرمایا۔ **انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون** اور اسی کے ساتھ ساتھ جس آخری اور محبوب بنی پر اس مقدس کلام کو نازل فرمایا اس کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا **ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى**۔ یعنی اللہ کا یہ مقدس نبی اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں وہ رب کا پیغام ہوتا ہے۔

اسی آخری نبی ﷺ کی زندگی اور ان کا قول و فعل اس مقالے کا موضوع ہے۔ یعنی مولانا محمد زکریا کی علم حدیث میں خدمات۔

میں نے اپنے اس مقالے کو پانچ ابواب پر منقسم کیا ہے اور پھر ہر باب کے تحت فصلیں قائم کی ہیں۔ میرے اس مقالے کا پہلا باب ہے مولانا محمد زکریا حیات و خدمات۔ اور اس کی چار فصلیں ہیں۔ جن میں فصل اول ہے: ہندوستانی محدثین اور ان کی خدمات ایک مختصر تعارف۔ اسی فصل میں میں نے ہندوستان میں محدثین کی آمد اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہندوستان کے ان نامور محدثین کا ذکر

کیا ہے جنہوں نے حدیث کی خدمات کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور حدیث پاک کے فروغ کے لیے جگہ جگہ مکتب قائم کیے اور تصنیفی کارنامے بھی انجام دیے۔

دوسری فصل میں مشائخ کا ندھلہ کا تعارف کرایا گیا ہے اس میں کا ندھلہ کے علماء و مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے کیوں کہ مولانا زکریا صاحب کا آبائی وطن کا ندھلہ ہی ہے اس مناسبت سے وہاں کے علماء اور فضلاء کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری فصل ولادت، تعلیم تربیت ہے اس فصل میں مولانا زکریا صاحب کی پیدائش اور ان کی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کے تعلیم کا جو ایک الگ انداز تھا اس کو بیان کیا گیا ہے مثلاً وہ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کی اہلیہ محترمہ سے ہمارا قاعدہ بغدادی شروع ہوا یا نہیں قاعدہ بغدادی کتنے دنوں میں پڑھا۔ اس کے بعد ہمارا سی پارہ لگ گیا۔

مولانا موصوف نے عربی تعلیم منطق کے علاوہ تمام تر اپنے والد ماجد مولانا یحییٰ صاحب سے حاصل کیں۔ آپ اپنی مشکوٰۃ شریف کے شروع ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۳۲ھ کو ظہر کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔ اس پوری فصل میں مولانا محمد زکریا صاحب کے تعلیمی اور تربیتی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مظاہر علوم میں مدرس ہونے اور خاص طور پر علم حدیث کی تدریس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور چوتھی فصل میں مولانا محمد زکریا صاحب کے تالیفات و تصنیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے مولانا موصوف اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ درس کے دوسرے سال جب میں نے الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اس کی اردو شرح بھی شروع کی۔ جو کل تین جلدوں میں پوری ہو گئی اور اسی طرح بذل المجہود کا تذکرہ ہے جو کہ مولانا کے استاد مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تصنیف ہے آپ نے اس تالیف میں کیسے تعاون کیا اور مولانا خلیل احمد صاحب نے آپ سے کتنی مدد لی ان سب باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ مولانا محمد زکریا صاحب کی دیگر تصانیف کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کی گئی ہیں۔

باب دوم: باب دوم میں بھی میں نے چار فصلیں کیں ہیں جس میں پہلی فصل ہے مولانا محمد زکریا کی

تدریس حدیث کی خصوصیات۔ اس فصل میں مولانا محمد زکریا صاحب کے طریقہ درس اور پڑھانے کے انداز کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مولانا حدیث پاک کس اہتمام سے پڑھاتے تھے اور مسائل کو کس طرح سلجھاتے تھے اور اکثر اہم مسائل میں ائمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل کو تفصیل سے بیان فرماتے ان سب کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ان کے درس کے نمونوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

اور دوسری فصل میں مولانا محمد زکریا صاحب کی کتب حدیث کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جس میں موصوف کی دو اہم کتابوں کا تذکرہ تفصیلی طور سے کیا گیا ہے۔ (۱) اوجز المسالک (۲) لامع الدراری۔ یہ دو شرحیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ کرنا ضروری تھا اور یہی دونوں شرحیں خاص طور سے ہمارے اس مقالے کی جزو خاص ہیں۔ اور ان کتابوں کی چند خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر کتب حدیث کا بھی مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں مولانا موصوف غیر مطبوعہ کتب حدیث کا تعارف کرایا گیا۔ مثلاً حواشی المسلسلات، اصول الحدیث علی مذہب الحنفیہ، اولیات القیامہ، تخریج الجامع، تلخیص البذل اور ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور چوتھی فصل میں فن و رجال حدیث سے متعلق کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مثلاً: جزء ما قال المحذون فی الامام الاعظم، جزء المہمات فی الاسانید والروایات، شذرات اسماء الرجال وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب سوم فضائل اعمال ایک مطالعہ۔ اس میں بھی چار فصلیں ہیں۔ جس کی پہلی فصل میں فضائل اعمال کی سبب تالیف اور اس کے منہج کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تبلیغی جماعت کے لیے لکھی گئی۔ اس کتاب کو مولانا موصوف نے کئی لوگوں کے اصرار پر تصنیف کیا اور اس کتاب کو مصنف نے قرآن و حدیث کے حوالے کے ساتھ بہتر سے بہتر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

فصل دوم میں فضائل اعمال کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے کہ اس کے مضامین کیا ہیں اور کس جلد میں کن فضائل کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں فضائل اعمال میں ذکر کردہ احادیث کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان میں سے چند موضوع اور ضعیف احادیث کو مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

فصل چہارم میں فضائل اعمال کی ان احادیث میں سے چند کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کا ترجمہ صرف مصنف نے کتاب میں لکھا ہے اور اس کی سند نہیں بیان کی ہے۔ اور نہ ہی ان احادیث کے صحت کے بارے میں کوئی تذکرہ کیا ہے۔

باب چہارم: لامع الدراری۔ ایک مطالعہ: ہے اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول میں مقدمہ لامع الدراری ایک مطالعہ ہے اس فصل میں مولانا زکریا صاحب کے لامع الدراری پر تحریر شدہ مقدمے کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کا ماحصل مصنف کا مقدمہ ہے جس کو مصنف نے طالب علم کے لیے نہایت پرکشش بنادیا ہے۔ موصوف کا مقدمہ چند فصلوں پر مشتمل ہے۔ اور ان میں ہر فصل چند فائدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی فصل امام بخاری کے حالات و کوائف پر مشتمل ہے اور پھر انہیں کے تعلق سے دس فائدوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور پھر لامع الدراری کے بعض اہم مباحث کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں لامع الدراری کا منہج ذکر کیا گیا ہے کہ موصوف نے کس انداز میں اس کو تالیف کیا ہے۔ مثلاً مختلف احادیث کے رجال پر گفتگو کی گئی ہے اور ان کی جرح و تعدیل ناقدین فن حدیث کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے اور اگر کسی حدیث کی تائید قرآن کریم کی کسی آیت سے ہوتی نظر آتی ہے تو اس آیت کو ذکر کر دیا ہے تاکہ بات مضبوط ہو جائے۔

فصل سوم میں موضوعات و مباحث لامع الدراری کا بیان ہے اس کتاب کی تینوں جلدوں میں کن کن مضامین کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے چند نمونے اس فصل میں بیان کیے گئے ہیں تاکہ مصنف موصوف کے انداز بیان اور تحقیق کا اندازہ ہو سکے۔ اور ان کے گفتگو کرنے کے انداز اور مبہم مسائل کو سلجھانے کا طریقہ معلوم ہو سکے۔

پانچواں باب: اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے نام سے ہے اس میں بھی تین فصلیں

ہیں۔

(۱) فصل اول مقدمہ اوجز المسالک ایک موضوعاتی مطالعہ ہے اس فصل میں اوجز المسالک کے مقدمہ کا ذکر ہے جو بڑے سائز کے ۸۸ صفحات پر محیط ہے اور یہ مقدمہ ایک تمہید اور سات ابواب پر مشتمل ہے پھر ہر باب کے تحت فائدوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ کا پہلا باب علم حدیث سے متعلق ہے۔ اور دوسرا باب موطا اور صاحب موطا کے بیان میں ہے اور تیسرا باب مصنف کی موطا پر لکھی گئی تعلیق کے بیان میں ہے۔ اس طرح اس فصل میں مقدمہ میں ذکر کردہ فوائد اور موطا کے اور دیگر نسخوں کے بیان میں ہے۔ فصل دوم میں اوجز المسالک کی علمی خصوصیات اور اس کے مصادر کو بیان کیا گیا ہے مثلاً اس کے اکثر مباحث اکابر مشائخ سے منقول ہیں اپنی جانب سے کسی طرح کا کوئی اختراع نہیں کیا گیا ہے۔ اور اگر کہیں چند روایتیں متصادم نظر آتی ہیں تو اس کی بہتر سے بہتر تطبیق پیش کی ہے اور اس کے علاوہ احادیث کی سند اور صحت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور مصنف نے اس شرح کی تالیف میں کن اہم کتابوں کی مدد لی اس کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

اور فصل سوم میں اوجز المسالک کے مضامین کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ قاری کو مولانا موصوف کی صلاحیتوں اور ان کی اس شرح کے لیے جدوجہد کا اندازہ ہو سکے۔

میں نے اپنے اس مقالے میں مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمات حدیث کو پورے طور پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ مولانا محمد زکریا کی علم حدیث کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ بلا اختلاف مسلک و مشرب ان کا اعتراف کیا جائے اور مولانا بجا طور پر اس کے مستحق ہیں کہ ان کو شیخ الحدیث کے لقب سے یاد کیا جائے۔





# **MAULANA MOHD. ZAKARIA KI ELM-E-HADEES MEN KHIDMAAT**

## **THESIS**

**Submitted for the Award of the Degree of**

**Doctor of Philosophy**

**IN**

**SUNNI THEOLOGY**

*By*

**RIYAZ AHMAD**

*Under the supervision of*

**D.R. EHSANULLAH FAHAD**

**THESIS**

**Department of Sunni Theology**

**Aligarh Muslim University**

**Aligarh, (INDIA)**

**2009**



# مولانا محمد زکریا کی علم حدیث میں خدمات

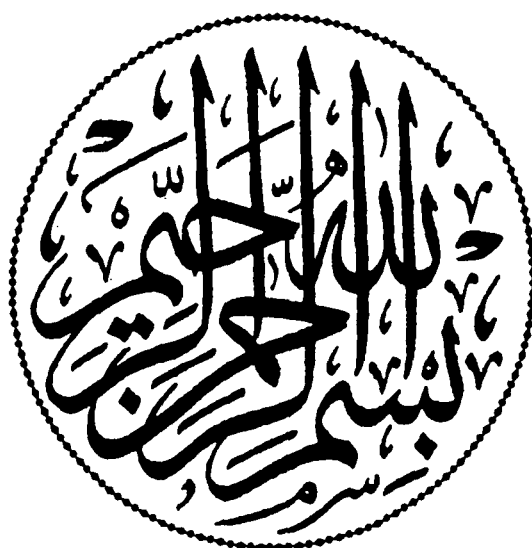
تحقیقی مقالہ برائے  
پی ایچ ڈی

مقالہ نگار  
ریاض احمد

نگراں  
ڈاکٹر احسان اللہ فہد

شعبہ دینیات (سنی)  
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۹ء



## فہرست مضامین

۱ تا ۷	:	مقدمہ
	:	<b>باب اول:</b>
۹ تا ۳۲	:	فصل اول
۳۳ تا ۴۳	:	فصل دوم
۴۴ تا ۵۷	:	فصل سوم
۵۸ تا ۶۵	:	فصل چہارم
	:	<b>باب دوم:</b>
۷۳ تا ۸۸	:	فصل اول
۸۹ تا ۱۰۰	:	فصل دوم
۱۰۱ تا ۱۰۵	:	فصل سوم
۱۰۶ تا ۱۱۱	:	فصل چہارم
	:	<b>باب سوم:</b>
۱۱۶ تا ۱۱۷	:	فصل اول
۱۱۸ تا ۱۲۱	:	فصل دوم
۱۲۲ تا ۱۲۸	:	فصل سوم
۱۲۹ تا ۱۳۱	:	فصل چہارم
	:	<b>باب چہارم:</b>
۱۳۵ تا ۱۴۵	:	فصل اول
۱۴۶ تا ۱۴۸	:	فصل دوم
۱۴۹ تا ۱۶۴	:	فصل سوم
	:	<b>باب پنجم:</b>
۱۷۰ تا ۱۸۰	:	فصل اول
۱۸۱ تا ۱۸۹	:	فصل دوم
۱۹۰ تا ۲۲۲	:	فصل سوم
۲۳۰ تا ۲۳۲	:	کتابیات



# مقدمه



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد اس ذات باری تعالیٰ کے لیے ہے جس کی بارگاہ میں تمام حمد کرنے والوں کی حمد لوٹتی ہے اور مسلسل و مداوم درود نازل ہو اس رسول ﷺ کی بارگاہ میں جن کے توسط سے ہمیں ایمان و اسلام کی عظیم دولت نصیب ہوئی اور خالق کائنات کی ہزار ہا رحمتیں ہوں ان نفوس قدسیہ پر جنھوں نے مشکوٰۃ نبوت سے بلا واسطہ اکتساب فیض کیا اور پھر انھیں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خوشنودی و رضا جوئی کی سند ملی جنھوں نے صرف شمع رسالت سے روشنی ہی حاصل نہیں کی بلکہ اپنے رسول ﷺ کی آنے والی امت کے لیے سراپا مہربان بن کر اپنے آقا کی پوری زندگی اپنے مضبوط حافظوں میں محفوظ کر لیا تاکہ آنے والی نسلوں تک اسے منتقل کیا جاسکے اور پوری کائنات کے رب کی جانب سے رحمتیں نازل ہوں تابعین کی مقدس جماعت پر جنھوں نے صحابہ کی زیارت کی اور اس عظیم مقصد کے لیے اس مشکل دور میں دور دراز کے سفر کیے اور ان سے اپنے آقا محمد عربی ﷺ کی احادیث حاصل کیں اور اسے دوسروں تک پہنچایا اور اس میں سے بہتوں نے احادیث کے شخصی مجموعے بھی تالیف فرمائے۔ لطیف و کریم رب کی جانب سے بے شمار رحمتیں نازل ہوں تبع تابعین کی جماعت پر اور ان میں سے خصوصیت کے ساتھ محدثین کرام کی جماعت پر جنھوں نے انتہائی نامساعد حالات میں پوری جدوجہد کے ساتھ احادیث کی تحصیل کی، جاں گسل مراحل سے گزر کر ان کی جمع و تدوین کا کام کیا، چھانٹ پھٹک کر موضوع احادیث کو باہر نکالا اور امت کے رشد و ہدایت کے لیے احادیث نبوی کا ایسا ذخیرہ جمع کر دیا کہ ملت اسلامیہ ان کے احسان سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

جس وقت علم حدیث اپنے ایک نئے ارتقائی دور میں داخل ہو رہا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے حکم سے دنیا کے مختلف گوشوں میں منتشر احادیث کے ذخیرے کو جمع کرنے کی کوشش ہو رہی تھی اسی دور میں علم حدیث ہندوستان میں بھی داخل ہوا لیکن اس زمانے میں اس علم کی ہندوستان میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہو سکی۔ چوتھی صدی ہجری میں یہ تحریک سندھ میں تھوڑی تیز ہوئی لیکن اسماعیلیوں کے انقلاب سے سرد ہو گئی۔ سلطان محمود غزنوی (۳۸۸-۴۲۱ھ) کے دور میں مشارق الانوار جیسی کتاب لکھی گئی اور سلطنت دہلی کے دور میں ایک بار پھر سے علم حدیث کی کساد بازاری رہی لیکن اس کے باوجود اس دور میں شیخ بہاء

الدین زکریا ملتانی (۶۶۶ھ) شیخ نظام الدین اولیاء (۷۲۵ھ) شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جیسے نامور علماء کرام نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی۔ نویں صدی ہجری سے علم حدیث کا بازار پھر سے گرم ہوا اور تیرہویں صدی ہجری کے اواخر تک گرم بازاری باقی رہی اور اسی گرم بازاری کا کرم ہے کہ اس وقت بھی پورے ہندوستان کے تمام مدارس میں علم حدیث کی تعلیم کا باضابطہ انتظام ہے۔ بعد کے ادوار میں ہندوستان میں علم حدیث کے مختلف مراکز رہے ان میں ایک نمایاں نام سہارنپور میں مظاہر علوم کا ہے اور علم حدیث کی اس درس گاہ کے شیخ الحدیث تھے مولانا محمد زکریا صاحب جن کی علم حدیث میں خدمات کا مطالعہ ہمارے اس تحقیقی مقالے کا عنوان ہے۔

اس موضوع کی اہمیت کیا ہے اور اس موضوع کی جانب میرا میلان کیسے ہوا اس کی مختصر سی تفصیل یہ ہے کہ مولانا محمد زکریا صاحب کی فضائل اعمال جو مقبول عام ہے۔ اس میں مؤلف نے مختلف موضوعات کے ذیل میں کثرت کے ساتھ احادیث نقل کی ہیں اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان احادیث کی استنادی حیثیت کی جانب اشارے بھی کر دیے ہیں۔ ہندوستانی مصنفین کی فضائل کی کتابوں میں یہ ایک نئی بات تھی جو مجھے بھاگئی اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ مؤلف علم حدیث سے بڑا لگاؤ رکھتے ہیں چنانچہ میں نے ان کی فن حدیث سے متعلق دیگر کتابوں کی تلاش شروع کر دی جستجو کے بعد حیرانی ہوئی کہ مولانا محمد زکریا صاحب کی علم حدیث میں تیس سے زائد کتابیں ہیں۔ چوں کہ اس موضوع پر ابھی تک ڈاکٹریٹ کی سطح کا کوئی مقالہ نہیں لکھا گیا تھا اس لیے میں نے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع کا انتخاب کیا اور پھر جب میں نے ڈاکٹریٹ کے لیے اس موضوع پر اپنا خاکہ پیش کیا تو اسے فیکلٹی آف تھیولوجی شعبہ سنی دینیات سے منظوری بھی مل گئی۔ منظوری ملنے کے بعد میں مواد کی فراہمی میں مشغول ہو گیا۔ اس کے لیے مجھے چند اسفار کی ضرورت بھی پیش آئی کیوں کہ موضوع میں ندرت تھی اور دوسرے یہ کہ موضوع شخصی بھی تھا اور عموماً شخصیات سے متعلق موضوعات کے مواد ان اداروں یا علمی مراکز میں ہوا کرتے ہیں جو ان سے منسوب ہوں۔ یا ان شخصیات کے رشتے داروں کے زیر انتظام چلا کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں نے جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کا سفر کیا وہاں مولانا تقی الدین ندوی سے ملاقات ہوئی

اور انھوں نے اپنی وسعت بھر ہماری علمی معاونت کی۔ اسی سلسلے میں دیوبند اور سہارنپور بھی گیا۔ دارالعلوم اور مظاہر علوم کے مکتبات سے بھی مطلوبہ مواد حاصل کیے۔ دیوبند کے اشاعتی اداروں سے موضوع سے متعلق کتابوں کی خریداری کی۔ سہارنپور میں مکتبہ تحفہ کے ذمہ دار مولانا شاہد صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔ یہ دو سفر ایسے تھے جس کے ذریعہ میں نے باہر سے مواد حاصل کرنے کی کوشش کی ورنہ خود میں نے سب سے زیادہ استفادہ فیکلٹی آف تھیولوجی کی لائبریری سے کیا اور اس طرح مواد کی فراہمی کے بعد میں مقالے کی تیاری میں لگ گیا اور پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مقالہ تیار ہو گیا۔

میں نے مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی علم حدیث میں خدمات کے عنوان سے تحریر کردہ اس مقالے کو ایک مقدمہ، پانچ ابواب پر منقسم کیا ہے۔

باب اول: مولانا محمد زکریا حیات و خدمات - یہ باب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ہندوستانی محدثین اور ان کی خدمات ایک مختصر تعارف۔ دوسری فصل مشائخ کاندھلہ ایک تعارف۔ تیسری فصل ولادت تعلیم و تربیت۔ چوتھی فصل تالیفی سرگرمیوں کا نقطہ آغاز، کے عنوان کو محیط ہے۔

باب دوم: مولانا محمد زکریا خدمات حدیث کے چند پہلو۔ یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل مولانا محمد زکریا کی تدریس حدیث کی خصوصیات۔ دوسری فصل مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی چند نمایاں کتب حدیث کا مطالعہ۔ تیسری فصل مولانا محمد زکریا کی غیر مطبوعہ کتب حدیث۔ چوتھی فصل فن رجال حدیث سے متعلق کتابوں کا تعارف۔

باب سوم: فضائل اعمال ایک مطالعہ۔ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل: اسباب تالیف و منہج تالیف فضائل اعمال۔ دوسری فصل: فضائل اعمال مختصر تعارف۔ تیسری فصل: فضائل اعمال میں وارد بعض ضعیف و موضوع احادیث۔ چوتھی فصل: چند ضعیف و موضوع احادیث جن کی استنادی حیثیت پر مصنف نے کوئی گفتگو نہیں کی نہ اردو میں اور نہ عربی میں۔

باب چہارم: لامع الدراری ایک مطالعہ۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل مقدمہ لامع الدراری



ایک مطالعہ۔ دوسری فصل لامع الدراری کا منہج۔ تیسری فصل موضوعات و مباحث لامع الدراری۔

باب پنجم: اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک: ایک مطالعہ۔ اس میں بھی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل: مقدمہ اوجز المسالک ایک موضوعاتی مطالعہ۔ دوسری فصل: اوجز المسالک کی علمی خصوصیات اور اس کے مصادر، تیسری فصل: اوجز المسالک کے مضامین و مباحث نمونوں کی روشنی میں۔

اس مقالے میں منہج بحث یہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے باب کے تحت ہندوستانی محدثین، مشائخ کاندھلہ اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا خاکہ تحریر کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں جو کہ مولانا محمد زکریا کی خدمات حدیث کے چند پہلو سے متعلق ہے اس میں مولانا کے تدریس حدیث کی خصوصیات کے علاوہ ان کی چند نمایاں کتب حدیث کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ تاکہ ان کی علم حدیث میں تصنیف کردہ کتب و رسائل سے ایک تعارف اور اس کے مشمولات سے آگاہی ہو جائے۔ اس کے علاوہ ان کی غیر مطبوعہ کتب حدیث رجال حدیث کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ باب سوم جس میں فضائل اعمال کے تنقیدی و علمی مطالعے کا حاصل پیش کیا گیا ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ بعض وہ احادیث جو فضائل کے باب میں ذکر کردی کی گئی ہیں اور ان پر عصر حاضر کے ناقدین مثلاً علامہ محمد ناصر الدین البانی وغیرہم نے اگر ضعف یا وضع کا حکم لگایا ہے تو وہاں یہ بھی صراحت کر دی گئی ہے کہ جمہور علما کے نزدیک ضعیف احادیث فضائل کے باب میں قابل قبول ہیں۔ اسی طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ منہج محدثین کے مطابق اگر کسی حدیث کی کوئی خاص سند یا اس کا کوئی خاص متن موضوع ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ تمام طرق سے موضوع ہو ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ مسئلہ کے دونوں پہلو واضح ہو جائیں اور مقالہ کی معروضیت باقی رہے۔ باب چہارم جس میں لامع الدراری کے مطالعے کا حاصل پیش کیا گیا ہے۔ اس میں پہلے مقدمہ لامع الدراری پر گفتگو کی گئی ہے۔ پھر لامع الدراری کی تالیف میں مصنف کے منہج کو واضح کیا گیا ہے اور اس کے موضوعات و مباحث کے نمونے ذکر کیے گئے ہیں نمونوں کے اختیار میں کوئی خاص منہج اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ صرف بحث کی عمدگی اور اپنی پسند کو معیار بنایا گیا ہے۔

پانچواں باب جو کہ اوجز المسالک کے علمی مطالعے سے متعلق ہے اس میں سب سے پہلے مقدمہ

اوجز المسالك کا موضوعاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اصل کتاب کے مطالعے کے بعد اور مصنف کے مقدمے کی روشنی میں جو خصوصیات کتاب سامنے آئی ہیں ان کو بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کے مصادر و مراجع سے متعلق بھی مقدمے کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ اسی طرح اس باب میں بھی مضامین و مباحث کے نمونے بغیر کسی خاص معیار و منہاج کے صرف اپنے انتخاب کو معیار بنا کر پیش کیے گئے ہیں باب کے حوالے ہر باب کے آخر میں شامل کیے گئے ہیں اور سب سے آخر میں کتابیات کے عنوان سے ان تمام کتابوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جن سے میں نے جزوی و کلی استفادہ کیا ہے۔

ہمارے اس لمبے علمی سفر میں بہت سے لوگوں کا تعاون شامل رہا اگر ان حضرات کا تعاون نہ ہوتا تو شاید یہ علمی مقالہ وجود میں نہ آتا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ تعاون ہمارے مشرف و نگراں ڈاکٹر احسان اللہ فہد صاحب کا رہا جنہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور اس وقت جب کہ میں قلت مواد کی شکایت کر رہا تھا تو انہوں نے ہمارے جذبہ علم کو ہمیز لگائی اور محنت میں لگے رہنے کا حکم دیا۔ مواد کی فراہمی کے عرصے میں انہوں نے کوئی جلد بازی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ علمی و تحقیقی کام کرنے کی ترغیب دلاتے رہے اور جب مقالہ نگاری کا سلسلہ شروع ہوا تو آغاز سے انجام تک ان کے مشفقانہ مشوروں اور علمی تجزیوں نے میری رہنمائی کی۔ انہوں نے بڑی محنت سے حرفاً مقالے کا مطالعہ کیا اور مناسب تبدیلیاں کیں اس لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اپنے شعبے کے دیگر تمام اساتذہ کا خصوصیت کے ساتھ ڈین فیکلٹی آف تھیا لوجی پروفیسر سعود عالم قاسمی صاحب، چیرمین شعبہ دینیات ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر ممکن مدد فرمائی اور ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور مولانا رفیق احمد سلفی (ریسرچ اسکالر شعبہ سنی دینیات اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ) صاحبان کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مواد کی فراہمی میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اور اپنے احباب میں مولانا محمد ضیاء الرحمن علیی ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی اور اپنے فیکلٹی کے تمام ریسرچ اسکالرس بطور خاص مولانا ظہیر عالم و افضال احمد صاحبان کی علمی معاونت کے لیے ممنون ہوں، مولانا احمد رضا علیی و عبدالقادر، مولانا مختار احمد، اور چچا حافظ احمد علی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے محنت سے پروف پڑھا اور مقالے کو غلطیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ ان کے علاوہ

اہل خانہ میں اپنے والد، والدہ اور بھائی کی شفقتوں اور دعاؤں کے لیے احسان مند ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ اپنی اہلیہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے حصے کا وقت بھی قربان کر کے اپنا تعاون پیش کیا۔ اپنے بچوں کا بھی شکر گزار ہوں جن کی محبتوں نے ہمیشہ کچھ کرنے کی لگن پیدا کی ان کے علاوہ تمام لوگوں کا اجمالی طور پر شکر گزار ہوں جنھوں نے کسی طرح کا تعاون پیش کیا۔

ان حضرات کے علاوہ شعبہ دینیات کی لائبریری، شعبہ عربی کی لائبریری، مولانا آزاد اور المکتبۃ العلمیۃ، علی گڑھ لائبریری کے تمام ذمہ داران کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے علمی ذخیرے سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرا یہ علمی سفر میرے علمی افتق کو کھولنے والا، میرے مطالعے کو وسعت دینے والا، میری علمی کمیوں کو دور کرنے والا اور علمی میدان میں مجھے چلنے کے قابل بنانے والا تھا۔ یہ علمی سفر جاں گسل مگر پُر لطف مراحل تھا اور میرے رہنمائے سفر تھے میرے مشرف اور نگراں ڈاکٹر احسان اللہ فہد صاحب اس لیے ایک بار پھر ان کا شکر گزار ہوں۔

اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور احادیث و سنت پر ہمیشہ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین۔

ریاض احمد

ریسرچ اسکالرشپ شعبہ دینیات (سنی)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

# بَابِ اَوَّلِ

مولانا محمد زکریا  
حیات و خدمات

## فصل اول

### ہندوستانی محدثین اور ان کی خدمات - ایک مختصر تعارف

ہندوستان میں اسلام کی آمد خشکی اور تری دونوں راستے سے ہوئی خشکی کا راستہ درہ خیبر کا تھا، جہاں سے ترکوں، پٹھانوں اور مغلوں نے چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے آغاز سے داخل ہونا شروع کیا، لیکن ان سے پہلے مسلمان تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے سندھ اور مالابار سے لے کر گجرات تک پھیل چکے تھے وہ اپنے ساتھ قرآن اور علوم و معارف کا خزانہ بھی لائے تھے انھوں نے یہاں پر اپنی بستیاں قائم کیں۔ اپنے علم و عمل کے ذریعہ سے یہاں کے لوگوں کو متاثر کیا اور بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ انھوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں مسجدیں تعمیر کیں اور یہی مسجدیں اسلام کی ابتدائی درس گاہیں تھیں جن سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کو ملک کے مختلف حصوں میں پہنچانے کا کام کیا گیا اور مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی انھیں مسجدوں کو استعمال کیا گیا۔

#### ہندوستان میں پہلے محدث:

۹۳ھ میں مسلمانوں نے محمد بن قاسم کی قیادت میں سندھ پر حملہ کیا اور فتح حاصل کی سندھ پر مسلمانوں کی حکومت تیسری صدی ہجری کے اوائل تک رہی اس زمانے میں متعدد علماء و فضلاء عرب سے سندھ آتے رہے اور اسلامی تعلیمات سے لوگوں کے دلوں کو منور کرتے رہے۔ ۱۵۹ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی اس میں ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے (م ۱۶۰ھ) جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ بھی ان بزرگوں میں تھے جنھوں نے احادیث کے منتشر اوراق کو یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا بلکہ صاحب التہذیب التہذیب کا بیان ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے احادیث مبارکہ کو جمع کر کے کتابی شکل میں مرتب کیا۔

## دونو مسلم سندھی محدث:

دوسری صدی ہجری کے محدثین میں ابو معشر نخعی سندھی (م ۱۷۰ھ) کا نام نامی اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد علم حدیث میں درک حاصل کیا اور سندھ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اس لیے مدنی کہلانے لگے، یہ اپنے وقت میں فن مغازی وسیر کے امام تھے، بلکہ ان کا نام اس مختصر فہرست میں داخل ہے جو مغازی وسیر کے واقعات کو سب سے پہلے قید تحریر میں لائے۔ آپ نے ۱۷۰ھ میں وفات پائی اور آپ کی نماز جنازہ خلیفہ ہارون رشید (م ۱۹۳ھ) نے پڑھائی۔<sup>۲</sup>

دوسرے بزرگ اور محدث رجاء السندی (م ۳۲۱ھ) ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایران میں قیام کیا اور اسفرائینی کہلائے، آپ نے فن حدیث میں وہ کمال حاصل کیا کہ مشہور محدث حاکم (م ۴۰۵ھ) ان کے حالات میں لکھتے ہیں: **درکن من ادرکان الحدیث** یعنی آپ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے۔<sup>۳</sup>

## درہ خیبر کے راستے سے پہلا محدث:

چوتھی صدی ہجری کے آخر میں مسلمان سلطان محمود غزنوی کے زیر قیادت ہندوستان میں داخل ہوئے۔<sup>۴</sup> سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۲ھ میں لاہور فتح کیا۔<sup>۵</sup> لاہور میں علم حدیث کی اشاعت کا آغاز ایک مشہور صوفی شیخ محمد اسماعیل (م ۴۴۸ھ) نے کیا۔ جو بخارا سے آئے تھے۔ شیخ اسماعیل ۳۹۵ھ میں ہندوستان آئے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ اس نسبت سے لاہوری کہلائے۔ آپ تفسیر و حدیث کے جامع البحرین اور موثر البیان تھے۔ اور آپ سے متاثر ہو کر متعدد لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ۴۴۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔<sup>۶</sup>

## محدث صفائی:

شیخ محمد اسماعیل لاہوری کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو برس ہندوستان میں علم حدیث پر کوئی کام نہ ہو سکا، لیکن ساتویں صدی کے اوائل میں حسن بن محمد صفائی (۵۷۰-۶۵۰ھ) نے علم حدیث کے چراغ کو پھر سے روشن کیا۔ آپ کی پیدائش لاہور میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور پھر یمن، حجاز اور

عراق میں جا کر تعلیم کی تکمیل کی۔ اور حدیث کے امام قرار پائے اور بغداد میں رہ کر مشارق الانوار کے نام سے حدیث کی کتاب تصنیف فرمائی جس نے ہندوستانی علماء کو حدیث کے حصول کی طرف متوجہ کیا۔ ساتویں صدی ہجری میں ان کے علاوہ اور بھی محدثین کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۶۶ھ)، شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ)، قاضی منہاج السراج جرجانی (م ۶۶۸ھ)، شیخ برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسعد بخاری (م ۶۸۷ھ)، شیخ کمال الدین زاہد (م ۶۸۴ھ) وغیرہم۔ ۷

### شیخ رضی الدین بدایونی (م ۷۰۰ھ)

شیخ رضی الدین بدایونی اپنے ہم عصر علماء دہلی میں علم حدیث پر کافی عبور رکھتے تھے وہ کول (موجودہ علی گڑھ) کے قاضی تھے آپ ہندوستان سے مکہ معظمہ اور بغداد تشریف لے گئے جہاں بادشاہ وقت نے محدث ہونے کی بناء پر آپ کو شرف باریابی عطا کیا۔ پھر ہندوستان واپس آئے اور لاہور میں وفات پائی۔ ۸

### شیخ نظام الدین اولیا (۶۳۴ھ تا ۷۲۵ھ)

محمد بن احمد بن علی جو نظام الدین اولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ ۶۳۴ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے دادا شیخ علی اور نانا خواجہ عرب دونوں منگولوں کے حملے کے دوران بخارا سے ہجرت کر کے آباد ہو گئے تھے۔ شیخ نظام الدین نے علاء الدین اصولی بدایونی اور شمس الدین خوارزمی سے تحصیل علم کیا اور صرف بیس سال کی عمر میں عربی ادب اور فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ لیکن یہ بات تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ شیخ نظام الدین نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں علم حدیث کی طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ انھوں نے علم حدیث کا مطالعہ اس وقت شروع کیا جب وہ ایک ممتاز ولی کی حیثیت سے بہت مشہور ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ولایت بخشی اور وہ جیسے جیسے روحانیت کی منزلیں طے کرتے گئے ان کو مطالعہ حدیث کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی گئی چنانچہ آپ نے مولانا شیخ کمال الدین زاہد سے علوم حدیث کی تحصیل کی اور مشارق الانوار کا درس لیا۔ آپ نے اس کتاب کا بہت غائر اور تنقیدی مطالعہ کیا اور ۶۷۹ھ میں اس کی تکمیل کے بعد شیخ کمال الدین سے سند حاصل کی۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں لوگوں کو مطالعہ حدیث سے گہری دلچسپی

پیدا کر دی۔ جس کی بدولت ان کے مریدوں اور جانشینوں میں کافی بڑی تعداد ایسے علماء کی ہو گئی جنہوں نے علم حدیث میں مہارت حاصل کر لی تھی۔<sup>۹</sup>

### شیخ شرف الدین منیری بہاری (۶۶۱ تا ۸۲۲ھ)

شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری بہار کے مشہور ولی گزرے ہیں آپ شوال ۶۶۱ھ میں بہار شریف سے چند میل کے فاصلے پر موضع منیر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے علم حدیث میں دسترس حاصل کی اور علاقہ بہار میں ایک ممتاز محدث کی حیثیت سے مشہور ہوئے آپ حدیث سے متعلق تمام علوم مثلاً علم تاویل الحدیث، علم رجال الحدیث اور علم مصطلحات الحدیث پر پورا عبور رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے مکتوبات اور تصوف کی کتابوں میں احادیث کثرت سے نقل کی ہیں اور بہت سے مواقع پر آپ نے علم حدیث کے مختلف پہلوؤں روایت بالمعنی، شروط الراوی وغیرہ پر اپنی تصانیف میں طویل بحثیں کی ہیں اور صحیحین اور مسند ابویعلیٰ الموصلی شرح المصابیح اور مشارق الانوار کے حوالے بھی دیئے ہیں اور آپ کو نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان میں صحیحین کی تعلیم شروع کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ کو احادیث نہ زبانی یاد تھیں بلکہ آپ ان کے مطابق عمل بھی کرتے تھے۔ آپ کے خانقاہ کی ابتدائی تعمیر آپ کے دوستوں اور مداحوں نے کی تھی جسے دوبارہ سلطان محمد تغلق نے وسعت دے کر تعمیر کروایا یہ خانقاہ آج بھی موجود ہے۔

شیخ شرف الدین نے ۸۲۲ھ میں خیبر میں وفات پائی۔<sup>۱۰</sup>

### سید علی بن شہاب ہمدانی (۸۱۴ھ تا ۸۶۲ھ - ۱۳۱۴ء تا ۱۳۸۵ء)

کشمیر میں علم حدیث کا آغاز خراسان کے ایک جہاں گشت درویش امیر کبیر سید علی ہمدانی نے کیا تھا وہ ۷۳ھ - ۱۳۷۱ء میں اپنے سات سو معتقدین کے ساتھ کشمیر آئے۔ اور انھوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی، چنانچہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت کا سہرا سید علی ہمدانی اور ان کے مریدوں کے سر ہے۔ اس علاقے میں ان کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ سلطان قطب الدین فرما کر ان کو کشمیر (۷۷۰ تا ۷۹۵ھ) ان کا مرید ہونے پر فخر کرتا تھا۔ آپ نے اپنی عمر کے آخری سال کشمیر میں گزارے (۶ رزی الحجہ ۸۶ھ جنوری



۶۸۵ء) کو ایران جاتے ہوئے راستہ میں وفات پائی اور ماوراءالنہر میں مقام ختلان میں مدفون ہوئے۔<sup>۱۱</sup>  
 آپ کی تصانیف میں (۱) السبعین فی فضائل امیر المؤمنین (۲) اربعین امیر یہ کو  
 شہرت حاصل ہے۔<sup>۱۲</sup>  
 ہند میں علم حدیث کا احیاء

آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں دکن میں بہمنی سلطنت اور نویں صدی ہجری کے اوائل میں  
 گجرات میں مظفر شاہی سلطنت کے قیام سے ان علاقوں میں علم حدیث کی ترویج و ترقی کے ہزار سالہ دور کا  
 آغاز ہوا۔ اور پھر یہاں سے علم حدیث ترقی کر کے شمالی ہند میں بھی پھیلنے لگا۔ ان ہم سایہ مسلم سلطنتوں کے  
 اقتدار کے ۱۸۰ سال درحقیقت علمی اور ثقافتی ترقی کا شاندار دور ثابت ہوئے، ان دونوں سلطنتوں کے روشن  
 خیال اور شائستہ فرمانرواؤں نے اپنے ملک میں علوم و فنون کو فروغ دینے کے لیے حیرت انگیز جوش و خروش  
 کا مظاہرہ کیا اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے دور و نزدیک تمام ملکوں کے علماء کو اپنے دارالسلطنت  
 آنے کی دعوت دی اور نہایت فیاضی سے ان کی سرپرستی کی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے جو خاندان حکمران  
 ہوئے ان میں فیروز شاہ بہمنی (۸۰۰ تا ۸۲۵ھ۔ ۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) اور مظفر شاہ ثانی فرماں روائے گجرات  
 (۹۱۷ تا ۹۳۲ھ۔ ۱۵۱۱ تا ۱۵۲۵ء) جیسے اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے حکمران چند ہی ہوئے ہیں۔ فیروز شاہ  
 بہمنی کئی زبانوں کا ماہر تھا اور وہ ہر سال گوا اور چول کی بندرگاہوں سے مختلف ملکوں کو بحری جہاز بھیجتا تھا۔  
 خاص اس مقصد کے لیے کہ مشہور اور ممتاز علماء کو دعوت دے کر اس کے دربار میں لایا جائے۔<sup>۱۳</sup> مظفر شاہ ثانی  
 نے علمی ترقی کے لیے بڑے جوش و انہماک کا ثبوت دیا اور ایران عرب اور ترکی سے عالم و ادیب اس روشن  
 حکمران کے عہد میں گجرات آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔<sup>۱۴</sup> نہ صرف سلاطین بلکہ متعدد وزیری بھی تعلیم  
 کے ماہر اور علوم کے سرپرست کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ان میں گجرات کے محمود گوان (۸۱۳ تا ۸۸۶ھ) اور آصف خاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ  
 دونوں محدث اور عالم تھے۔ سرکاری فرائض سے گراں بار ہونے کے باوجود انھوں نے علمی کاموں میں خلوص  
 کے ساتھ حصہ لیا۔ اور اپنی آمدنی کا کثیر حصہ اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں غریب اور مفلوک الحال اہل علم

کی پرورش پر صرف کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہمنیوں کے عہد میں دکن اور مظفر شاہی کے عہد میں گجرات سرپرستی کے خواہاں، عالموں، ادیبوں، شاعروں اور صاحب کمال لوگوں کا مرجع بن گیا تھا۔ چنانچہ ججاز اور مصر کے محدثین ان دونوں سلطنتوں میں جمع ہونے لگے۔ کثیر تعداد میں محدثین کی آمد کا ایک سبب تو یہ تھا کہ ان حکمرانوں نے حدیث اور سنت رسول سے گہری محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ اور دوسرا یہ کہ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے اب تک جس طویل اور خطرناک بری راستے سے سفر کیا جاتا تھا اس کے بجائے حاجیوں کے لیے بحیرہ عرب میں سفر کرنے کا ایک سہولت بخش راستہ کھول دیا گیا تھا۔ چنانچہ سلطان کے حکم سے حج کے موسم میں جنوبی ہند اور گجرات کے بندرگاہوں سے جنھیں باب مکہ کہا جاتا تھا باقاعدہ طور پر جہاز چلانے کا انتظام کیا گیا تھا۔<sup>۱۵</sup>

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں جنوبی ہند کے مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی زندگی پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ تاہم اس نے کسی محدث کی ملاقات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن اسے کئی شافعی فقہاء سے ملنے کا اتفاق ہوا۔<sup>۱۶</sup>

ابن بطوطہ کی سیاحت دکن کے تقریباً پچاس سال بعد یہاں کے بعض شہروں میں ایسے کئی محدث موجود تھے جن کے لیے سلطان محمود شاہ ثانی بہمنی اول (۱۳۷۸ء تا ۱۳۹۷ء) نے املاک وقف کر دی تھیں۔<sup>۱۷</sup> یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محدث کون تھے؟ ان محدثین کی موجودگی کا علم ہمیں تاریخ فرشتہ سے ہوتا ہے۔ مگر اس میں اور کوئی تفصیل نہیں ملتی تاہم یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ محدث غیر ملکی نہیں تھے کیوں کہ یہ محدث اگر غیر ملکی ہوتے تو ان میں سے کچھ لوگوں کے نام کم از کم آٹھویں اور نویں صدی کے ان علماء کے سوانح حیات میں محفوظ ہوتے جو بیرونی ملکوں سے آکر دکن میں سکونت پذیر ہوئے تھے، نیز ان محدثین کا تعلق شمالی ہند سے بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت تک شمالی ہند میں محدث کی اصطلاح کے صحیح مفہوم تک سے لوگ واقف نہیں تھے۔ چنانچہ غالب امکان یہی ہے کہ یہ محدث جنوبی ہند کے ہی باشندہ تھے۔ اس مفروضہ کو اس واقعہ سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ابن بطوطہ کی سیاحت کے زمانے میں جنوبی ہند میں شافعی علماء موجود تھے جن کو بجا طور پر محدثین کہا جاسکتا ہے۔ ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ

ابن بطوطہ نے جن شافعی فقہاء کا ذکر کیا ہے۔ وہ وہی لوگ ہیں جنہیں آگے چل کر فرشتہ نے محدثین کا نام دیا ہے۔ اور جو ہمہ سلاطین کی سرپرستی کی وجہ سے دکن میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اس مفروضہ سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمہ سنی اور مظفر شاہی سلطنتوں کے قیام سے پہلے ہی شافعی علماء نے جنوبی ہند کو علم حدیث سے روشناس کرا دیا تھا۔ اور نویں صدی ہجری میں اس کی ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

### ہندوستان میں علم حدیث کا فروغ

ہندوستان میں علم حدیث کے فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کا خاتمہ اور دسویں صدی ہجری کا آغاز ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب مصر و شام و حجاز کے امام الحدیث حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م ۹۰۲ھ) کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور حافظ موصوف کے فیض و افادہ کی کرنیں دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں پڑ رہی تھیں مدینہ منورہ میں آکر ان کے حصول علم حدیث کے شوق نے نو زعلی نور کا مرتبہ حاصل کیا۔ مدینہ منورہ سے آپ ہندوستان تشریف لائے اور صوبہ گجرات کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کے علم سے سیراب ہو سکے۔

حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلا نام مولانا راج بن داؤد گجراتی (م ۹۵۴ھ) کا ملتا ہے۔ ۸۹۴ھ میں حافظ موصوف کے حلقہ میں داخل ہوئے اور الفیہ حدیث کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد وہ گجرات تشریف لائے۔ لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا ۹۵۴ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔<sup>۱۸</sup>

اس کے بعد مولانا وجیہ الدین محمد الماکی (۸۵۶ تا ۹۱۹ھ) کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ نے بھی شیخ سخاوی سے استفادہ کیا اور علم حدیث میں درک حاصل کیا، ان کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے سلطان محمود اول (۸۶۳ تا ۹۱۷ھ) نے ملک المحدثین کا خطاب عطا کیا آپ نے ہندوستان میں ہی سکونت اختیار کی۔ اور اپنے علم و فضل سے یہیں کے لوگوں کو مستفید کیا۔ ۹۱۹ھ میں وفات پائی۔<sup>۱۹</sup>

دہلی میں پہلا محدث:

حافظ سخاوی کے شاگردوں میں سید رفیع الدین صفوی شیرازی (م ۹۵۴ھ) کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ یہ معقولات میں محقق جلال الدین دوانی (م ۹۲۸ھ) کے شاگرد تھے۔ عرب پہنچے اور حدیث کا فیض

حافظ سخاوی سے حاصل کیا۔ اور شرف سعادت کا یہ سرمایہ لے کر وہ گجرات وارد ہوئے۔ یہ زمانہ دلی میں سلطان سکندر لودھی (۸۹۴ تا ۹۲۳ھ) کا تھا، اس قدردانِ علم کے شہرہ نے سید موصوف کو بھی گجرات سے دلی کھینچا، سلطان نے حسنِ عقیدت کے ساتھ محدث موصوف کا خیر مقدم کیا اور سلطان کی اجازت سے ممدوح نے آگرہ میں سکونت اختیار کی۔ اور درس و تدریس کا بازار گرم کیا۔ دور دراز سے لوگ آتے رہے اور اپنی اپنی قسمت کے مطابق سیراب ہوتے رہے۔<sup>۲۰</sup>

ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ قالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور نغموں سے اس کے محراب و درگنج اٹھے۔ سید موصوف نے ۹۵۴ھ میں وفات پائی۔<sup>۲۱</sup>

انہوں نے بقول مولانا عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۱۵ھ) (اخبار الاخیار) لائقِ اولاد نہیں پائی، تاہم بدایونی کے تصریح کے مطابق اپنی چند روحانی اولاد یادگار چھوڑی، جن میں قابل ذکر شیخ ابوالفتح تھانیسری (م ۱۰۰۴ھ) ہیں۔ آپ سب سے پہلے ہندوستانی ہیں جو محدث کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ ملا عبد القادری بدایونی (م ۱۰۰۴ھ) لکھتے ہیں:

”حدیث در ملازمت سید رفیع الدین محدث درست گردانیدہ“<sup>۲۲</sup>

**پہلا شارح بخاری:**

سید ابوالفتح تھانیسری کے ایک دوسرے معاصر سید عبدالاول حسینی (م ۹۶۸ھ) تھے۔ ان کا آبائی وطن زید پور تھا جو پور کے قریب ایک موضع ہے، ان کے اجداد ترک وطن کر کے دکن چلے گئے تھے۔ وہیں یہ پیدا ہوئے وہاں اپنے دادا علاء الدین حسینی سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ جو حسین فتی کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد آپ گجرات پہنچے اور پھر عرب گئے اور وہاں کے خزانہ سے علم حدیث کی زرو جواہر سینہ میں بھر کر لائے۔ یہ سب سے پہلے ہندوستانی عالم ہیں جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح لکھنے کی سعادت حاصل کی فیض الباری کے نام سے بخاری شریف کی شرح لکھی اور فیروز آبادی مجد الدین (م ۸۱۷ھ) کی سفر السعادة کا خلاصہ کیا۔<sup>۲۳</sup>

بادشاہ اکبر کے ابتدائی عہد میں جب بیرم خان خانانا امور سلطنت کا متکفل تھا اس نے علوم و فنون کے

دوسرے مشاہیر کے ساتھ حضرات محدثین کو بھی گجرات سے دلی اور آگرہ آنے کی دعوت دی اور اسی طرح میر سید عبدالاول جو پوری (م ۹۶۸ھ) کو باصرار تمام گجرات سے دلی بلوایا ۹۶۸ھ میں یہیں وفات پائی۔<sup>۲۴</sup>

### طاہر پٹنی (۹۱۳ تا ۹۸۶ھ - ۱۵۰۸ تا ۱۵۷۸ء)

جمال الدین محمد بن طاہر بن علی پٹنی، ہندی، خنفی مشہور و معروف ملک المحدثین تھے وہ ۹۱۳ھ - ۱۵۰۸ء میں شمالی گجرات میں بمقام نہر والا پٹن میں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ کی طرف سے وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ (م ۱۳ھ) کی اولاد میں تھے۔ انھوں نے گجرات میں شیخ ناگوری، استاذ زماں ملاہتہ اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ ۹۴۴ھ میں وہ مکہ معظمہ میں شیخ علی متقی (۸۸۵ - ۹۵۷ھ) کے مدرسے میں شریک ہوئے، اور چھ سال تک وہاں حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے، اپنے محبوب استاذ علی متقی کے علاوہ جس کا ذکر طاہر پٹنی نے اپنی تصانیف کے مقدمہ میں بہت احترام سے کیا ہے ان میں ابن حجر الہیثمی (۹۰۹ تا ۹۷۷ھ) ابوالحسن البکری (م ۹۵۲ھ) اور مفتی قطب الدین نہروالی (۹۱۷ - ۷۰ھ) زیادہ ممتاز ہیں۔<sup>۲۵</sup>

مجمع البحار بظاہر حدیث کا لغت ہے مگر علماء محدثین کے اعتراف کے مطابق وہ درحقیقت صحاح ستہ کی شرح ہے، علاوہ ازیں تذکرۃ الموضوعات، وقانون الموضوعات، وغیرہ کتابیں ان کی تالیف ہیں۔ اور ۹۸۶ھ میں اجین کے قریب قصبہ سارنگ پور میں شہادت پائی۔<sup>۲۶</sup>

### شیخ احمد سرہندی (۱۰۳۴ تا ۱۱۰۳ھ - ۱۵۶۴ تا ۱۶۲۴ء)

شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی سرہندی جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے، سلسلہ مجددیہ کے نامور بانی تھے، وہ شوال ۹۷۱ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے، شیخ احمد نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر وہ سیالکوٹ، اور وہاں سے کشمیر گئے اور ملاکمال الدین کشمیری (م ۱۰۷۱ھ) سے معقولات اور شیخ یعقوب صرّنی (م ۱۰۱۳ھ) سے منقولات کا درس لیا، شیخ یعقوب نے ان کو صحیح بخاری، تبریزی کی مشکوٰۃ اور سیوطی کی الجامع الصغیر کا درس دینے کی اجازت دی، ۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

## شیخ احمد سرہندی کے مکتب حدیث سے متعلق محدثین

(۱) شیخ سعید بن شیخ احمد سرہندی (۱۰۰۳ تا ۱۰۷۰ھ)

شیخ سعید بن شیخ احمد سرہندی نے حدیث کی تعلیم اپنے والد اور عبدالرحمن رومی سے حاصل کی تھی، جب ان کے والد ضعیف ہو گئے تو ان کی خانقاہ میں شیخ سعید حدیث اور دوسرے علوم کا درس دینے لگے اور انہوں نے یہ سلسلہ ۱۰۳۲ھ تا ۱۰۶۲ھ میں حرمین جانے تک جاری رکھا ۱۰۶۹ھ میں شیخ سعید سرہندی واپس آئے اور ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا حاشیہ لکھا تھا۔<sup>۲۷</sup>

(۲) فرخ شاہ بن شیخ سعید (۱۰۳۸ تا ۱۱۱۲ھ - ۱۲۶۹ تا ۱۷۰۳ھ)

فرخ شاہ کئی علوم پر عبور رکھنے والے محدث تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ستر ہزار احادیث مع اسانید حفظ کر لی تھیں اور اس بنا پر وہ حافظ کے لقب سے مشہور ہوئے۔<sup>۲۸</sup>

(۳) شیخ سراج احمد مجددی (۱۷۶۱ تا ۱۲۳۰ھ)

شیخ سراج احمد بن مرشد بن ارشد بن فرخ شاہ ۱۷۶۱ھ میں سرہندی میں پیدا ہوئے اور سکھوں کے ظلم و ستم سے عاجز آ کر مع خاندان وطن چھوڑ کر رام پور چلے آئے۔<sup>۲۹</sup>

شیخ سراج احمد نے حدیث کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ جو کہ بڑے عالم اور محدث تھے۔ شیخ سراج احمد نے ۱۲۳۰ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ آپ کی کئی تالیفات ہیں۔

(۱) ترجمہ فارسی صحیح مسلم (۲) شرح فارسی علی جامع الترمذی (۳) رسالہ در ذکر طعام و شراب۔

(۴) شیخ معصوم بن شیخ احمد سرہندی (۱۰۸۰ھ - ۱۶۶۹ھ)

شیخ معصوم حضرت مجدد الف ثانی کے دوسرے فرزند تھے۔ اور شہنشاہ اور رنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۹ھ) کے عہد میں ان کو روحانی پیشوا کا مرتبہ حاصل تھا، شیخ معصوم کو علم حدیث پر کافی عبور حاصل تھا اور حج کی ادائیگی کے سفر میں محدثین مکہ معظمہ سے سند حاصل کی تھی۔<sup>۳۰</sup>

### (۵) خواجه سیف الدین سرہندی (م ۱۰۹۸ھ):

خواجه سیف الدین شیخ معصوم کے فرزند تھے، انھوں نے اپنی زندگی علم حدیث کی خدمت میں وقف کر دی تھی اور اپنی خدمات کی وجہ سے محی السنۃ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ شیخ معصوم نے اورنگ زیب عالمگیر کی روحانی تربیت کا فرض بھی خواجه سیف الدین کے ذمے کر دیا تھا انھوں نے ۱۰۹۸ھ - ۱۶۸۷ء میں وفات پائی۔<sup>۳۱</sup>

### (۶) خواجه اعظم بن سیف الدین سرہندی (م ۱۱۱۳ تا ۱۰۶۶ھ):

خواجه اعظم ایک ممتاز محدث تھے اور ان کا زمانہ اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۹ھ) کا عہد حکومت تھا انھوں نے اپنے والد سیف الدین اور چچا فرخ شاہ سے حدیث کا درس لیا تھا۔ خواجه اعظم نے ۱۱۱۳ھ میں سرہند میں وفات پائی۔<sup>۳۲</sup>

### (۷) شاہ ابوسعید بن صفی القدر مجددی (م ۱۱۹۶ تا ۱۲۵۰ھ):

شاہ ابوسعید خواجه سیف الدین کے پر پوتے اور شاہ عبدالغنی مجددی (م ۱۲۹۶ھ) کے والد تھے وہ ذوالقعدہ ۱۱۹۶ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا شیخ سراج احمد اور شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۴۹ھ) اور شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹-۱۳۳۹ھ) سے علم حدیث حاصل کیا اور مرزا مظہر جان جاناں (م ۱۱۹۵ھ) کے سلسلہ طریقت میں اپنے مرشد غلام علی کے جانشین ہوئے شاہ ابوسعید نے ۱۲۵۰ھ میں حرمین سے واپسی کے بعد ٹونک میں وفات پائی۔<sup>۳۳</sup>

### (۸) شاہ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی (م ۱۲۳۵ تا ۱۲۹۶ھ):

شاہ عبدالغنی علم حدیث میں دارالعلوم دیوبند کے مشہور بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے استاد تھے۔ انھوں نے صحاح ستہ کا درس اپنے والد شاہ ابوسعید سے لیا تھا جن کی اجازت سے وہ اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے تھے۔ شاہ عبدالغنی نے صحیح بخاری کا کچھ حصہ شاہ اسحاق دہلوی سے بھی پڑھا تھا۔ ۱۲۴۹ھ میں شاہ عبدالغنی اپنے والد کے ہمراہ حرمین گئے۔ اور وہاں شیخ عابد سندھی ثم مدنی سے صحاح ستہ کا درس دینے کی اجازت حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کے شورش عظیم کے دوران ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں آخر وقت

تک طلباء کی کثیر تعداد کو حدیث کا درس دیتے رہے۔ اور ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔<sup>۳۴</sup>

### شیخ عبدالحق دہلوی اور ان کا مکتب حدیث (۱۰۵۲ تا ۹۵۸ھ)

شیخ عبدالحق دہلوی بن سیف الدین بن سعد اللہ ترکی، بخاری، دہلوی، حنفی آغا محمد ترک (م ۷۳۹ھ) کی اولاد میں تھے جو ترک وطن کر کے بخارا سے دہلی آ گئے تھے اور علاء الدین خلجی (۶۹۵ تا ۷۱۵ھ) قطب الدین (۷۱۶ تا ۷۲۰ھ) اور تغلق شاہ (۷۲۰ تا ۷۲۵ھ) تین بادشاہوں کے عہد میں امرائے دربار میں شامل رہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذات وہ ذات ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر حدیث کے سربمہر خزانہ کو وقف عام کیا اور دلپسند محققانہ تصنیفات کے ذریعہ علماء ظاہر و باطن دونوں کی محفلوں سے تحسین و آفریں کی داد وصول کی۔

شیخ عبدالحق ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی پھر مکہ معظمہ جا کر شیخ عبدالوہاب متقی کے درس میں بیٹھے، اور ان سے صحاح ستہ کا درس حاصل کیا اور ان کے مرید بھی ہوئے، شیخ کو اپنے استاد اور پیر سے جو عقیدت تھی۔ اس کا اندازہ اخبار الاخبار کے صفحات سے ہو سکتا ہے۔ شیخ نے ہندوستان آ کر دلی میں سکونت اختیار کی، اور تقریباً سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے مشکوٰۃ کی مشہور عربی شرح لمعات اور فارسی شرح اشعۃ اللمعات اور سیرت نبوی میں مدارج النبوة اہم ہیں۔ اور فیروآبادی کی فارسی کتاب سفر السعادة کی فارسی شرح ایسی لکھی جو حافظ ابن قیم کی زاد المعاد کے مقابل ہے۔ اور ۱۰۵۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔<sup>۳۵</sup>

### (۱) شیخ نورالحق بن عبدالحق محدث دہلوی (۹۸۳ تا ۱۰۷۳ھ - ۱۵۷۵ تا ۱۶۶۲ء)

شیخ نورالحق کی شہرت محدث فقیہ اور مورخ کی حیثیت سے تھی، انھوں نے اپنے والد شیخ عبدالحق سے تحصیل علم کیا، اور بہت مشہور ہوئے۔ آپ نے زبدۃ التواریخ کے نام سے ہند کی ایک عام تاریخ لکھی تھی جس کا آغاز معز الدین بن سام معروف بہ سلطان محمد غوری (۷۵۰ تا ۷۶۰ھ) سے ہوا ہے اور شہنشاہ جہانگیر کی تخت نشینی تک کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ نورالحق تمام عمر حدیث کی ترقی کے لیے کام کرتے رہے ان کے علم و فضل



کی قدر کرتے ہوئے شاہجہاں (۱۰۳۷ تا ۱۰۶۹ھ) نے ان کو اکبر آباد کا قاضی مقرر کیا تھا اور وہ اس عہدے پر کافی مدت تک قائم رہے۔ آپ نے ۱۰۷۳ھ - ۱۶۶۲ء میں نوے سال کی عمر میں دہلی میں وفات پائی۔<sup>۳۶</sup>

## (۲) حافظ عبدالصمد فخر الدین بن محبت اللہ بن نور اللہ (م ۱۱۵۰ھ)

حافظ عبدالصمد شیخ نور الحق کے پر پوتے تھے۔ انھوں نے صحاح ستہ کا درس اپنے والد شیخ محبت اللہ سے لیا تھا۔ عبدالصمد فخر الدین نے اپنے والد کی فارسی شرح صحیح مسلم کو مکمل کیا۔ جو وہ منبع العلم فی شرح صحیح مسلم کے عنوان سے لکھ رہے تھے اس کتاب کے دیباچے میں فخر الدین نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے یہ کتاب اپنی عمر کے آخری ایام میں لکھنا شروع کیا تھا اور ان کو نظر ثانی کرنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ اس لیے اب انھوں نے اپنے والد کی تصنیف پر نظر ثانی کی ہے اور اس میں مناسب اضافے اور ترامیم بھی کیے ہیں۔ منبع العلم پر نظر ثانی کرتے ہوئے انھوں نے اپنے جد اعلیٰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے۔<sup>۳۷</sup>

## (۳) شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین (م ۱۱۸۰ھ)

شیخ الاسلام اپنے والد حافظ فخر الدین کے نامور شاگرد تھے، اور آپ نے اپنے والد سے صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث کی اجازت حاصل کی۔ محمد شاہ کے عہد (۱۱۳۱ تا ۱۱۶۱ھ) میں جب نادر شاہ نے حملہ کیا تھا تو شیخ الاسلام شاہ جہاں آباد میں قیام پذیر تھے۔<sup>۳۸</sup>

## (۴) سلام اللہ بن شیخ محدث رامپوری (م ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء)

شیخ سلام اللہ شیخ سراج احمد سرہندی (م ۱۲۲۰ھ) اور شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۵ھ) کے ہم عصر تھے اور خانوادہ عبدالحق دہلوی کے آخری نامور عالم تھے۔ شیخ سلام اللہ دہلی چھوڑ کر رام پور چلے گئے تھے۔ جہاں وہ محدث رام پور سے مشہور ہوئے انھوں نے علم حدیث کی تعلیم اپنے والد شیخ الاسلام سے حاصل کی تھی اور اس علم کی اشاعت و ترقی کا کام بہت قابلیت کے ساتھ انجام دیتے رہے جو ان کے آبا و اجداد کا ورثہ تھا۔ شیخ نے جمادی الثانی ۱۲۲۹ھ میں رام پور میں وفات پائی۔ ان کے کارناموں میں المجلیٰ باسرار الموطاء قابل ذکر ہے جو کہ موطا امام مالک کی عربی شرح ہے۔<sup>۳۹</sup>

## خانودہ شیخ عبدالحق کے تلامذہ

(۱) خواجہ خواند معین الدین (م ۱۰۸۵ھ ۱۶۷۷ء)

شیخ معین الدین خواجہ خواند محمود نقشبندی کشمیری (م ۱۰۵۲ھ) کے فرزند تھے۔ انھوں نے حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم شیخ عبدالحق دہلوی سے حاصل کی، ان کا زمانہ حیات گیارہویں صدی ہجری ہے آپ نے ۱۰۸۵ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔<sup>۴۰</sup>

(۲) خواجہ حیدر پٹلو بن فیروز کشمیری (م ۱۰۵۷ھ ۱۶۷۷ء)

خواجہ حیدر ابتدائی علم حدیث اپنے وطن کشمیر میں بابا جواہر ناتھ کشمیری (م ۱۰۲۶ھ) سے حاصل کی جو کہ ابن حجر لہستانی کے شاگرد تھے۔<sup>۴۱</sup> اس کے بعد وہ دہلی میں شیخ عبدالحق کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور وہاں علم حدیث میں فارغ التحصیل ہوئے، کشمیر کے صوبہ دار نے ان کو قاضی بنانے کی بار بار پیش کش کی لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا اور درویشانہ زندگی کو ہرشی پر ترجیح دیتے رہے۔ آپ نے ۱۰۵۷ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔<sup>۴۲</sup>

(۳) بابا داؤد مشکاتی کشمیری (م ۱۰۵۷ھ ۱۶۸۵ء)

شیخ بابا داؤد نے علم حدیث خواجہ حیدر کشمیری (م ۱۰۵۷ھ) اور علم تصوف خواجہ خواند محمود (م ۱۰۵۲ھ) سے حاصل کیا۔ اور مشکاتی کے نام سے اس لیے مشہور ہوئے کہ انھوں نے مشکوٰۃ المصابیح پوری حفظ کر لی تھی۔ آپ کے کارناموں میں اسرار الاسرار یہ مشائخ کشمیر کی سوانح عمری ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ درالمصنفین اعظم گڑھ میں محفوظ ہے۔ بابا داؤد نے ۱۰۹۷ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔<sup>۴۳</sup>

(۴) شیخ عنایت اللہ شال کشمیری (م ۱۱۸۵ھ ۱۷۷۳ء)

شیخ عنایت اللہ خواجہ حیدر کے فرزند کے شاگرد تھے۔ ان کے استاد کشمیر کے ایک مشہور معلم تھے انھوں نے شروع سے آخر تک صحیح بخاری کا درس ۳۶ مرتبہ دیا تھا، شیخ عنایت اللہ نے شعبان ۱۲۲۵ھ ۱۷۱۲ء میں ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔<sup>۴۴</sup>

### (۵) میر سید مبارک بگرامی (۱۰۳۳ تا ۱۱۵۵ھ ۱۶۲۴ تا ۱۷۵۳ء)

میر مبارک حسینی واسطی، بگرامی کا تعلق واسطی سیدوں کے ایک قدیم خاندان سے تھا جو ۶۱۴ھ سے بگرام (یوپی) میں آباد تھا وہ شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۰۶۴ھ میں میر مبارک نے شیخ عبدالحق سے سند حاصل کی اور اس کے بعد تمام عمر بگرام میں علم حدیث کی اشاعت اور تعلیم کے لیے پوری کوشش کرتے رہے۔ میر مبارک شعبان ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے تھے ۱۱۱۵ھ میں بگرام میں وفات پائی۔ علم حدیث میں تبحر و قابلیت کی وجہ سے میر مبارک کو قطب المحدثین کہا جاتا تھا۔<sup>۴۵</sup>

### (۶) میر عبد الجلیل بگرامی (۱۰۷۱ تا ۱۱۳۸ھ ۱۶۶۵ تا ۱۷۲۵ء)

شیخ عبد الجلیل بن احمد حسینی، واسطی بگرامی جو مشہور عالم غلام علی آزاد بگرامی کے نانا تھے بہت مہذب اور قابل شخص تھے انھوں نے حدیث کی تعلیم میر مبارک، میر سعد اللہ میر طفیل بگرامی اور غلام نقش بند لکھنوی سے حاصل کی، میر عبد الجلیل محدث تھے انہیں اسماء الرجال پر عبور حاصل تھا اور انھوں نے بڑی تعداد میں حدیث مع اسناد زبانی یاد کر لی تھیں۔ آپ نے ۱۱۳۸ھ میں دہلی میں وفات پائی۔<sup>۴۶</sup>

### (۷) میر غلام علی آزاد بگرامی (۱۱۱۶ تا ۱۲۰۰ھ ۱۷۰۴ تا ۱۷۸۵ء)

میر غلام علی آزاد بن نوح حسینی، واسطی، حنفی، بگرامی ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ کو بگرام کے محلہ میدان پورہ میں پیدا ہوئے تھے اپنے نانا عبد الجلیل سے علم حدیث میں سند حاصل کرنے کے بعد ۱۱۵۱ھ میں حجاز روانہ ہو گئے جہاں انھوں نے دو سال تک قیام کیا اور اس دوران میں انھوں نے مدینہ منورہ میں شیخ حیات سندھی (م ۱۱۶۳ھ) سے صحیح بخاری کا درس لیا اور مکہ معظمہ میں عبد الوہاب طنطاوی (م ۱۱۵۷ھ) سے حدیث کی کچھ اور کتابیں پڑھیں شیخ حیات نے ان کو صحیح بخاری کی اجازت دی۔ ۸۴ برس کی عمر میں ۱۲۰۰ھ میں اورنگ آباد میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں چند اہم کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) دو الداری شرح صحیح بخاری۔ یہ کتاب الزکوٰۃ تک صحیح بخاری کی شرح ہے۔

(۲) شامة العبر فی ماورد فی الہند من السید البشر۔ اس رسالہ میں آزاد نے ایسی تمام احادیث جمع کر دی

ہیں جن میں ہند کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔<sup>۴۷</sup>

(۳) سبحة المرجان فی آثار ہندوستان۔ اس کتاب کے مقدمے میں علم حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے اور ان آیات قرآنی کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ہند کا کچھ تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) سند السعاده فی حسن خاتمة السادات۔ یہ رسالہ فضائل اہل بیت کے بارے میں ہے فارسی میں لکھا گیا ہے۔ ۴۸

## گیارہویں اور بارہویں صدی کے محدثین

### (۱) محمد صدیق بن شریف (م ۱۰۴۰ھ ۱۱۳۰ھ)

شیخ محمد صدیق گیارہویں صدی ہجری کے ایک محدث تھے ان کا انتقال ۱۰۳۲ھ کے بعد ہوا اسی سال انھوں نے اپنی کتاب شرح الزواجر مکمل کی تھی۔ محمد صدیق کے حالات زندگی کی تفصیل نہیں ملتی البتہ انھوں نے مشکوٰۃ المصابیح کی ایک شرح لکھی تھی جس کا نام نجوم المشکوٰۃ ہے اس کتاب میں دینی مسائل کسی قدر وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ ۴۹

### (۲) شیخ حسین الحسینی ہروی (م ۱۰۴۵ھ ۱۰۳۵ھ)

شیخ حسین گیارہویں صدی ہجری کے اول نصف میں بقید حیات تھے، انھوں نے فارسی میں شمائل النبی کی شرحیں لکھیں جن میں سے ایک جس کا نام شرح الشمائل ہے، شہزادہ سلیم بن اکبر (ولادت ۹۷۶ھ وفات ۱۰۳۷ھ) کے لیے لکھی تھی۔ اور دوسری شرح جس کا نام نظم الشمائل ہے۔ شہزادہ مراد بن اکبر (ولادت ۹۷۸ھ وفات ۱۰۰۷ھ) کے لیے لکھی تھی۔ حکیم عبدالحی حسینی ندوی نے یہ دونوں کتابیں خود پڑھی تھیں اور ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ۵۰

### (۳) سید جعفر بدر عالم (م ۱۰۲۳ھ ۱۰۸۵ھ ۱۱۶۳ھ ۱۱۷۵ھ)

جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری جو بدر عالم کے لقب سے زیادہ معروف ہیں۔ اچھے مشہور ولی مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری (م ۸۵ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ سید جعفر ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ کو احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے والد سے تحصیل علم کیا اور علم حدیث اور تفسیر میں خاص طور پر بڑی مہارت

وقابلیت پیدا کر لی۔ قلمی نسخوں کی نقلیں وہ خود لکھا کرتے تھے۔ سید جعفر نے ۹ ذوالحجہ میں وفات پائی اور احمد آباد میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ کی تصانیف میں کچھ اہم کتابیں یہ ہیں۔

(۱) الفرید الطاوی فی شرح صحیح البخاری۔ یہ کتاب عربی میں صحیح بخاری کی شرح ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) روضۃ الشاة۔ یہ ضخیم تصنیف ۲۴ جلدوں پر مشتمل ہے ان میں سے پہلی جلد اولیاء کے ملفوظات سے متعلق ہے اور آخری چار جلدیں محدثین اور مفسرین قرآن کے بارے میں ہیں۔<sup>۵۱</sup>

(۳) ابوالمجد محبوب بن عالم بن جعفر بدر عالم (۱۰۴۷ تا ۱۱۱۱ھ - ۱۶۳ تا ۱۶۹۹ء)

ابوالمجد ۳۰ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ کو احمد آباد میں پیدا ہوئے اپنے والد جعفر بدر عالم اور گجرات کے دوسرے ممتاز علماء سے تعلیم حاصل کی، انھوں نے حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی دو تفسیریں لکھیں ایک عربی میں اور دوسری فارسی میں، فارسی تفسیر اس اعتبار سے بے نظیر ہے یہ ایسی احادیث پر مبنی ہے جو اہل بیت سے مروی ہیں۔ ابوالمجد نے جمادی الثانی ۱۱۱۱ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔<sup>۵۲</sup> آپ کی تصانیف میں زیۃ النکات فی شرح مشکوٰۃ زیادہ ممتاز ہے۔ مصنف نے اس شرح میں اہم ترین مکاتیب فقہ کے نظریات شامل کر لیے ہیں۔<sup>۵۳</sup>

(۵) شیخ یعقوب معروف بہ ابویوسف لاہوری (م ۱۰۹۸ھ - ۱۶۸۷ء)

شیخ یعقوب معروف بہ ابویوسف لاہور میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ یہ بہت قابل محدث اور فلسفی تھے۔ ابویوسف دہلی کے مدرسہ جہانیہ میں استاد تھے۔ شاہجہاں کے عہد ۱۰۳۷ھ میں انھوں نے میر عدل کا عہدہ قبول کر لیا۔ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے علاوہ ابویوسف اسلامی علوم کے مختلف مضامین کا درس بھی دیا کرتے تھے انھوں نے ۱۰۹۸ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف ہیں:

(۱) الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری

(۲) المعلم فی شرح صحیح المسلم

(۳) کتاب المصنفی فی شرح الموطاء<sup>۵۴</sup>

## (۶) مولانا نعیم بن محمد فیض صدیقی اودھی جونپوری (م ۱۱۲۰ھ)

مولانا نعیم کے دادا شیخ طریقت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اودھ آئے تھے۔ نعیم کے والد نے بدرسرائے میں سکونت اختیار کر لی تھی اور اودھ کے مفتی بنادیئے گئے تھے نعیم مناظر رشیدیہ کے مشہور مصنف عبدالرشید جونپوری (م ۱۰۸۳ھ) کے شاگرد تھے ایک سو برس سے زیادہ عمر پائی اور صفر ۱۱۲۰ھ میں جونپور میں انتقال ہوا۔ آپ نے شرح مشکوٰۃ المصابیح تصنیف فرمائی۔<sup>۵۵</sup>

## (۷) شیخ محمد اکرم بن عبدالرحمن حنفی، سندھی (م ۱۱۳۰ھ ۱۷۱۷ء)

شیخ محمد اکرم سندھ میں نصیر پور کے باشندہ تھے ان کا زمانہ حیات بارہویں صدی ہجری کا اول نصف حصہ تھا انھوں نے ابن حجر کی نخبۃ الفکر کی ایک جامع شرح قلم بند کی جس کا نام امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر ہے اس کا مخطوطہ عبدالحی فرنگی محلی مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔<sup>۵۶</sup>

## (۸) شیخ یحییٰ بن امین عباسی الہ آبادی (۱۰۸۰ تا ۱۱۴۲ھ)

شیخ یحییٰ اپنے چچا شیخ افضل بن عبدالرحمن الہ آبادی کے شاگرد تھے شیخ یحییٰ خوب اللہ الہ آبادی کے نام سے زیادہ مشہور تھے وہ قابل محدث اور مختلف علوم کے عالم تھے انھوں نے جمادی الاخریٰ ۱۱۴۲ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں (۱) امانۃ القاری فی شرح ثلاثیات بخاری، اہم ہے یہ کتاب بخاری کی ثلاثیات کی ایک جامع شرح ہے جو عربی میں لکھی گئی ہے۔<sup>۵۷</sup>

## (۹) شاہ محمد فاخر الہ آبادی (۱۱۲۰ تا ۱۱۶۴ھ)

شاہ محمد فاخر شاہ یحییٰ الہ آبادی کے فرزند تھے وہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے اور زائر ان کا تخلص تھا، انھوں نے مدینہ منورہ میں شیخ حیات سندھی سے پہلی بار ۱۱۵۰ھ میں اور اس کے بعد ۱۱۵۶ھ سے ۱۱۵۸ھ تک تعلیم حاصل کی۔ شعبان ۱۱۶۴ھ میں محمد فاخر حجاز جانے کے قصد سے روانہ ہوئے لیکن راستے میں بیمار ہو گئے۔ اور ۱۱۶۴ھ میں برہان پور میں وفات پائی، شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۲ھ) سے شاہ محمد فاخر کے گہرے مراسم تھے اور آزاد بلگرامی بھی ان کے ہم مکتب تھے آپ کی تصانیف میں (۱) قرۃ العین فی اثبات رفع الیدین (۲) رسالہ نجاتیہ در عقائد حدیثیہ (۳) نظم عبارت سفر السعادة۔ (۴) مثنوی

در تعریف علم حدیث۔ کا پتا چلتا ہے۔<sup>۵۸</sup>

#### (۱۰) مولانا امین الدین بن محمود عمری، خفی، جو نیوری (۱۰۷۲ تا ۱۱۳۵ھ)

مولانا امین الدین جو نیوری میں پیدا ہوئے اور وہیں ارشد بن عبدالرشید جون پوری سے تعلیم حاصل کی۔ وہ بہت قابل معلم تھے، نہ صرف علم حدیث بلکہ اقلیدس، حساب، اصطرباب اور قانون وراثت جیسے مختلف علوم پر عبور رکھتے تھے، انھوں نے شیخ عبدالحق دہلوی کی تصنیف اشعۃ اللمعات کا ایک مخلص تیار کیا تھا۔ وہ ۱۱۳۵ھ تک بقید حیات تھے۔<sup>۵۹</sup>

#### (۱۱) مولانا نور الدین بن صالح احمد آبادی (۱۰۶۳ تا ۱۱۵۵ھ)

مولانا نور الدین احمد آباد کے ایک مشہور معلم اور بکثرت لکھنے والے تھے۔ انھوں نے تقریباً ۱۵۰ کتابیں لکھیں جو زیادہ تر شروح و حواشی پر مشتمل ہیں۔ علم حدیث میں وہ شیخ محبوب عالم کے شاگرد ہیں اور ۱۱۴۳ھ میں جب حج کے لیے مکہ معظمہ گئے تو وہاں کے محدثین سے بھی حدیث کا درس لیا، احمد آباد میں ان کا مدرسہ ہدایت بخش کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مدرسہ ایک شاندار عمارت پر مشتمل تھا جس کو ان کے ایک شاگرد و نواب اکرم الدین صدر گجرات نے سو لاکھ روپے کی کثیر رقم صرف کر کے تعمیر کرایا تھا یہ مدرسہ بڑا تعلیمی مرکز بن گیا تھا مولانا نور الدین نے ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی اور آپ کی تصنیف میں نور القاری شرح بخاری ہے۔<sup>۶۰</sup>

#### (۱۲) مرزا محمد رستم بدخشی (۱۰۹۸ تا ۱۱۹۵ھ)

محمد بن رستم بن قباد حارثی بدخشی ۲۱ جمادی الاول ۱۰۹۸ھ کو جلال آباد میں پیدا ہوئے مرزا محمد نے اپنے والد سے جو ایک بڑے عالم تھے تحصیل علم کیا، صرف پندرہ سال کی عمر میں انھوں نے رسالہ ”رد البدعة وعقائد اہل السنة“ لکھا اور اسی رسالہ کی وجہ سے روح اللہ خاں نے ۱۱۱۵ھ میں اورنگ زیب عالمگیر سے متعارف کرایا، اورنگ زیب نے مرزا محمد کوشش صدی منصب عطا کیا۔ علم حدیث کی کتابوں کے علاوہ آپ نے دو گراں قدر تاریخی کتابیں بھی لکھیں۔ ایک کا نام تاریخ محمدی ہے اور دوسری عبرت نامہ۔ مرزا محمد نے ۱۱۹۰ھ کے بعد وفات پائی۔ آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) مفتاح النجافی مناقب العبا۔ یہ کتاب فضائل اہل بیت سے متعلق ہے جو زیادہ تر احادیث پر مبنی ہے۔

(۲) تراجم الحفاظ۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اس میں ممتاز حفاظ حدیث کے حالات زندگی قلم بند کیے گئے ہیں۔

(۳) نزول الابرار بمرآة مناقب اہل البیت الاطہار۔ یہ احادیث کا مجموعہ ہے جن سے آل رسول کے اوصاف کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ یہ رسالہ امیر الامرا حسین علی خاں الحسینی کے لیے لکھا گیا تھا۔<sup>۱۱</sup>

### (۱۳) مرزا جان برکی (م ۱۱۰۰ھ)

شیخ اوحید الدین مرزا جان برکی جالندھری مشرقی پنجاب شہر جالندھر کے باشندہ تھے۔ آپ گیارہویں صدی ہجری کے محدث تھے آپ نے نظم الدرر والمرجان کے نام سے سیرت نبوی پر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں حالات، معجزات، خصوصی حقوق، اور امتیازی اوصاف احادیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اور سید علیم جالندھری (م ۱۲۰۲ھ) نے نثر الجواہر کے نام سے اسی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا۔<sup>۱۲</sup>

### (۱۴) محمد صادق لاہوری (۱۱۲۸ تا ۱۱۹۳ھ)

شیخ محمد صادق نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں یحییٰ بن صالح الملکی اور ابوالحسن سندھی سے علم حدیث حاصل کیا شیخ ابوالحسن نے ۱۱۷۰ھ میں ان کو مدینہ منورہ میں اجازہ بھی عطا کیا شیخ محمد صادق ۱۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ازالۃ الفساد فی شرح مناقب السادات کی تصنیف فرمائی یہ کتاب دولت آبادی کی مناقب السادات کی شرح ہے۔<sup>۱۳</sup>

### شاہ ولی اللہ اور ان کا مکتب حدیث

شاہ قطب الدین ابوعبدالعزیز احمد بن عبدالرحیم عمری، خفی دہلوی، جو شاہ ولی اللہ کے نام سے مشہور و معروف ہیں آپ ایک نامور عظیم محدث تھے آپ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے چار سال قبل ۷۱۷ اشوال ۱۱۱۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا اور سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پندرہ سال کی عمر میں مدارس کی اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو گئے اور آپ نے مشکوٰۃ المصابیح،



شمال النبی اور صحیح بخاری کے ایک حصہ کا درس شیخ افضل سیالکوٹی (م ۱۱۴۶ھ) اور اپنے والد شاہ عبدالرحیم (م ۱۱۲۱ھ) سے لیا جو فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین میں شامل تھے ۱۱۴۳ھ میں انھوں نے حرمین کا سفر کیا اور وہاں چودہ ماہ تک مقیم رہے۔ حرمین میں انھوں نے شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی شافعی مدنی (م ۱۱۴۵ھ) سے صحاح ستہ مشکوٰۃ المصابیح اور حصن حسین اور وفد اللہ الماکی، المکی سے موطا امام مالک کا درس لیا اور ان کے علاوہ اور دیگر محدثین سے بھی علوم حدیث حاصل کیا۔ ۱۱۴۶ھ میں دہلی واپس آئے اور اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے بہت محنت اور لگن سے حدیث کی خدمات انجام دیں اور ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) حجة اللہ البالغہ: یہ قاموسی نوعیت کی تصنیف ہے جس میں علم فقہ، دینیات، طبیعیات، الہیات، تدبیر المنازل، سیاست المدینہ اور اسرار الدین جیسے اہم علوم پر بحث کی گئی ہے۔

(۲) اربعین: یہ رسالہ چالیس احادیث کا انتخاب ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور ان کے اخلاف کے توسط سے آنے والی نسلوں تک پہنچی ہیں۔

(۳) الفضل المبین فی السلسل من حدیث النبی الامین: یہ حدیث مسلسل کا مجموعہ ہے جو حفاظ کے گروہوں، حنفی، شافعی، اور حنبلی فقہاء، اہل بیت، ہسپانوی محدثین، مشرقی صوبوں کے محدثین، شاعر محدثین اور علم حدیث سے دلچسپی رکھنے والی جماعتوں نے روایت کی ہے۔<sup>۶۲</sup>

(۴) الارشاد الی مہمات الاسناد: اس کتاب میں شاہ ولی اللہ کے شیوخ اور ان رایوں کا تذکرہ ہے جس کی سند سے احادیث آنحضرت ﷺ سے ان لوگوں تک پہنچی ہیں یہ رسالہ شاہ ولی اللہ کی تراجم البخاری کے ساتھ ۱۳۰۷ھ میں دہلی میں طبع کیا گیا تھا۔

شاہ ولی اللہ کے مکتب سے متعلق محدثین

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، نقشبندی (۱۲۲۵ تا ۱۱۴۵ھ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی شیخ جلال الدین کبیر اولیاء کی دسویں پشت میں تھے۔ انھوں نے حدیث کا درس شاہ ولی اللہ سے لیا اور علم تصوف مرزا مظہر جان جاناں (م ۱۱۰۵ھ) سے حاصل کیا۔ علم حدیث میں ان

کی لیاقت اور تجربہ کی بنا پر انھیں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بیہتی وقت کا لقب دیا تھا۔ قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری میں احادیث بکثرت درج کی گئی ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انھیں علم حدیث پر کتنا عبور حاصل تھا۔ ۶۵

## (۲) شاہ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی (۱۱۵۹ تا ۱۳۳۹ھ)

شاہ عبدالعزیز نے ابتدائی تعلیم اپنے والد شاہ ولی اللہ کے دو ممتاز شاگردوں خواجہ امین اور عاشق قلّتی سے حاصل کی۔ اس کے بعد وہ شاہ ولی اللہ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ جہاں انھوں نے بہت تفصیل کے ساتھ مصابیح، مسوی فی شرح المؤطا صحیحین کا ایک حصہ اور باقی ماندہ صحاح ستہ کا درس لیا۔ ۱۱۷۴ھ میں جب شاہ عبدالعزیز کی عمر تقریباً ۲۰ سال کی تھی انھوں نے تعلیم مکمل کر لی اور اپنے والد شاہ ولی اللہ کے وفات کے بعد اسی مدرسے میں تدریس کا کام انجام دینے لگے اور علوم قرآن و حدیث کا درس ساٹھ برس تک دیتے رہے۔ ۶۶

## (۳) شاہ اسحاق بن افضل فاروقی دہلوی (۱۱۹۲ تا ۱۲۶۲ھ)

شاہ عبدالعزیز کی وصال کے بعد ان کے مدرسہ کے استاد ان کے مشہور شاگرد اور پوتے شاہ اسحاق ہوئے۔ جو بہت قابلیت کے ساتھ بیس برس تک علم حدیث کا درس دیتے رہے۔ ۱۲۵۰ھ میں شاہ اسحاق ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے جہاں انھوں نے ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ تراجم علماء حدیث ہند میں نوشہروی نے ہندوستان کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے ایسے ۴۱ محدثین کے نام درج کیے ہیں جو شاہ اسحاق کے شاگرد تھے۔ ۶۷ ان میں مولانا مظہر نانوتوی اور احمد علی سہارنپوری، دارالعلوم سہارنپور میں حدیث کی تعلیم کا آغاز کرنے والے علماء تھے۔

## (۴) مولانا مظہر نانوتوی (۱۳۰۲ھ)

مولانا مظہر نانوتوی نے شاہ اسحاق کے علاوہ علم حدیث کی تعلیم رشید الدین دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور مفتی صدر الدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ) سے بھی حاصل کی تھی۔ وہ مظاہر العلوم سہارنپور میں اول مدرس اور محدث تھے۔ ۶۸

## (۵) احمد علی بن لطف اللہ انصاری سہارنپوری (م ۱۲۰۷ھ)

احمد علی دہلی میں شاہ اسحاق سے سند حاصل کرنے کے بعد فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ گئے

جہاں انھوں نے حرمین کے محدثین سے بھی درس حدیث لیا۔ حجاز سے واپس آنے کے بعد انھوں نے اپنی نگرانی میں اور اپنے مشہور شاگرد مولانا قاسم کے تعاون سے دہلی میں مطبع احمدی قائم کیا جس نے حدیث کی مستند کتابیں طبع کر کے اس ملک میں علم حدیث کی اشاعت کے لیے کئی سال تک قابل قدر خدمت انجام دی۔ اس کے علاوہ احمد علی نے جامع الترمذی پر حواشی بھی لکھے جو ۱۳۲۸ھ میں مجتہدائی پریس دہلی نے شائع کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں شورش عظیم برپا ہونے پر مولانا احمد علی نے اپنا مطبع بند کر دیا۔ اور دہلی چھوڑ کر اپنے آبائی شہر سہارنپور چلے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ کے بعد وہ نواقم شدہ مدرسہ مظاہر العلوم میں حدیث کے استاد ہو گئے۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ ۶۹

#### (۶) قاسم علی بن اسد بن غلام شاہ نانوتوی (۱۲۳۶ھ تا ۱۲۹۷ھ)

مولانا قاسم علی نے درسیات یعنی عربی و فارسی نصاب کی تعلیم اپنے چچا مملوک علی سے حاصل کی جو دہلی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ مدرسہ میں معلم تھے۔ اور حدیث کا درس شاہ عبدالغنی مجددی سے لیا۔ ۱۲۷۷ھ میں انھوں نے فریضہ حج ادا کیا اور حاجی امداد اللہ (م ۱۳۱۷ھ) کے مرید ہو گئے جنھوں نے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۱۲۸۳ھ میں مولانا قاسم علی نے اپنے مرشد حاجی امداد اللہ اور اپنے استاد شاہ عبدالغنی کے حسب ایمادیوبند میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا جو کچھ عرصہ بعد ہی دارالسلام کے نام سے مشہور ہو گیا۔ مولانا قاسم علی نے ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ ۷۰

#### (۸) میاں صاحب سید نذیر حسین بہاری دہلوی (۱۲۲۰ھ تا ۱۳۲۰ھ)

میاں صاحب بہار کے ضلع مونگیر میں بمقام بٹوہ میں پیدا ہوئے۔ مشکوٰۃ المصابیح اور قرآن مجید کے چند پاروں کی تفسیر کی تعلیم شاہ محمد حسین سے صادق پور میں حاصل کی جو پٹنہ کے قریب ہے۔ ۱۲۴۳ھ میں دہلی آ گئے اور شاہ اسحق کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ جہاں انھوں نے علم حدیث میں اعلیٰ ترین امتحان کامیاب کر کے ۱۲۵۸ھ میں سند حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے دہلی کی مسجد اور تک آبادی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ شاہ عبدالعزیز کی طرح میاں صاحب بھی ساٹھ برس تک علم حدیث کا درس دیتے رہے محدث کی حیثیت سے ان کی شہرت پوری دنیا میں پھیل گئی اور دور دراز ممالک سے علم حدیث کے متلاشی آنے لگے

اور ایک کثیر تعداد نے فیض حاصل کیا۔

شاہ عبدالغنی بن ابوسعید مجددی جو دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم علی نانوتوی کے استاد تھے متحدہ مکتب حدیث کے ممتاز ترین شخص تھے چنانچہ دارالعلوم دیوبند شاہ ولی اللہ اور شیخ احمد سرہندی دونوں بزرگوں کے مکاتب حدیث کا حاصل ہے۔ اور اس میں ان دونوں اداروں کی روح کار فرما ہے۔

مظاہر العلوم سہارنپور اپنے قیام اور ترقی کے لیے مولانا مظہر نانوتوی کا مرہون منت ہے جو شاہ اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے۔ جب سے یہ ادارے قائم ہوئے ہیں یہ اپنے قابل علماء کی سرپرستی میں منجملہ دیگر اسلامی علوم کے ہند میں علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کر رہے ہیں۔

☆☆☆

## فصل دوم

### مشائخ کاندھلہ - ایک تعارف

کاندھلہ شروع ہی سے علما اور مشائخ کا مرکز رہا ہے جیسا کہ کاندھلہ کے آباد ہونے کا ذکر کرتے ہوئے صاحب ”حالات مشائخ کاندھلہ“ صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ کاندھلہ کی آبادی کی تقریب اس طرح ہوئی کہ ۲۲ رجب ۹۳۷ھ میں سلطان محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق شکار کے لیے کاندھلہ کے قریب آئے اور اسی اثناء میں جمعہ کا دن آگیا۔ سلطان موصوف نے کاندھلہ کی آبادی اور جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ فوری طور سے مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔ جمعہ کے وقت سلطان نے آکر خود بھی حصہ لیا اور موجودہ وقت کے ایک فاضل اور باکمال عالم قاضی شیخ محمد ابن مولانا کریم الدین کو ہزار بیگھا زمین دے کر، قضاء، امامت، خطابت، مناکحت کا منصب عطا کیا۔ اور قصبہ کی آبادی پر مامور کیا اور پھر ان کی اولاد نے بودوباش اختیار کر لی۔

#### (۱) مولانا حکیم شیخ الاسلام صاحب:

مولانا حکیم شیخ الاسلام صاحب علم و فضل میں نمایاں شان رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنے صاحبزادہ مفتی الہی بخش کو جب بغرض تعلیم دہلی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں لے گئے تو حضرت شاہ صاحب نے بڑا احترام کیا اور فرمایا اگر صاحبزادہ کو خود ہی حوالہ کرنا تھا تو مجھے کاندھلہ طلب فرمالیا ہوتا آپ نے سفر کی تکلیف کیوں گوارا کی۔

مولانا کی کوئی تصنیف نہیں ملتی، مولانا شیخ الاسلام صاحب کا اصل نام محمد بخش تھا اور شیخ الاسلام کے

نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے جو یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے۔

(۱) مفتی الہی بخش

(۲) شاہ کمال الدین

(۳) مولوی امام الدین

(۴) مولوی محمود بخش

چاروں بھائیوں کی اصل تعلیم و تربیت والد بزرگوار مولانا شیخ الاسلام صاحب اور مولانا محمد مدرس صاحب کے آغوش میں ہوئی، بعد میں دیگر علماء اور مشائخ وقت سے استفادہ کیا۔<sup>۱</sup>

(۲) مولانا مفتی الہی بخش صاحب:

مفتی صاحب ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد مولانا شیخ الاسلام صاحب اور مولانا محمد مدرس صاحب کی آغوش شفقت میں ناز و نعم کے ساتھ پرورش پائی آپ نے بہت کم عمر میں قرآن شریف شروع کیا اور ختم بھی کر لیا اور چودہ سال کی عمر میں تمام ضروری متداول علوم کے حصول سے فراغت پائی لیکن مزید تعلیم کے لیے اپنے والد کے ہمراہ شاہ عبدالعزیز کے یہاں دہلی پہنچے جو اس وقت علوم منقول و معقول کے واحد مرکز سمجھے جاتے تھے آپ تین سال تک حصول علم میں مشغول رہے اور ۱۷ سال کی عمر میں فراغت حاصل ہوئی۔

مفتی صاحب جب تمام علوم کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تو حضرت شاہ صاحب نے مزید پختگی کے خیال سے اپنی نگرانی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور مفتی صاحب نے تمام کتابوں کو حضرت شاہ صاحب کی موجودگی میں پڑھایا خود حضرت شاہ صاحب سبق کے وقت تشریف فرما ہوتے تھے اور بغور مفتی صاحب کی تقریر اور طرز تدریس کو ملاحظہ فرماتے تھے اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی کی بھی مشق کراتے تھے۔ جب ہر طرح سے حضرت شاہ صاحب کو اطمینان ہو گیا اور مفتی صاحب پر پورا اعتماد ہو گیا تو آپ نے رخصت کیا تاکہ دوسری جگہ خود درس و تدریس اور افتاء کا کام انجام دیں۔<sup>۲</sup>

(۳) مولانا شاہ کمال الدین صاحب:

شاہ کمال الدین صاحب بڑے باکمال بزرگوں میں سے تھے حضرت مفتی الہی بخش کے حیات ہی

میں شاہ کمال الدین صاحب کا وصال ہو گیا شاہ کمال الدین سے کوئی اولاد نہ تھی، آپ نے شرح عقائد جلالی کا حاشیہ تحریر فرمایا۔ مولانا امام الدین نے اپنی تصنیفات میں جابجا اپنے بھائی شاہ کمال الدین صاحب کی تقریر و تحقیق کو نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو علوم معقول میں بھی پوری دسترس حاصل تھی۔ ریاضت اور مجاہدہ میں یکتائے روزگار تھے۔ بیشتر مراقبہ اور استغراق میں رہتے تھے۔<sup>۳</sup>

(۴) مولانا امام الدین صاحب:

مولانا امام الدین صاحب بھی مفتی الہی بخش سے چھوٹے تھے اور والد اور بھائی کے سامنے ۱۲۰۰ھ میں عین شباب میں انتقال کر گئے مفتی صاحب نے اپنی تحریرات میں جابجا ان کی ذکاوت و ذہانت اور علمی قابلیت کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا امام الدین صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مخصوص شاگردوں میں سے تھے منطق و فلسفہ میں اعلیٰ قابلیت اور مہارت تام رکھتے تھے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی کے حکم اور اصرار پر میرزا ہد جلالی کی شرح لکھی کتاب کا مقدمہ سخت مشکل اور مغلق عربی الفاظ پر مشتمل ہے جس سے عربی ادب کی قابلیت اور مہارت بخوبی نمایاں ہوتی ہے رسالہ تعریف امور عامہ، اور مختصر کافیہ بھی تصنیف کیا۔<sup>۴</sup>

(۵) مولانا محمود بخش صاحب:

مولانا محمود بخش صاحب حسن اخلاق، حکم و متانت، خدا پرستی میں یکتائے زمانہ تھے۔ علوم منقول اور معقول میں پوری دسترس تھی خصوصاً تفسیر و حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے تمام عمر یاد الہی میں خلوت و تنہائی میں بسر کی جب کبھی خلوت و تنہائی سے فراغت ملتی تو ہوشیار اور ہونہار طلباء کو دینی امور کے درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے تھے بڑھاپے کی عمر میں ۱۲۰۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کے ایک صاحبزادے مولانا مظفر حسین صاحب آپ کی یادگار ہیں۔<sup>۵</sup>

(۶) مولانا مظفر حسین صاحب:

مولانا مظفر حسین صاحب ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حضرت مفتی الہی بخش صاحب سے حاصل کی لیکن تعلیم پوری نہ فرمانے پائے تھے کہ حضرت مفتی صاحب کا وصال ہو گیا اس لیے بقیہ تعلیم

ظاہری و باطنی دہلی میں شاہ محمد اسحاق صاحب سے پوری فرمائی جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے نواسے اور شاگرد رشید تھے، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ نہ تھا ایک سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے کبھی کبھی مسجد میں اور کبھی گھر میں وعظ فرماتے تھے، انداز بیان سادہ ہوتا تھا، مگر قلوب میں اتر جاتا تھا اور تمام شکوک و شبہات سے دل کو صاف کر دیتا تھا، مجلس وعظ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا رحمتِ خداوندی بارش کی طرح آسمان سے برس رہی ہے اور پڑ مردہ قلوب کو سرسبز و شاداب کر رہی ہے۔ ۶۷

(۷) مولانا ابوالحسن صاحب:

مولانا ابوالحسن صاحب نے ہر نوع کے کمالات ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگ وار حضرت مفتی الہی بخش صاحب سے حاصل کیے تمام علوم منقول اور معقول میں یگانہ روزگار اور ممتاز شمار ہوتے تھے۔ خصوصاً علم طب میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے عابد و زاہد عارف کامل تھے۔ بیش تر اوقات ذکر و اذکار عبادت و طاعت میں بسر کرتے تھے، سال میں دو ماہ شروع شعبان سے آخر رمضان تک مسجد میں معتكف رہتے تھے انھوں نے حل الغوامص تصنیف کی ہے جو عربی زبان میں ہے اور علم فرائض اور اس کے متعلقات پر بہترین جامع کتاب ہے آخر میں ایک نقشہ کے ذریعہ تمام علم فرائض کو پیش نظر اور منظور نظر بنا دیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کو ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۲۰ھ کو لکھ کر مکمل کیا۔ ۶۸

(۸) مولانا محمد نور الحسن صاحب:

مولانا نور الحسن صاحب ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ کو پیدا ہوئے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور حضرت مولانا مفتی الہی بخش صاحب کی آغوش میں نشو و نما پائی اور ابتدائی تحصیل علم اپنے والد بزرگوار سے اور اپنے جد امجد سے کیا پھر تکمیل تعلیم کے لیے ۱۲۴۷ھ میں دہلی کا سفر اختیار فرمایا۔ دہلی میں اس وقت صدر الدین صاحب رونق افروز تھے اور اپنے مستفیض کو فیض یاب اور کامیاب بنا رہے تھے۔ حضرت مولانا نور الحسن صاحب نے انہیں حضرات سے کمالات کا اکتساب کیا، اور جملہ علوم و فنون منقول و معقول میں پورا کمال و جمال حاصل کیا۔ کہ خود اپنے اساتذہ کی نگاہوں میں بھی ہر علم و فن میں یگانہ روزگار اور یکتائے



زمانہ شمار ہوتے تھے۔<sup>۸</sup>

### (۹) مولانا محمد ضیاء الحسن صاحب:

مولانا محمد ضیاء الحسن صاحب یومِ دو شنبہ ۲۴ رزی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور تمام علوم و معارف اپنے والد بزرگوار مولانا نور الحسن سے حاصل کیے۔ تفسیر، حدیث، فقہ میں خاص مہارت رکھتے تھے اور بیش تر انہی علوم کا شغل رہتا تھا۔ زمانہ طالب علمی کے اواخر ربیع الاول ۱۲۶۸ھ میں بانئیں سال کی عمر میں پوری شرح وقایہ نہایت خوش خط اپنے ہاتھ سے لکھی اور ضروری حل کیا۔ خصوصاً علم فرائض میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ علم فرائض میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جو مطبعِ علمی دہلی میں سراجی کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ مولانا مظفر حسین صاحب کے ہمراہی میں حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے بھی مشرف ہوئے اور ۲۶ رزی الحجہ ۱۳۱۵ھ میں وفات پائی۔<sup>۹</sup>

### (۱۰) مولوی محمد شمس الحسن صاحب:

مولوی محمد شمس الحسن صاحب ۱۴ رجب ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۸۶۳ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور خاندانی بزرگوں سے ابتدائی ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ میں بی اے تک انگریزی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے بعد تیس سال سرکاری ملازمت کی۔ بیش تر زمانہ متفرق مقامات پر تحصیل داری میں گزاری۔ کئی مرتبہ ڈپٹی کلکٹری کے لیے نامزد کیے گئے، لیکن اپنی دیانت داری، حق گوئی اور حق پسندی اور نازک مزاجی کی وجہ سے اس عہدہ پر برقرار نہ رہ سکے اور آخر میں تحصیل دار سے سبک دوش ہوئے اور پھر تیس ہی سال سرکار سے پنشن حاصل کی اور گھر پر زندگی بسر کی۔<sup>۱۰</sup>

### (۱۱) مولوی محمد رؤف الحسن صاحب:

مولوی محمد رؤف الحسن بروز یک شنبہ ۱۱ شوال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی کتابیں شروع کیں، مگر تعلیم کی طرف رغبت بالکل نہ تھی بار بار گھر چھوڑ کر بھاگتے تھے، آخر میں مجبور ہو کر مولانا ضیاء الحسن صاحب کے ایک دوست نے ان کو اپنے پاس مظفر نگر بلالیا وہاں اپنے شوق سے مختاری کی۔ اردو کتابیں پڑھ کر مختاری کا امتحان دیا اور کامیاب ہو کر وہیں مختاری

شروع کردی اور بہت کامیابی حاصل کی بے حساب روپیہ کمایا اور جس قدر کمایا اس سے کہیں زیادہ خرچ کیا۔ نہ روپے کی پرواہ تھی اور نہ روپیہ جمع کرنے کا شوق۔ ریاست وقف کی ملازمت چھوڑنے کے بعد کاندھلہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ شعبان المعظم میں بیمار ہوئے جب مقامی کسی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو بغرض علاج مظفر نگر لے گئے مگر وقت موعود آچکا تھا۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور وہیں رمضان المبارک میں ۱۹۳۵ء کو قبل عصر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔<sup>۸۱</sup>

### (۱۲) مولوی حافظ نجم الحسن صاحب:

مولوی حافظ نجم الحسن صاحب نے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ اور چند سال سرکاری ملازمت کر کے چھوڑ دی گھر پر سکونت اختیار کی اور ایک ظاہری شغل کے لیے باغ لگانا شروع کیا۔ مزاج میں ریاست و تمکنت بہت زیادہ تھی۔ مگر ایک دم طبیعت نے پلٹا کھایا اور مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے بیعت ہو گئے ساری دنیوی مصروفیات ختم ہو گئی تھیں وہ تھے اور گوشہ تنہائی اور یادِ الہی اور بس۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی اور اسی حال میں جمعہ کے دن ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کو اس رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے جس کی یاد میں ساری یکسوئی اور بے قراری تھی۔<sup>۸۲</sup>

### (۱۳) حکیم محمد قمر الحسن صاحب:

حکیم محمد قمر الحسن صاحب نے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم نظام الدین اور سہارنپور میں حاصل کی۔ ۱۳۳۵ھ میں بیمار ہوئے اور ڈاکٹر انصاری نے دق کی ابتداء تجویز کر کے فوراً بھوالی پہاڑ جانے کا مشورہ دیا اس لیے تعلیمی مشغلہ چھوٹ گیا۔ وہاں چند ماہ قیام کے بعد پوری صحت حاصل ہو گئی۔ واپسی کے بعد طب کی تعلیم شروع کی اور طبیہ کالج دہلی میں داخلہ ہو گیا۔ چار سال کالج میں تعلیم حاصل کی اور نہایت محنت و جانفشانی سے اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ پھر دہرہ دون میں مطب شروع کیا اس کے بعد دہلی میں قائم کیا لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے اس کو نہ چلا سکے۔ اور دہلی چھوڑ کر کاندھلہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اور بوقت چار بجے شب ۸ شوال ۱۳۶۲ھ کو انتقال کر گئے۔<sup>۸۳</sup>

## (۱۴) مولانا محمد ابراہیم صاحب:

مولانا محمد ابراہیم صاحب ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور تمام علوم متداولہ کی تعلیم و تکمیل والد بزرگوار حضرت مولانا محمد نور الحسن صاحب سے حاصل کی اور فن طب مشہور طبیب حکیم احسن اللہ خاں صاحب مرحوم ساکن دہلی سے حاصل کیا جو دربار شاہی کے خاص طبیب تھے۔ اور فن طب میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے اقران سے سبقت لے گئے اور خود یگانہ روزگار بن گئے۔ بالخصوص تشخیص مرض میں خاص مہارت حاصل تھی اور دور دور تک مشہور تھے۔<sup>۵۴</sup>

## (۱۵) مولوی عزیز الحسن صاحب:

مولوی عزیز الحسن صاحب ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے قرآن مجید حفظ کیا اور خاندانی بزرگوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور علی گڑھ کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی۔ بی اے کے بعد ایل۔ ایل۔ بی۔ کا امتحان پاس کیا۔ عرصہ دراز تک مظفرنگر میں وکالت کے سلسلہ میں قیام کیا، پھر چند سال ریاست بھوپال میں وکالت کی۔ لیکن صداقت اور وکالت یکجا جمع نہ ہو سکیں آخر کار ۱۳۴۲ھ میں وکالت چھوڑ کر مستقل گھر پر سکونت اختیار کر لی اور دینی مشغلہ کے لیے جامع مسجد میں صبح نماز کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ کا درس شروع کیا جو آخر تک جاری رہا۔ دینی معلومات خوب تھیں ذہن بھی ایسا ہی پایا تھا۔<sup>۵۵</sup>

## (۱۶) مولانا محمد رضی الحسن صاحب:

مولانا محمد رضی الحسن صاحب یوم سہ شنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور علوم متداولہ کی تعلیم خاندانی بزرگوں سے حاصل کی۔ پھر فلسفہ و حکمت کی تکمیل امام فن مولانا عبدالحق خیر آبادی سے حاصل کی آپ بظاہر تو یک سو رہتے تھے لیکن خاندان میں ہر ایک سے قلبی تعلق تھا۔ اخیر میں آپ کو ضعف معدہ کا مرض لاحق ہوا۔ مختلف علاج کرائے مگر کارگر نہ ہوا۔ یکم شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۳۱ء بروز سہ شنبہ عید کی نماز کے لیے عید گاہ تشریف لے گئے اور عید کی نماز خود پڑھائی اور واپس آ کر باہر چہو ترہ پر چوکیوں پر بیٹھ گئے اور حکیم عبدالحمید صاحب سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک دم روخ نفس غصری سے پرواز کر گئی۔<sup>۵۶</sup>

## (۱۷) مولانا محمد اکبر صاحب:

مولانا محمد اکبر صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور والد بزرگوار حضرت مولانا محمد نور الحسن صاحب سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی اور علم منطق و فلسفہ میں فضل و کمال مولانا فضل حق خیر آبادی سے حاصل کیا عربی ادب اور منطق و فلسفہ میں خصوصی مہارت تھی اور ممتاز دیگانہ سمجھے جاتے تھے۔ سرسید احمد نے جب علی گڑھ کھولا تو قدیمی تعلق اور وابستگی کی بناء پر اپنی رفاقت پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ ابتدا سے اخیر تک علی گڑھ کالج کے عربی پروفیسر اور ناظم دینیات رہے۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ظہر کے وقت وفات پائی۔<sup>۷۷</sup>

## (۱۸) مولوی بدر الحسن صاحب:

مولوی بدر الحسن صاحب ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور عربی کی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی اور انگریزی کی تعلیم علی گڑھ کالج میں پائی۔ آپ علی گڑھ کالج کے پہلے طالب علموں میں سے تھے جن سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد پھر اخیر تک کالج کے ساتھ وابستگی رہی اور ہمیشہ کالج کے ٹرسٹی رہے۔ تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر لی تھی اور منتہا پرست ججی کے عہدہ سے سبک دوش ہوئے۔ علوم عربیہ کی استعداد بہت اعلیٰ تھی۔ خصوصاً علم ادب میں خاص مہارت تھی۔ ہر وقت قرآن پڑھتے رہتے۔ یہی آپ کا عدالت میں معمول تھا ملازمت سے سبکدوشی کے بعد علی گڑھ قیام رہا۔ اور وہیں پر ۴ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۲۲ء کو وفات پائی۔<sup>۷۸</sup>

## (۱۹) مولوی محمد علاء الحسن صاحب:

مولوی محمد علاء الحسن صاحب ۳ رجب ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور خاندانی بزرگوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے انگریزی تعلیم علی گڑھ کالج میں پائی۔ تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت کی اور ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے نہایت نیک نامی اور ہر دل عزیز کی ساتھ پنشن حاصل کی۔ نہایت منکسر المزاج، ملنسار، خوددار، غربا پرور، بے نفس، سادہ مزاج، نورانی شکل، دیندار،

متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ملازمت کے بعد کا زمانہ علالت میں گزرا۔ مختلف مقامات پر علاج کراتے رہے مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو کاندھلہ میں وفات پائی۔<sup>۸۹</sup>

#### (۲۰) مولوی محمد ظہیر الحسن صاحب شہید:

مولوی محمد ظہیر الحسن صاحب شہید نے قرآن مجید حفظ کرنے اور ابتدائی ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بی اے پاس کیا۔ پھر ایم اے عربی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ بزرگوں کا منشار تھا کہ کوئی اعلیٰ ملازمت کریں اور اس وقت کے اثر و رسوخ کے دور میں یہ کچھ دشوار مرحلہ بھی نہ تھا۔ مگر آپ کے ذوق علمی اور شان خودداری نے ملازمت کی پابندی کو گوارا نہ کیا اور ہمیشہ گھر پر مستقل سکونت رہی۔<sup>۹۰</sup>

#### (۲۱) مولانا محمد سلیمان صاحب:

یہ حضرت مولانا محمد نور الحسن صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے یکم جمادی الاول ۱۲۵۷ھ کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور تمام علوم و فنون کی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ علوم دینیہ میں خصوصی مہارت تھی اور یہی آپ کا علمی ذوق اور خصوصی مشغلہ تھا۔ اپنی حق پرستی اور دینداری اور تقویٰ و پرہیزگاری اور راست کیشی، دیانت داری، امانت داری، معاملہ فہمی میں ممتاز و یگانہ تھے۔<sup>۹۱</sup>

#### (۲۲) مولوی ابوالقاسم صاحب:

یہ حضرت مفتی الہی بخش صاحب کے دوسرے چھوٹے صاحبزادے ہیں تمام علوم و فنون کی تکمیل والد بزرگوار سے حاصل کی۔ پھر اپنے تقاضے اور اصرار سے سرکاری ملازمت اختیار کی اور تھانہ داری میں بے شمار دولت حاصل کی بڑی شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر فرماتے تھے حتیٰ کہ گھوڑی تک طلائی زیورات سے آراستہ رہتی تھی۔ ۱۲۵۷ھ میں وفات پائی۔<sup>۹۲</sup>

#### (۲۳) مولانا محمد صابر صاحب:

مولانا محمد صابر صاحب حضرت مفتی الہی بخش کے نواسے بھی تھے اور شاگرد رشید بھی، علوم و فنون

میں دستگاہ رکھتے تھے۔ درویش صفت صوفی منشی عابد وزاہد متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔<sup>۹۳</sup>

(۲۴) حافظ محمد عبداللہ صاحب:

حافظ محمد عبداللہ صاحب علوم ضروریہ کی پوری معرفت رکھتے تھے اور قرآن مجید کے ساتھ خصوصی شغف تھا، ابتدا میں سرکاری ملازمت کی پھر گھر پر متوکلانہ اور عابدانہ زندگی بسر فرمائی۔<sup>۹۴</sup>

(۲۵) مولانا محمد مصطفیٰ صاحب شہید:

مولانا محمد مصطفیٰ صاحب شہید مفتی الہی بخش صاحب کے نواسے بھی تھے اور شاگرد رشید بھی اور آپ ہی کے پاس کاندھلہ میں سکونت اختیار کر لی تھی علوم معقول و منقول میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور فن تجوید کے ماہر شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۴۳ھ میں مولانا سید احمد صاحب شہید کے قافلہ کے ہمراہ معرکہ جہاد میں جام شہادت نوش فرمایا۔<sup>۹۵</sup>

(۲۶) مولانا محمد اسماعیل صاحب:

مولانا محمد اسماعیل صاحب قصبہ جھنجھانہ میں پیدا ہوئے اور وہی آپ کا آبائی وطن تھا قرآن پاک حفظ کر کے علوم دینیہ عربی کی تکمیل فرمائی اور ۱۸۵۵ء میں بہادر شاہ بادشاہ کی سدھی مرزا الہی بخش صاحب کے یہاں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا، نہایت عابد وزاہد متقی اور پرہیزگار مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ بیمار ہو کر دہلی منتقل ہو گئے اور کھجور والی مسجد واقع ترہا بہرام خاں میں بغرض علاج قیام فرمایا مگر وقت موعود آچکا تھا۔ ۴ شواج ۱۳۱۵ھ مطابق ۲ فروری کو انتقال فرمایا۔<sup>۹۶</sup>

(۲۷) مولانا محمد صاحب:

مولانا محمد صاحب ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ حلم و تواضع، رحمت و شفقت اور خشیت و انابت کی مجسم تصویر تھے متوکلانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے آپ کی صورت سے تقویٰ کا سبق ملتا تھا۔ انوار کی چہرہ پر نہایت کثرت تھی انتقال سے پہلے ۱۶ سال تک نماز تہجد فوت نہیں ہوئی آخر وقت تک نماز جماعت سے پڑھی عشاء کی نماز کے بعد وتر کے سجدے میں انتقال ہوا۔<sup>۹۷</sup>

## (۲۸) مولانا محمد یحییٰ صاحب:

مولانا محمد یحییٰ صاحب بروز پنجشنبہ محرم ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے تاریخی نام 'بلند اختر' ہے آپ فطرتاً ذہین و ذکی اور طبعاً نظیف اور لطیف المزاج پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی علمی استعداد اور علوم نقلیہ کے ساتھ فنون عقلیہ کی مہارت تامہ اس نوعمری میں مشہور ہونے کے ساتھ علمائے عصر میں حیرت کی نظروں سے دیکھی گئی۔ عربی ادب میں آپ کو اتنی مہارت تھی کہ نثر اور نظم دونوں بے تکلف لکھتے، مولانا کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ بالاصالہ کبھی تنخواہ نہیں لی اور کبھی درس پر کسی قسم کا معاوضہ گوارا نہیں فرمایا۔ سادگی اور اپنے نفس کی طرف سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ شاید گھر میں پانچ روپے کا غلہ بھی ایک دفعہ نہیں ڈلوایا مگر مصارف خیر پر خرچ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت انتقال ہوا تو آٹھ ہزار روپے مقروض تھے اور کسی کو خبر نہ تھی کہ کس مد میں خرچ ہوا۔ حتیٰ کہ ۸/۱۳۳۴ھ کی شب میں ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور چند ہی گھنٹوں میں شہید ہو کر راہی عالم قدس ہوئے۔

## فصل سوم

### ولادت تعلیم و تربیت

ہندوستان کے ان چیدہ اور برگزیدہ خاندانوں میں جو صدیوں تک علم و فضل اور ذہانت و ذکاوت کے گہوارے رہے ہیں صدیقیوں کا ایک وہ خاندان بھی ہے جس کا اصل وطن جھنجھانہ ضلع مظفرنگر اور وطن ثانی کاندھلہ ضلع مظفرنگر ہے۔ یہ گھرانہ ان خوش قسمت خاندانوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت و عنایت سے نوازا، اس خاندان کی بنیاد کچھ ایسے صدق و اخلاص پر پڑی تھی کہ صدیوں تک یکے بعد دیگرے اس میں علما و فضلا و اہل کمال اور مقبولین پیدا ہوتے رہے۔ علو استعداد و علو ہمت اس کی خاندانی خصوصیت ہے۔ اور انھیں دو چیزوں نے اس خاندان کو ایسا شرف و امتیاز عطا کیا کہ ہر دور میں اس خاندان میں باکمال اور اکابر برجال پیدا ہوتے رہے۔ علو استعداد اور علو ہمت نے اس خاندان کے افراد میں علمی جامعیت اور تبحر کی شان پیدا کی اور انھوں نے اپنے اپنے وقت میں مروجہ علوم اور اکثر اصناف کمال کی طرف توجہ کی اور ان میں دست گاہ پیدا کی اس کی وجہ سے اس میں بلند پایہ فقیہ و مفتی جامع معقول و منقول عالم قادر الکلام شاعر اور حاذق طبیب پیدا ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے تلمذ نے اتباع سنت اصلاح عقائد و اعمال کا ذوق، اور اشاعت علم کا جذبہ پیدا کیا، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کے یگانہ روزگار ورع و تقویٰ اور ان کی بلند ہمتی و جفا کشی نے مردوں کے سوا عورتوں اور بچیوں میں بھی احتیاط و تورع اور ذکر و عبادت کا ذوق پیدا کر دیا۔

اسی خاندان کے ایک نمایاں فرد اور علو ہمت، مجاہد جامعیت اور اخلاق کی ایک جیتی مثال مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی ذات گرامی ہے۔<sup>۹۹</sup>



## پیدائش:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ۱۳۱۵ھ میں رمضان کی گیارہویں شب میں گیارہ بجے رات کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی نوید ملی تو خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفا و بزرگ اور اہل محلہ تراویح سے فارغ ہو رہے تھے اس لیے بجائے اپنے اپنے گھر جانے کے پہلے اس مکان پر آئے جہاں اس مبارک بچے کی ولادت ہوئی تھی سب لوگوں نے بچہ کی ولادت پر مبارک باد پیش کی اور پھر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

بچہ کے دادا مولانا محمد اسماعیل صاحب نظام الدین دہلی میں تھے۔ پوتے کی پیدائش کی خبر سنی تو برجستہ زبان سے نکلا کہ ”ہمارا بدل آگیا“ اور اسی سال شوال ہی میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ ساتویں روز آپ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلہ تشریف لائے گھر پہنچ کر بچہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا یحییٰ صاحب کے اچانک پہنچنے اور بچہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کرنے سے عورتوں کو ایک گونہ حیرت اور یک گونہ مسرت ہوئی اور بعض نے یہ کہہ کر اپنی حیرت دور کی کہ آخر باپ ہیں اگر دیکھنے کو جی چاہا تو کیا بے جا ہے؟ مولانا حجام اپنے ساتھ لائے تھے بچہ آیا تو حجام کو اشارہ کیا اس کے بال تراش لیے، مولانا نے بال والدہ کے پاس بھیجوا دیئے اور فرمایا بال میں نے بنوا دیئے۔ بکرے آپ ذبح کروادیںجیے اور بال کے وزن بھر چاندی صدقہ کر دیجیے۔ بچہ کے دو نام رکھے گئے محمد موسیٰ محمد زکریا اسی دوسرے نام نے شہرت عام پائی آپ اسی سے مشہور و مقبول عوام و خواص ہوئے۔

اس وقت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قیام مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مستقل طور پر رہا کرتا تھا۔ ضرورتاً کاندھلہ اور دہلی آتے جاتے۔ شیخ الحدیث صاحب کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ وہ بھی اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے۔ اور بارہ سال تک گنگوہ میں رہے اس دوران مولانا یحییٰ صاحب کے ساتھ حضرت گنگوہی صاحب کا جو سرپرستانہ، مربیانہ بلکہ پدرانہ تعلق تھا اس کی بنا پر اس خوش نصیب اور اقبال مند بچہ کو اپنی خصوصی شفقتوں اور محبت کی نگاہوں اور مقبول دعاؤں کا بڑا حصہ ملا۔<sup>۱۰</sup>

## تعلیم کا آغاز:

قرآن مجید کا حفظ اس خاندان کا خصوصی شعار اور تعلیم کا پہلا مرحلہ تھا۔ عموماً چار پانچ سال کے بچے کو مکتب میں بٹھادیا جاتا، لیکن سات برس تک حضرت شیخ کی بسم اللہ خوانی بھی نہیں ہوئی تھی۔ بالآخر وہ مبارک دن آیا کہ آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی مظفرنگر کے ایک نیک صالح بزرگ جناب الحاج ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب جن کا قیام اس زمانے میں مولانا گنگوہی کی خدمت کے لیے گنگوہ میں تھا ان کے یہاں آپ کو پڑھنے کے لیے بٹھادیا گیا۔ شیخ فرماتے ہیں:

ان کی اہلیہ محترمہ سے ہمارا قاعدہ بغدادی شروع ہوا۔ یاد نہیں قاعدہ بغدادی کتنے دنوں میں پڑھا۔ اس کے بعد ہمارا سی پارہ لگ گیا۔<sup>۱۰۱</sup>

حضرت شیخ کو کسی مکتب میں یا باقاعدہ کسی حافظ سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ قرآن کریم حضرت والد صاحب ہی سے حفظ کیا شیخ فرماتے ہیں کہ نقل نظامی قرآن پاک جس پر میں نے پڑھا تھا اس کا ہر صفحہ آیت پر ختم ہوتا تھا والد صاحب ایک صفحہ کا سبق دیتے اور کہتے اس کو سو مرتبہ پڑھ لو اور چھٹی۔ یاد ہونے کی ذمہ داری نہیں۔ سارا قرآن اسی طرح پڑھ کر ختم کر دیا اور حافظ ہو گئے۔<sup>۱۰۲</sup>

## اردو اور فارسی:

شیخ فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۵ھ سے میری فارسی اردو اس حالت میں شروع ہو گئی کہ قرآن پاک تو گویا پڑھا بے پڑھا برابر تھا مگر ہم حافظوں میں شمار ہوتے تھے۔ میں نے فارسی زیادہ تر اپنے چچا جان نور اللہ مرقدہ سے پڑھی۔<sup>۱۰۳</sup>

رجب ۱۳۲۸ھ میں یہ ناکارہ سہارن پور آ گیا اس لیے کہ دو تین ماہ قبل والد صاحب مستقل قیام کے ارادے سے گنگوہ سے سہارن پور منتقل ہو گئے تھے سہارن پور آ کر باقاعدہ عربی تعلیم شروع ہوئی۔

## باقاعدہ عربی تعلیم:

شیخ کی یہ باقاعدہ عربی تعلیم منطق کے علاوہ تمام تر والد صاحب کے یہاں ہوئی اور اس کے لیے ایک

باقاعدہ جماعت تشکیل دی گئی جس کے تین رکن تھے۔ شیخ نور اللہ صاحب، مولانا سہارنپوری کے ایک عزیز مظہر علی خاں راجپوری اور سید محفوظ علی۔ تین آدمیوں کی اس خصوصی جماعت کی خصوصیت یہ تھی کہ اسے مولانا یحییٰ صاحب نے مدرسہ کے نظام سے الگ اپنے مخصوص انداز میں تعلیم دی صرف پڑھانے میں ان کا خاص طریقہ یہ تھا کہ ان کے یہاں زبانی قواعد یاد کرائے جاتے تھے۔ اور ان قواعد کا اجراء تختی پر یاردی کاغذوں پر کرایا جاتا تھا۔ وہ بغیر کتاب کے زبانی قواعد لکھواتے تھے۔ اس کے بعد چند حروف بتا کر مثال، اجوف، ناقص، مضاعف سے صیغے بنواتے اور ان کی خوب مشق کرواتے۔<sup>۱۰۴</sup>

حدیث کی کتابوں کے علاوہ کسی کتاب کا پورا ہونا ان کے نزدیک ضروری نہیں تھا بلکہ کتاب کا انصاب یہ تھا کہ جب آٹھ سبق ایسے پڑھ لو کہ استاد جو چاہے پوچھ لے اور شاگرد کچھ نہ پوچھے وہ کتاب پوری پڑھ لی البتہ کتب احادیث کے ختم کا اہتمام کیا۔

شیخ فرماتے ہیں:

”الفیہ ابن مالک اس ناکارہ نے پورا پڑھا اور اس کا سبق حرفاً حرفاً حفظ سنا جاتا تھا الفیہ کے بعد ایک دفعہ کا ندھلہ جاتے وقت سہارنپور کے اسٹیشن پر شرح جامی شروع ہوئی تھی کا ندھلہ کے اسٹیشن تک بغیر ترجمہ کے پڑھتا چلا گیا ابا جان نے کہیں کہیں مطلب پوچھا میں نے بتا دیا کا ندھلہ جا کر ایک دن قیام رہا وہاں بھی ایک گھنٹہ سبق ہوا، تیسرے دن واپسی پر کا ندھلہ کے اسٹیشن سے سبق شروع ہوا تھا سہارنپور کے اسٹیشن پر ختم ہو گیا تھا ان تین دنوں میں مرفوعات تو ساری ہو گئی تھیں منصوبات کا بھی بہت سا حصہ ہو گیا۔“<sup>۱۰۵</sup>

حدیث پاک کا آغاز:

مولانا محمد زکریا صاحب کے اہم حدیثی کارناموں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا وہ اپنے درس حدیث کے متعلق خود بیان کرتے ہیں کہ:

۷/ محرم ۱۳۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔<sup>۱۰۶</sup>

## مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا انداز:

مشکوٰۃ شریف گویا صحاح ستہ کا متن ہے حضرت شیخ نے جس عجیب و غریب اور نرالی انداز میں مشکوٰۃ شریف پڑھی اس کا تصور طلباء کے لیے تو کجا مدرسین کے لیے بھی آج مشکل ہوگا۔  
شیخ فرماتے ہیں:

”مشکوٰۃ شریف میں نے ترجمہ سے نہیں پڑھی ساری بلا ترجمہ پڑھی اس میں یہ اجازت تھی کہ جس لفظ کا جب چاہے ترجمہ پوچھ لوں (اگر ان کے نزدیک بتانے کے لائق ہوتا تو بتاتے ورنہ ایک ڈانٹ پلاتے) اور وہ امتحاناً کبھی کبھی پوچھتے رہتے تھے۔ ترجمہ مظاہر حق کا دیکھنا تو جرم تھا۔ ہدایہ اور طحاوی کا دیکھنا ضروری تھا اور (مشکوٰۃ کے حواشی) صحاح کی کتابوں میں سے جس کتاب کی حدیث ہو اس کو نکال کر اس کے حواشی دیکھنے کی اجازت تھی۔ قانونِ تعلیم یہ تھا کہ حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف، اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب، یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا۔“<sup>۱۰۷</sup>

## دورہ حدیث:

شوال ۱۳۳۳ھ سے دورہ حدیث کی ابتدا ہوئی۔ ابوداؤد شریف تو مولانا محمد یحییٰ صاحب کا خاص سبق تھا (جس کے بعد نسائی شریف ہونی تھی) اور ترمذی شریف (جس کے ختم پر بخاری شریف ہونی تھی) مولانا سہارنپوری کا سبق تھا۔ لیکن شوال ۱۳۳۳ھ میں مولانا سہارنپوری کو خدمت شیخ الہند کی معیت میں حجاز کا وہ مشہور و معروف اور معرکہ الاراء سفر پیش آیا جس میں حضرت شیخ الہند اسیر مالٹا ہوئے۔ حضرت سہارنپوری کے عدم موجودگی میں ان کا سبق ترمذی شریف (اور اس کے بعد بخاری شریف) بھی حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے پاس آگئی۔ حضرت شیخ کا ارادہ تھا کہ اس سال صرف ابوداؤد شریف پڑھیں اور ترمذی اور بخاری کو حضرت سہارنپوری کی آمد پر موقوف رکھیں۔<sup>۱۰۸</sup>

لیکن چند روز کے بعد شیخ کے پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب کے مشورے سے ترمذی بھی والد صاحب کے یہاں شروع کر دی۔ شیخ فرماتے ہیں:

ترمذی شریف کے بعد بخاری شریف اور ابودود شریف کے بعد نسائی شریف والد صاحب کے یہاں ہوتی اور چوں کہ بخاری شریف پہلی دفعہ ہوئی تھی اس لیے والد صاحب نے نسائی شریف کا گھنٹہ بھی بخاری جلد ثانی کو دے دیا اور نسائی شریف جمعہ جمعہ پوری کرائی، ۱۰۹۔

دورہ ختم کرنے کے بعد مولانا نے اپنے والد صاحب سے ہدایہ ثالث شروع کر دی اور یہ آخری کتاب تھی جو آپ نے اپنے والد صاحب سے پڑھی۔

مولانا کے تبحر علمی کے قائل ہو کر حضرت سہارنپوری نے یہ تو نہیں فرمایا کہ آپ کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں (جیسا کہ حضرت شیخ کو توقع تھی) البتہ مولانا کی یہ محنت ایک اور سعادت کا ذریعہ بن گئی اور وہ تھی بذل المجہود کی تالیف میں آپ کی شرکت۔

اسی سال ۱۰/۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ میں مولانا یحییٰ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی سفر حجاز سے واپسی ہوئی تو جو سبق مولانا یحییٰ صاحب کی وفات سے بند تھا مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے یہاں شروع ہوا۔ مولانا محمد زکریا صاحب کو ایک سال پہلے تو یہ جذبہ تھا کہ ترمذی اور بخاری حضرت ہی سے پڑھنی ہے، لیکن والد صاحب کے انتقال کے بعد صدمہ سے اب اس کے برعکس یہ خیال شدت سے پیدا ہوا کہ ترمذی اور بخاری حضرت والد صاحب کے یہاں ہو چکی اب دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حضرت نے تشریف لاتے ہی مولانا محمد زکریا اور ان کے رفیق حسن احمد مرحوم کو حکم دیا کہ ترمذی اور بخاری مجھ سے دوبارہ پڑھو، اگرچہ طبیعت بالکل نہیں چاہتی تھی لیکن تعمیل حکم کے سوا کیا چارہ تھا۔ ۱۱۰۔

اگلے سال (شوال ۱۳۳۵ھ سے شعبان ۱۳۳۶ھ تک) مولانا سہارنپوری کے یہاں ابودود شریف اور اس سے اگلے سال شوال ۱۳۳۶ھ سے شعبان ۱۳۳۷ھ تک صحیح مسلم اور نسائی ہوئی۔ ابن ماجہ کے چند

اسباق ۱۳۳۵ھ میں مولانا سہارنپوری سے پڑھے اور پھر مولانا کی طبیعت ناساز ہو گئی۔<sup>۱۱۱</sup> اس طرح مولانا کا دورہ گویا چار سال میں مکمل ہوا۔ اور ابتدائی عربی سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک پانچ سال لگے اور کل تعلیم گویا ۹ سال میں مکمل ہوئی۔

### مدرسہ مظاہر العلوم میں درس و تدریس کا آغاز:

مولانا زکریا صاحب فراغت علمی کے بعد محرم الحرام ۱۳۳۵ھ سے مدرسہ مظاہر العلوم میں درس ہوئے۔ اور اصول الشاشی جو پہلے مولانا محمد الیاس صاحب پڑھا رہے تھے اور علم الصیغہ جس کا درس مولانا ظفر احمد تھانوی صاحب کے یہاں ہو رہا تھا ان دونوں کے اسباق مولانا محمد زکریا صاحب کے پاس منتقل ہو گئے۔

اصول الشاشی اور علم الصیغہ دونوں مولانا کی پڑھی ہوئی نہیں تھی اور یوں بھی یہ دونوں کتابیں ایک نوعمر اور ابتدائی درس کے لیے معیار سے اونچی تھیں لیکن ان سب کے باوجود مولانا نے اپنی ذہانت و فطانت اور محنت و مطالعہ سے بہت جلد طلبا کو ایسا گرویدہ کیا کہ انھوں نے کتاب کا پڑھا ہوا حصہ بھی مولانا سے دوبارہ پڑھانے کی درخواست کی۔ اور ان باتوں سے ان حضرات کو اطمینان ہوا جو آپ کی نوعمری کی وجہ سے آپ کے لیے ان اسباق کے تجویز پر متائل تھے۔<sup>۱۱۲</sup>

اس پہلے سال میں حضرت شیخ کے یہاں مندرجہ ذیل کتابیں ہوئیں:

علم الصیغہ، مائۃ عامل منظوم، شرح مائۃ عامل، خلاصہ نحو میر، نفحة الیمن، منیۃ المصلی، اصول الشاشی قال اقول۔

دوسرے سال (از شوال ۱۳۳۵ھ تا شعبان ۱۳۳۶ھ) مقامات، سبعة معلقہ، قطبی میر،

کنز، قدوری اور اصول الشاشی ہوئیں۔

شوال ۱۳۳۷ھ میں مولانا زکریا صاحب کے پاس ہدایہ اولین، حماسہ کے اسباق ہوئے۔ چوں کہ بذل المجہود کی تالیف کے لیے دوپہر سے پہلے کا سارا وقت فارغ کر لیا گیا تھا، اس لیے حماسہ کا سبق عشاء کے بعد ہوتا تھا۔<sup>۱۱۳</sup>

مولانا فرماتے ہیں:

”بذل کی وجہ سے بعض سبق خارج میں ہوا کرتے تھے۔ ایک سبق مولانا کی اشراق کی

نماز تک اور ایک سبق عصر کی نماز کے بعد بھی اکثر پڑھانے کی نوبت آئی۔“

اس سال ہدایہ اولین کے سبق کی تجویز میں زبردست یورش اور معرکہ ہوا۔

مگر بہر حال ہدایہ کا سبق حضرت شیخ کے یہاں ہی ہوا اور انھوں نے ایسی محنت اور لیاقت سے پڑھایا کہ ساری شورش خود بخود ختم ہو گئی۔

آپ اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

”میں نے دو تین دن تک مسلسل فقہ کی لغوی، اصطلاحی تعریفیں، ان کا درجہ، مصنف کے

احوال اور جو جو سمجھ میں آیا، سب کچھ کہا اور تین دن کے بعد بسم اللہ سے لے کر کتاب

الطہارۃ تک ایک صفحہ پانچ دن میں پڑھایا۔ اس کے بعد بعض طلباء تو ڈھیلے پڑ گئے۔

لیکن بعض شرعی طلباء نے پھر بھی درخواست کا ارادہ کیا۔ مگر اکثریت نے یہ کہہ کر انکار

کر دیا کہ درخواست کا حشر معلوم ہے، گھنٹہ کے نیچے ہوگا۔ (یہ اس زمانے کی ایک خاص

اصطلاح تھی) اور اس کا حشر معلوم ہے کہ اخراج اگر نہ ہوا تو کھانا تو کم از کم بند ہی

ہو جائے گا اس پر وہ درخواست ٹل گئی،“<sup>۱۴</sup>

آج کے اس پُرفتن ماحول میں ہر کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ترقی کی طرف قدم بڑھاتا

ہے تو دوسرے لوگ جلن اور حسد کرنے لگتے ہیں یہی معاملہ مولانا محمد زکریا صاحب کے ساتھ بھی ہوا کہ ان

کی ترقی لوگوں سے دیکھی نہ گئی اور ناکام کرنے کے لیے بہت ساری کوششیں کر لیں۔ لیکن اس کے باوجود

حسد کرنے والے ناکام رہے وہ خود فرماتے ہیں:

اللہ کے فضل سے ان دو کے علاوہ کوئی واقعہ اس ۵۴ سالہ زمانہ مدرسہ میں طلباء کی طرف

سے اعراض یا ناگواری کا پیش نہیں آیا بلکہ طلب اور اس سیاہ کار کی طرف اسباق کے منتقل

ہونے کی مساعی کے پیش آتے رہے۔<sup>۱۵</sup>

اور اسی طرح مولانا محمد زکریا صاحب ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے مظاہر العلوم میں زندگی گزارتے رہے لیکن مظاہر العلوم میں ان کی مدرسے کا وہ سنہ سب سے زیادہ قابل قدر ہے جس میں وہ باضابطہ تدریس اور خدمت سے متعلق ہوئے اور پھر عالم اسلام میں محدث کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

### مدرسہ مظاہر العلوم اور درس حدیث

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مولانا کی قابلیت اور لیاقت کا چرچا ہونے لگا اور آپ نے درس نظامیہ کی بہت ساری کتابوں کو بھی پڑھایا لیکن اب حدیث شریف پڑھانے کا وقت آگیا۔ ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۱ھ تک مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں مشکوٰۃ شریف سے نیچے کی کتابیں ہوتی رہیں۔ ان میں بہت سی کتابیں مکرر پڑھانے کی نوبت آئی رجب ۱۳۴۱ھ میں مولانا کو بخاری شریف کے تین پارے، تیرہ سے پندرہ تک دیئے گئے یہ مولانا کے تدریس حدیث کا آغاز تھا۔ جو حسن اتفاق بخاری شریف سے ہوا۔ اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ اس زمانے میں ترمذی و بخاری کے دو گھنٹے تھے اور دونوں کتابیں یکے بعد دیگرے ہوا کرتی تھیں۔ اس سال ترمذی اور بخاری کا سبق حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس تھا اور طویل تقریر کی وجہ سے جمادی الاخریٰ کے ختم تک بخاری شریف کی پہلی جلد بھی پوری نہیں ہو پائی تھی۔

حضرت خلیل احمد سہارنپوری صاحب اس پر خفا ہوئے اور مہتمم صاحب کو حکم فرمایا کہ بخاری کے پارے دوسرے مدرسین پر تقسیم کر دیئے جائیں اور مولانا محمد زکریا صاحب کا نام خاص طور پر لے کر فرمایا کہ کچھ پارے ان کو بھی دے دینا۔ یہ فرما کر حضرت سہارنپوری صاحب بلند شہر وغیرہ کے سفر پر تشریف لے گئے۔

مولانا اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

مجھ پر اس قدر بوجھ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے مشکوٰۃ بھی اس وقت نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ بہت نامناسب ہوگا۔ آپ مجھے ہرگز نہ دیں۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب ہی کو دیں مہتمم صاحب نے بھی موافقت کی، ان دونوں حضرات کو پانچ پانچ پارے دے دیئے



گئے اور سات آٹھ پارے مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس بدستور رہے۔

تیسرے دن حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سفر سے واپس آئے میں ڈاک لکھ رہا تھا، مہتمم صاحب سے دریافت کیا، پارے بانٹ دیئے؟ مہتمم صاحب نے عرض کیا، حضرت تقسیم کر دیئے۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت اس سیاہ کار پر خوب ناراض ہوئے اور فرمایا۔ بہت اچھا، انکار کر دیا تو ہماری پاپوش سے، یہ چاہتے ہیں کہ ہماری خوشامد ہو، حضرت کی عادت تھی کہ غصے میں چہرہ سرخ ہو جاتا تھا، تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر نعلین اٹھا کر اپنے مکان تشریف لے جانے لگے۔ میں نے جلدی سے حضرت کے ہاتھ سے نعلین لے لیے اور پیچھے پیچھے دروازے تک گیا۔ دروازے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر میری طرف متوجہ ہو کر نہایت غصے سے فرمایا کچھ کہتا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت تو ناراض ہی ہو گئے۔ فرمایا، ناراض نہ ہوں، جب میرا کہنا نہ مانا۔ میں نے کہا، توبہ، توبہ، مجھے تو یہ خیال ہوا کہ مدرسہ کی بڑی بدنامی ہے دوسرے مدرسے والے کیا کہیں گے کہ نو عمر لڑکے کو، جس نے مشکوٰۃ شریف بھی نہیں پڑھائی، بخاری شریف دے دی حضرت نے فرمایا نو عمر لڑکے کو میں جانوں، دوسرے لوگ کیا جانیں، اگر کوئی الزام دے گا تو مجھے دے گا، تمہیں تو نہیں دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تعمیل ارشاد میں کیا انکار ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہنا مان لو گے تو میں بھی راضی ہو جاؤں گا۔ اسی وقت از تیرہ تا پندرہ پارے کا اعلان اس سہ کار کے نام ہوا اس بخاری شریف میں قاری سعید مرحوم بھی تھے۔ جو بعد میں مفتی اعظم مظاہر العلوم ہو گئے تھے، ممکن تھا کہ اس بخاری پر کوئی معلقہ یا ہدایہ کی طرح خرنشہ اٹھتا، لیکن طلباء میں میرے انکار اور حضرت قدس سرہ کی ناراضگی کا شہرہ قاری سعید احمد مرحوم کے ذریعے اعلان سے پہلے ہی ہو گیا تھا، اس لیے اگر کوئی کہنا بھی چاہتا تو اس واقعے کے بعد کس کی ہمت پڑ سکتی تھی؟<sup>۱۶</sup>

اس کے بعد تین سال (شوال ۱۳۴۱ھ سے شعبان ۱۳۴۲ھ تک) مسلسل آپ کے پاس مشکوٰۃ

شریف ہوتی رہی۔ سوال ۱۳۴۲ھ میں آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی معیت میں سفر جاز پیش آیا جس میں بذل المجہود کی تکمیل اور اوجز المسالک کی ڈیڑھ جلد کی تسوید ہوئی۔ اس دوران آپ نے مدرسہ علوم شرعیہ میں مغربی طلباء کو ابوداؤد شریف اور الحاج عبد المجید صاحب کو مقامات عربی زبان میں پڑھائی۔

۱۸/ صفر ۱۳۴۶ھ کو جاز کے طویل سفر سے واپسی ہوئی۔ اسی دن ابوداؤد شریف صفحہ ۸۰ سے حضرت ناظم صاحب (مولانا عبداللطیف صاحب) کے پاس سے منتقل ہو کر آپ کے پاس آئی۔ اس کے ساتھ نسائی شریف شروع ہوئی۔ اس کے بعد موطاً امام محمد اور بخاری شریف کے چار پارے (پارہ نمبر ۱۲ سے) ہوئے۔ آئندہ ۱۳۷۵ھ تک ابوداؤد شریف تو آپ کا مستقل سبق رہا۔ بخاری شریف ۱۳۴۶ھ تک ناظم صاحب کے پاس ہو رہی تھی چوں کہ ان کی انتظامی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں اور ادھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے مولانا محمد زکریا صاحب کو مدرسہ کا شیخ الحدیث، تجویز کر دیا تھا اس لیے حضرات سرپرستان کی تجویز تھی کہ بخاری شریف مستقل طور پر حضرت شیخ صاحب کے پاس اور ترمذی شریف صدر مدرس حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری کے پاس ہوا کرے۔ مگر ناظم صاحب کے تاثر و قلق کے خیال سے حضرت شیخ نے بااجازت سرپرستان مدرسہ یہ طے کر دیا کہ حضرت ناظم صاحب بخاری شریف کا افتتاح کرادیا کریں اور بقرعید کے بعد وہ آپ کے پاس منتقل ہو جایا کرے اور جلد ثانی حضرت ناظم صاحب مغرب کے بعد پڑھا دیا کریں۔

۱۳۷۳ھ میں ناظم صاحب کارنگوں کا سفر ہوا اس سال ابوداؤد شریف کے ساتھ بخاری شریف کی دونوں جلدیں مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں ہوئیں۔ اور ۱۳۷۴ھ میں حضرت ناظم صاحب کی مسلسل علالت کی وجہ سے بخاری شریف اور ابوداؤد شریف دونوں مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں منتقل ہو کر آگئیں۔ ۷۱

مولانا عبداللطیف صاحب کے وفات کے بعد (۲/ رزی الحجہ ۱۳۳۲ھ ۲/ اگست ۱۹۵۴ء) ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے یہاں منتقل ہو گئی اور بخاری شریف کی دونوں جلدیں مولانا محمد

زکریا صاحب کے یہاں رہیں۔ یہ سلسلہ شوال ۱۳۷۲ھ سے شعبان ۱۳۸۸ھ تک جاری رہا اس کے بعد آپ نے نزول الماء (موتیابند) کی وجہ سے تدریس بند کر دی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کی تدریسی خدمات ۵۴ سالوں پر محیط ہے اور اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۱ھ تک ابتدائی اور متوسط کتابیں زیر درس رہیں۔

(۲) ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۵ھ تک دیگر علوم و فنون کے ساتھ حدیث کی کتابیں بھی ہوتی رہیں۔

(۳) ۱۳۴۶ھ کے اوائل سے ۱۳۸۸ھ تک اواخر تک صرف حدیث پاک کا درس دیا۔

مولانا محمد زکریا صاحب کے نواسہ مولانا شاہد صاحب لکھتے ہیں:

”اس چون سالہ مدت میں حضرت والا نے ۳۵ کتابوں کا درس دیا جس میں علم الصیغہ

اور نحو میر جیسی ابتدائی کتابوں سے لے کر بخاری شریف اور ابوداؤد شریف جیسی بلند پایہ

کتابیں شامل ہیں۔ ان میں بعض کتابیں بلکہ سبھی مکرر سہ کر پڑھائیں۔ چنانچہ نور الانوار

تین مرتبہ، مشکوٰۃ شریف تین مرتبہ، ابوداؤد شریف تقریباً تیس مرتبہ اور بخاری شریف جلد

اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھانے کی سعادت ملی“ ۱۱۸

شیخ فرماتے ہیں:

”ہدایہ اولین تین دفعہ پڑھانے کی نوبت آئی اور قطبی میر تو لاتعد ولا تحصی شوال

۱۳۳۶ھ سے شعبان ۱۳۴۴ھ تک شاید ہی کوئی سال ایسا ہو جس میں قطبی تصدیقات اور

میر قطبی میرے یہاں نہ ہوئی ہو۔ میں نے تین سال نور الانوار پڑھائی اور ہر سال

نور الانوار کے بعد اس کی جگہ حسامی ہوا کرتی تھی۔ شرح جامی بحث فعل کے بعد بحث اسم

بھی اکثر تین ربع کے قریب ہو جاتی تھی۔

۸۰۷۵۹

نیز فرماتے ہیں:

”صفر ۱۳۴۶ھ کے بعد چوں کہ مولانا محمد زکریا کے اوقات زیادہ فارغ تھے، اس لیے

دورہ کے مدرسین میں سے علالت یا طویل سفر کی وجہ سے جس کا سبق منتقل ہوتا، ترمذی، مسلم شریف وغیرہ مولانا محمد زکریا کے پاس منتقل ہوا کرتا تھا۔ شامل ترمذی تو کئی سال مسلسل رہی۔<sup>۱۱۹</sup>

مولانا محمد زکریا صاحب کے تدریسی امتیازی خصوصیات:

مولانا محمد زکریا صاحب کے درس گاہ کا ایک خصوصی امتیاز وقت کی پابندی تھی۔ شادی ہو یا غمی، سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا آندھی کوئی چیز ان کے وقت پر آنے سے مانع نہیں ہوتی تھی۔ کبھی مہینوں میں بھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا تھا کہ مولانا ٹھیک اور مقررہ وقت پر درس گاہ میں نہ پہنچتے ہوں یا چند منٹ کی تاخیر ہوگئی ہو۔ انھیں وقت اور اپنی ذمہ داری کا ہمیشہ پورا پورا خیال رہتا تھا ان کے پابند وقت ہونے کا مولانا تقی الدین ندوی کے اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

”ایک بار موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ تمام سڑکوں پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا۔ ناکارہ راقم سطور مدرسہ قدیم میں کتاب لیے ہوئے منتظر تھا کہ بارش کا زور کم ہو تو درس گاہ میں حاضر ہو۔ مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر العلوم اس وقت دفتر نظامت (جو مدرسہ قدیم میں واقع ہے) میں تشریف رکھتے تھے۔ اس ناچیز نے ان سے دریافت کیا کہ کیا حضرت شیخ الحدیث آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس طوفانی بارش میں تو بظاہر مشکل ہی معلوم ہوتا ہے باہر جا کر معلوم کر لو۔ چنانچہ میں نے مدرسہ کے باہر دروازے پر آکر سائبان میں بیٹھے ہوئے پھل فروشوں سے معلوم کیا۔ بارش کا زور برابر قائم تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت تو دیر ہوئی تشریف لے گئے ہیں جب کہ حضرت کے مکان سے دارالحدیث کا خاصہ فاصلہ ہے۔ سڑک پر پانی بہہ رہا تھا۔ یہ کم ہمت بھی بہ عجلت تمام دارالحدیث میں حاضر ہوا۔ وہاں بجلی غائب تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مگر درس شروع ہو چکا تھا ناچیز راقم سطور چپکے سے بیٹھ گیا۔“<sup>۱۲۰</sup>

## مقدار سبق کا خیال:

مدرسہ مظاہر علوم میں منہاج تعلیم کو اعتدال پر رکھنے کے لیے ہر کتاب کی ماہانہ خواندگی مقرر کر دی گئی تھی جس کی پابندی اساتذہ کو لازم تھی اور اس کی نگرانی صدر مدرس کے ذمہ تھی۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی سال میں ایک دو مرتبہ ان نقشوں کو ملاحظہ فرماتے تھے حضرت مولانا کو اس کا بھی شدید التزام رہا کہ ماہانہ مقدار خواندگی میں کمی نہ رہے۔

مولانا محمد زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”اس سیاہ کار نے محض مالک کے فضل سے اوقات اسباق کی وہ پابندی کی، جس پر سرپرستان مدرسہ نے بھی تحریراً استعجاب لکھا ہے۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی کے ذمہ ان کی سرپرستی کے زمانے میں مدرسین کے اسباق اور خواندگی کے نقشوں کی نگرانی تھی۔ ماہانہ دستخط نگرانی کے تو صدر مدرس کے ہوتے تھے۔ لیکن سال کے درمیان میں اور سال کے ختم پر ایک دو مرتبہ وہ بھی نقشوں کو ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر مرتبہ اس سیاہ کار کے نقشہ اور نصاب کی ماہانہ پابندی پر پسندیدگی اور مبارک باد لکھ کر جایا کرتے تھے۔ اگر وہ نقشے اب بھی مدرسہ کے دفتر میں ہوں گے تو ان پر تحریر ضرور ملے گی۔“<sup>۱۲۱</sup>

چنانچہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے تعلیمی نقشہ پر مولانا عاشق الہی میرٹھی نے تحریر فرمایا تھا:

”ماشاء اللہ، جزاء اللہ احسن الجزاء، نصاب مجوزہ کی پوری تکمیل بایں ضروریات ذاتیہ و خارجیہ و مشاغل تصنیف و مہمان داری و عوارض امراض و حوادث حضرت ممدوح میں دیکھی۔ طرہ براں کہ محض لوجہ اللہ اور بلا تنخواہ۔ کاش میرے مخدوم و محترم دیگر حضرات مدرسین اس کو اسوۂ حسنہ قرار دے کر صرف ضبط اوقات و تکمیل نصاب ہی میں اتباع فرمائیں۔“<sup>۱۲۲</sup>

حاصل یہ کہ مولانا محمد زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور میں ایک مثالی مدرس کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے۔ اسی کثرت مطالعہ نے تصنیف و تالیف کا ذوق پیدا کر دیا اور پھر مختلف علوم بالخصوص حدیث اور علم حدیث میں آپ کی اہم تصانیف منصفہ شہود پر آئیں۔

## فصل چہارم

### تالیفی سرگرمیوں کا نقطہ آغاز

مولانا محمد زکریا صاحب کے تالیفی کام کی ابتدا زمانہ طالب علمی سے ہی ہو چکی تھی۔ پہلی کتاب جو آپ کے کوششوں سے منظر عام پر آئی وہ ”الفیہ بن مالک (علم نحو) کی شرح تھی اور یہ مولانا کے طالب علمی کا دوسرا سال تھا جب کہ آپ کی عمر ۱۳/۱۴ سال کے درمیان تھی۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

”درس کے دوسرے سال جب میں نے الفیہ شروع کیا تو ساتھ ساتھ اس کی اردو شرح بھی شروع کی۔ جو کل تین جلدوں میں پوری ہوئی، پہلا جز بہت مفصل شرح کے طور پر، اس کے بعد مختصر ہوتی چلی گئی اور ۱۸ شعبان ۱۳۲۹ھ میں پوری ہوئی۔

اسی طرح شرح سلم العلوم، اضافہ براشکال اقلیدس، تقریر مشکوٰۃ، اور تقاریر کتب حدیث بھی زمانہ طالب علمی میں لکھی گئیں۔

طالب علمی سے فراغت کے بعد جب آپ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر العلوم میں مدرس ہوئے تو اسی سال دو کتابیں تالیف فرمائیں، ایک مظاہر علوم کے حالات میں، جو بعد میں ”تاریخ مظاہر“ کے نام سے منظر عام پر آئی اور دوسری اپنے مشائخ سلسلہ کے حالات پر جو ”تاریخ مشائخ چشت“ کے نام سے شائع ہوئی۔۔۔<sup>۱۲۳</sup>

### بذل المجہود کی تالیف:

تالیف کے سلسلہ میں مولانا محمد زکریا صاحب کے ترقی اور بلندی کا جو پیش خیمہ بنی وہ ہے ”بذل المجہود“ کی تالیف میں آپ کی شرکت۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ایک عرصہ سے ابوداؤد شریف کی شرح لکھنے کے بارے میں سوچ رہے تھے مگر مشاغل و مصروفیات نے اس کام کا موقع نہ آنے دیا۔ ۱۳۳۵ھ میں جب کہ مولانا محمد زکریا صاحب دورہ حدیث سے فارغ ہو کر مظاہر علوم میں مدرس ہوئے۔

مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے آپ کو اور آپ کے رفیق مولانا حسن احمد مرحوم کو اپنے درس ترمذی میں شرکت کا حکم فرمایا۔ درس کو شروع ہوئے ابھی دو مہینے گزرے تھے کہ مولانا نے ان دونوں حضرات کی علمی استعداد کا اندازہ کر لیا اور ان کی معاونت سے ابوداؤد شریف کی شرح لکھنے کا داعیہ از سر نو تازہ ہوا۔

مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں:

”میرا اور حسن احمد مرحوم کا یہ معمول تھا کہ سبق کے بعد ہم دونوں حضرت کے پیچھے پیچھے دارالطلباء سے مدرسہ قدیم تک آتے۔ حضرت قدس سرہ دو ماہ کے بعد حسب معمول دارالطلباء سے تشریف لارہے تھے اور ہم دونوں پیچھے تھے مدرسہ قدیم کے قریب ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو کر یوں ارشاد فرمایا کہ ساری عمر یہ تمننا رہی کہ ابوداؤد شریف پر کچھ لکھوں اور کئی دفعہ شروع بھی کیا مگر پورا نہ ہو سکا۔ حضرت گنگوہی صاحب کی حیات میں ہمیشہ یہ تقاضا رہا کہ لکھوں اور جو اشکال ہو گا وہ حضرت سے پوچھتا رہوں گا۔ حضرت کے بعد طبیعت سرد ہو گئی لیکن پھر خیال ہوا ہمارے مولانا یحییٰ صاحب تو با حیات ہیں جہاں اشکال ہو گا ان سے الجھتے رہیں گے مگر ان کے انتقال پر تو خیال بالکل نکل گیا تھا۔ اب یہ خیال ہے کہ اگر تم دونوں میری مدد کرو تو شاید لکھ سکوں۔“

حضرت کا ارشاد صحیح تھا اس لیے کہ میں نے خود حضرت کے مسودات میں ایک مسودہ دیکھا تھا جس پر حل المعقود فی ابی داؤد مرۃ ثالثہ کا لفظ لکھا ہوا تھا۔<sup>۱۲۴</sup>

### بذل المجہود کی تالیف کا طریقہ:

بذل کی تالیف کا طریقہ یہ تھا کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب کتابوں سے متعلقہ مضامین تلاش کرنے کے لیے مولانا محمد زکریا صاحب کی رہنمائی فرما دیتے۔ مولانا مضامین کو تلاش کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیتے اور حضرت ان پر غور فرما کر مناسب ترتیب سے مولانا کو املا کر دیتے۔ گویا کتابوں کی مراجعت، مضامین کی تلاش سے لے کر کتاب کی تسوید و تحریر تک مولانا محمد زکریا صاحب کے ذمہ تھی۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بذل المجہود کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

واعانتی علیہ بعض احبابی خصوصا منهم عزیزى وقره  
 عینى وقلبى الحاج الحافظ المولوى محمد زکریا بن مولانا الحافظ  
 المولوى محمد یحیی الكاندھلوى رحمة الله تعالى فانى كنت لا اقدر  
 على الكتابة ولا على التتبع لرعشة حدثت فى یدى وضعف فى  
 دماغى وبصرى فكنت املئ علیه وهو یکتب ویتتبع المباحث  
 المشکلة من مقامها فسهل على املا ئها فشکر الله سعيه واحسن جزائه  
 وما بذل فيه من جهده واکرم الله تعالى بعلومه الباطنة والظاهرة  
 النافعة فى الدنيا والآخرة وبالأعمال المبرورة المتقبلة الزاهرة

اور اس تالیف میں میرے بعض احباب نے میری اعانت کی خصوصاً میرے  
 عزیز اور میری آنکھ اور دل کی ٹھنڈک الحاج حافظ مولوی محمد زکریا بن مولانا حافظ مولوی  
 محمد یحییٰ کاندھلوی نے چنانچہ میں ہاتھ پر عرشہ کی تکلیف کی وجہ سے خود لکھنے پر اور ضعف  
 دماغ اور ضعف بصر کی بناء پر مضامین کی تتبع تلاش پر قادر نہیں تھا اس لیے میں املا کراتا تھا  
 اور عزیز موصوف لکھتے رہے مشکل مباحث کو ان کے مقامات سے تلاش کرتے رہے جس  
 کی وجہ سے مجھے انکا املا کرانا آسان ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور  
 اس سلسلہ میں انھوں نے جو محنت و مشقت برداشت کی ہے اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدلہ  
 عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں علوم باطنہ اور علوم ظاہرہ و نافعہ کے ساتھ نیز  
 اعمال حسنہ مقبولہ کے ساتھ ان کو سرفراز فرمائیں۔<sup>۱۲۵</sup>

مولانا محمد زکریا صاحب کو بذل کے تالیفی کام میں کتنا انہماک تھا اس کا اندازہ ان کی اپنی تحریر سے

ہوتا ہے مولانا لکھتے ہیں:

”اس ناکارہ کا وہ زمانہ درحقیقت طلب علم کا تھا۔ بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین  
 گھنٹے سے زیادہ سونا نہیں ہوتا تھا اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی



کھانی یاد نہیں رہی۔ مہمانوں کا هجوم اس زمانے میں میرے پاس نہیں ہوتا تھا۔ البتہ طلباء ساتھ کھانے والے ہوتے تھے۔ ان سے کہہ دیتا تھا کہ تم کھالو میرا انتظار نہ کرو۔ عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا اس وقت یاد آتا کہ دوپہر کی روٹی نہیں کھائی اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے چھوٹ گیا تھا میں، پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گذر جاتے تھے۔<sup>۱۲۶</sup>

### بذل المجہود کی تکمیل:

بذل المجہود کی تالیف کا آغاز ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں ہوا تھا لیکن ۱۳۴۴ھ تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی تھی۔ اب تک تقریباً ساڑھے تین جلدیں لکھی گئی تھیں اسی سال مولانا سہارنپوری نے حج کا ارادہ فرمایا اور مناسک حج سے فراغت کے بعد حضرت سہارنپوری مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور مولانا محمد زکریا صاحب کی رفاقت میں بذل المجہود کی تکمیل ہوئی۔

مولانا محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں:

”ہندوستان کے قیام میں نو سال اور کچھ مہینوں میں بذل المجہود کی ساڑھے تین جلدیں لکھیں گئیں اور مدینہ پاک میں ۸ ماہ میں ڈیڑھ جلدیں پوری ہو گئی ہو گئیں اور ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ یوم چہار شنبہ بوقت تقریباً نو بجے ہندی، بذل المجہود کا اختتام ہوا اور حضرت کو اتنی مسرت تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور ۲۳ شعبان جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد مدرسہ شرعیہ میں حضرت قدس سرہ نے بڑی طویل دعوت علماء مدینہ کی کی جس کے دعوت نامے بھی طبع کرائے۔“<sup>۱۲۷</sup>

### فہرست تصانیف مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی

ذیل میں مولانا زکریا صاحب کی تالیفات حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جاتی ہیں۔

- |                              |                              |
|------------------------------|------------------------------|
| (۱) الابواب والتراجم للبخاری | (۲) الاعتدال فی مراتب الرجال |
| (۳) آپ بیتی (۷ حصوں میں)     | (۴) اختلاف الائمہ            |

(۵) اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ (۶) اضافہ براشکال اقلیدس

(۷) اکابر علماء دیوبند (۸) اکابر کارمضان

(۹) اوجز المسالک شرح موطا امام مالک

(ت)

(۱) تاریخ مظاہر علوم

(۲) تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

(۳) تحفۃ الاخوان فی بیان تجوید القرآن (۴) تقریر نسائی شریف

(۵) تلخیص البذل (۶) تین مکتوبات مع اضافات

(۷) تاریخ مشائخ چشت (۸) تقریر بخاری شریف

(۹) تقریر مشکوٰۃ شریف (۱۰) تلخیص المؤلفات والمؤلفین

(ج)

(۱) جزء اختلافات الصلوٰۃ (۲) جزء افضل الاعمال

(۳) جزء النکحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴) جزء حجۃ الودع و عمرات صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) جزء روایات الاستحاضہ (۶) جزء صلوٰۃ الخوف

(۷) جزء طرق المدینہ (۸) جزء المہمات فی الاسانید والروایات

(۹) جزء مکفرات الذنوب (۱۰) جزء وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۱) جزء تخریج حدیث عائشہ فی بریرہ (۱۲) جامع اختلافات الصلوٰۃ

(۱۳) جزء الاعمال بالنیات (۱۴) جزء امراء المدینہ

(۱۵) جزء الجہاد (۱۶) جزء رفع الیدین

(۱۷) جزء صلوٰۃ الاستسقاء (۱۸) جزء صلوٰۃ الکسوف

(۱۹) جزء المناط (۲۰) جزء المعراج

(۲۱) جزء ملقط المرقات (۲۲) جزء اولیات القیامہ

(ح)

- |     |                   |     |                             |
|-----|-------------------|-----|-----------------------------|
| (۱) | حکایات صحابہ      | (۲) | حواشی الاشامہ فی اشرط اساعۃ |
| (۳) | حواشی بذل المجہود | (۴) | حواشی مسلسلات               |
| (۵) | حواشی اصول الشاشی | (۶) | حواشی کلام پاک              |
| (۷) | حواشی ہدایہ       |     |                             |

(خ)

- (۱) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی

(د)

- (د) داڑھی کا وجوب

(ر)

- |     |                            |     |                              |
|-----|----------------------------|-----|------------------------------|
| (۱) | رسالۃ التقدیر              | (۲) | رسالہ در احوال قراء سبعہ     |
| (۳) | رسالہ مجددین ملت           | (۴) | رسالہ نسبت اجازت             |
| (۵) | رسالہ اسٹرائک              | (۶) | رسالہ قرائند حسینی           |
| (۷) | رسالہ معمولات برائے طالبین | (۸) | رسالہ نصائح حج و مکتوب گرامی |

(س)

- (۱) سیرت صدیق رضی اللہ عنہ

(ش)

- |     |              |     |                |
|-----|--------------|-----|----------------|
| (۱) | شرح الفیہ    | (۲) | شرح سلم العلوم |
| (۳) | شذرات الحدیث | (۴) | شرح جزری       |

(ض)

(۱) ضمیمہ خوان خلیل

(ف)

(۱) فتنہ مودودیت (۲) فضائل تجارت

(۳) فضائل درود شریف (۴) فضائل صحابہ

(۵) فضائل عربی زبان (۶) فضائل نماز

(۷) فضائل تبلیغ (۸) فضائل حج

(۹) فضائل ذکر (۱۰) فضائل صدقات

(۱۱) فضائل قرآن

(ق)

(۷۶) قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم

(ک)

(۱) الکوکب الدرّی علی جامع الترمذی

(ل)

(۱) لامع الدراری علی صحیح البخاری

(م)

(۲) مختصات المشکوٰۃ (۳) مشرقی کا اسلام

(۴) مشائخ تصوف (۵) معارف الشیخ

(۶) معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی

(۷) معجم الصحابہ التي اخرج عنهم ابوداؤد الطیالسی فی مسنده

(۸) معجم المسند للامام احمد (۹) مقدمہ بذل المجہود

- |                         |                          |
|-------------------------|--------------------------|
| (۱۰) مقدمہ ترمذی شریف   | (۱۱) مقدمہ طحاوی شریف    |
| (۱۲) مقدمہ علم حدیث     | (۱۳) مکتوبات تصوف        |
| (۱۴) موت کی یاد         | (۱۵) مقدمہ ابن ماجہ شریف |
| (۱۶) مقدمہ اکمال الشیم  | (۱۷) مقدمہ بخاری شریف    |
| (۱۸) مقدمہ ارشاد الملوک | (۱۸) مقدمہ شمائل ترمذی   |
| (۱۹) مکتوبات بنام اکابر | (۲۰) مکتوبات علمیہ       |
| (۲۱) میری محسن کتابیں   |                          |

(ن)

(۱) نظام مظاہر العلوم

(و)

(۱) الوقائع والدہور

## حوالہ جات

- ۱۔ تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی، ج: ۳، ص: ۲۴۷، دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد، ۱۳۲۰ء
- ۲۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ص: ۵۸-۴۵۷، قاہرہ، ۱۹۳۱ء
- ۳۔ تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۲۶۷
- ۴۔ تاریخ فرشتہ اردو ج: ۱، ص: ۱۰۴، اردو ترجمہ مکتبہ ملت دیوبند، ۱۹۸۳ء
- ۵۔ نفس مصدر ص: ۱۲۷ حوالہ بالا
- ۶۔ حدائق حنفیہ فقیر محمد، ص: ۲۳ مطبع منش نول کشور، لکھنؤ ۱۹۰۶ء
- ۷۔ فوائد الفواد امیر حسن اردو ترجمہ، صفحات: ۱۵۳-۱۵۲، نول کشور، لکھنؤ ۱۸۹۴ء
- ۸۔ نفس مصدر // ص: ۱۳۷ حوالہ بالا
- ۹۔ نفس مصدر // ص: ۱۳۲-۹۹ حوالہ بالا
- ۱۰۔ نزہۃ الخواطر عبدالحی حسنی ص: ۹، حیدرآباد، ۱۳۵۰ھ
- ۱۱۔ تاریخ کشمیر خواجہ اعظم شاہ ص: ۳۷-۳۶، مطبوعہ لاہور، ۱۳۰۳ھ، فرشتہ ج: ۲، ص: ۳۲۹
- ۱۲۔ نزہۃ الخواطر عبدالحی حسنی ص: ۹۰-۸۹ حوالہ بالا
- ۱۳۔ پیچ نامہ ص: ۸۵-۸۳ مطبع موجود نہیں
- ۱۴۔ نفس مصدر ص: ۱۰۶
- ۱۵۔ ماہنامہ معارف ج: ۲۲، شمارہ: ۴، ص: ۲۵۶، دارالمصنفین، اعظم گڑھ
- ۱۶۔ سفرنامہ ابن بطوطہ، نفیس احمد اردو ترجمہ، ص: ۷۰۲، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۱ء
- ۱۷۔ تاریخ فرشتہ اردو ج: ۱، ص: ۳۰۲ حوالہ بالا
- ۱۸۔ الضوء اللامع ج: ۳، ص: ۲۲۲ - علامہ سخاوی، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۵۳ھ
- ۱۹۔ النور السافر عبدالقادر العبدروسی ص: ۲۰۳-۲۰۲، بغداد، ۱۹۳۴ء، الضوء اللامع، ج: ۷، ص: ۲۷۸
- ۲۰۔ اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) عبدالحق دہلوی، مترجم: اقبال احمد، ص: ۴۲۶، دارالاشاعت بندر روڈ، کراچی، ۱۹۶۳ء
- ۲۱۔ منتخب التواریخ: عبدالقادر بدایونی، ج: ۳، ص: ۱۲۹، کالج پریس کلکتہ، ۱۸۶۹ء

- ۲۲ نفس مصدر: ج: ۳، ص: ۱۲۹
- ۲۳ اخبار الاخیار (اردو ترجمہ)، ص: ۴۲۹، تاریخ علماء ہند، ص: ۳۳۸
- ۲۴ نفس مصدر: ص: ۴۲۹
- ۲۵ مجمع بحار الانوار: طاہر پٹنی، ج: ۱، ص: ۳، نول کشور، لکھنؤ، ۱۳۱۴ھ
- ۲۶ مراۃ احمدی: ج: ۲، ص: ۷۷، نواب علی، ضمیمہ، بمبئی ۱۹۲۴ء
- ۲۷ حدائق حنفیہ: ص: ۴۱۷، تذکرہ علماء ہند، ص: ۸۸
- ۲۸ نزہۃ الخواطر: ج: ۶، ص: ۲۲۲
- ۲۹ تذکرہ کمالان رام پور: احمد علی شوق، ص: ۳۸۹، دہلی ۱۹۲۹ء
- ۳۰ حدائق حنفیہ: ص: ۴۱۹، خزینۃ الاصفیاء، ج: ۱، ص: ۶۳۹
- ۳۱ نفس مصدر: ص: ۴۲۴، معارف، ج: ۲۳، ش: ۶، ص: ۴۲۳
- ۳۲ معارف: ج: ۲۳، ش: ۶، ص: ۴۲۳
- ۳۳ حدائق حنفیہ: ص: ۷۲-۷۱، مقدمہ اوجز المسالک، ص: ۴۲-۴۳
- ۳۴ نفس مصدر: ص: ۴۹۱، مقدمہ اوجز المسالک، ص: ۴۲
- ۳۵ اخبار الاخیار: ص: ۱۵-۱۱ ملخصاً
- ۳۶ حدائق حنفیہ: ص: ۴۱۸، تذکرہ علماء ہند، ص: ۵۳۴
- ۳۷ تذکرہ علماء ہند: رحمان علی، ص: ۲۱۸، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء
- ۳۸ معارف: ج: ۲۲، ش: ۴، ص: ۲۶۹، اعظم گڑھ
- ۳۹ تذکرہ علماء ہند: ص: ۲۱۸، تذکرہ کمالان رام پور، احمد علی شوق، ص: ۱۵۹
- ۴۰ نفس مصدر: ص: ۵۰۰، حدائق حنفیہ، ص: ۴۲۱، تاریخ کشمیر، ص: ۱۳۸
- ۴۱ تاریخ کشمیر: ص: ۱۰۳
- ۴۲ حدائق حنفیہ: ص: ۹-۴۰۸، تذکرہ علماء ہند، ص: ۱۷۲
- ۴۳ نفس مصدر: ص: ۲۲۳-۲۲۴، تاریخ کشمیر، ص: ۱۷۶

- ٢٢ نفس مصدر: ص: ٣٣٥، تذکرہ علماء ہند، ص: ٣٥٨
- ٢٣ تذکرہ علماء ہند: ص: ٣٠٣
- ٢٤ حدائق حنفیہ: ص: ٣٣٤، حیات جلیل، ص: ١٣٣۔ مقبول احمد، الہ آباد ١٩٢٠ء
- ٢٥ نفس مصدر: ص: ٣٣٥، سبحة المرجان، آزاد، ص: ١١٨۔ بمبئی ١٣٠١ھ
- ٢٦ تذکرہ علماء ہند: ص: ٣٦٢
- ٢٧ معارف العوارف: عبدالحی حسنی
- ٥٠ نزہۃ الخواطر: عبدالحی حسنی، ج: ٦، تذکرہ حسین ہروی، تذکرہ علماء ہند، ص: ١٦٦
- ٥١ تذکرہ علماء ہند: ص: ٣٤٣
- ٥٢ نفس مصدر: ص: ٣٤٣، نزہۃ الخواطر، ج: ٦، تذکرہ محمد بن جعفر، ص: ٣٩٠
- ٥٣ نفس مصدر: ص: ٣٤٣
- ٥٤ نزہۃ الخواطر: ج: ٦، ص: ٣٣٦
- ٥٥ نفس مصدر: ج: ٦، تذکرہ نعیم بن فیض، ص: ٣٩٠
- ٥٦ نفس مصدر: تذکرہ محمد اکرم بن عبدالرحمن سندھی، ص: ٣٣٥
- ٥٧ معارف العوارف: شرح تلاشیات بخاری
- ٥٨ تراجم علماء حدیث ہند: امام خاں، دہلی، ١٩٣٨ء
- ٥٩ نزہۃ الخواطر: ج: ٦، ص: ٣٠، حدائق حنفیہ، ص: ٣٣٣
- ٦٠ نفس مصدر: ج: ٦، ص: ٣٩٠، حدائق حنفیہ، ص: ٣٣٣
- ٦١ نفس مصدر: ج: ٦، ص: ٢٥٩، دائرة المعارف، حیدرآباد، ١٣٤٢ھ
- ٦٢ تذکرہ علماء ہند: ص: ٣٥٠، نزہۃ الخواطر، حوالہ بالا، ج: ٤
- ٦٣ حدائق حنفیہ: ص: ٣٥١، نزہۃ الخواطر، ج: ٦
- ٦٤ تذکرہ علماء ہند: ص: ٥٣٢
- ٦٥ حدائق حنفیہ: ص: ٣٦٥



- ۶۶ علماء ہند کا شاندار ماضی، مولانا سید محمد میاں صاحب، ج: ۲، ص: ۵۲-۴۲، ایم برادرز، کتابستان، دہلی  
تذکرہ علماء ہند: ص: ۳۰۲
- ۶۷ مقدمہ اوجز المسالک: ص: ۴۶-۴۵
- ۶۸ نفس مصدر: ص: ۴۳
- ۶۹ نفس مصدر: ص: ۴۵
- ۷۰ حدائق حقیقہ: ص: ۹۲-۹۱
- ۷۱ حالات مشائخ کاندھلہ: احتشام الحسن، ص: ۱۹، ادارہ اشاعت دینیات، دہلی
- ۷۲ نفس مصدر: ص: ۵۰، تذکرہ مولانا محمد یوسف، ص: ۲۲، مفتی عزیز الرحمن، مطبوعہ، بجنور
- ۷۳ نفس مصدر: ص: ۲۰
- ۷۴ نفس مصدر: ص: ۲۴
- ۷۵ نفس مصدر: ص: ۲۶
- ۷۶ نفس مصدر: ص: ۲۷، تذکرہ مولانا یوسف، ص: ۲۲
- ۷۷ نفس مصدر: ص: ۱۳۴
- ۷۸ نفس مصدر: ص: ۱۴۴
- ۷۹ نفس مصدر: ص: ۱۶۷
- ۸۰ نفس مصدر: ص: ۱۷۰
- ۸۱ نفس مصدر: ص: ۱۷۴
- ۸۲ نفس مصدر: ص: ۱۷۸
- ۸۳ نفس مصدر: ص: ۱۸۰
- ۸۴ نفس مصدر: ص: ۱۸۲
- ۸۵ نفس مصدر: ص: ۱۸۵
- ۸۶ نفس مصدر: ص: ۱۸۷

- ۸۷ نفس مصدر: ص: ۱۹۰
- ۸۸ نفس مصدر: ص: ۱۹۵
- ۸۹ نفس مصدر: ص: ۱۹۶
- ۹۰ نفس مصدر: ص: ۱۹۷
- ۹۱ نفس مصدر: ص: ۲۰۱
- ۹۲ نفس مصدر: ص: ۲۰۲
- ۹۳ نفس مصدر: ص: ۲۰۶
- ۹۴ نفس مصدر: ص: ۲۰۶
- ۹۵ نفس مصدر: ص: ۲۰۸
- ۹۶ نفس مصدر: ص: ۲۰۹، ولی کامل، ص: ۵۸، مفتی عزیز الرحمن، مدنی دارالتالیف، بجنور، ۱۹۷۰ء
- ۹۷ نفس مصدر: ص: ۲۱۷، ولی کامل، ص: ۵۹
- ۹۸ نفس مصدر: ص: ۲۲۰، ولی کامل، ۶۲
- ۹۹ حالات مشائخ کاندھلہ: ص: ۶-۵
- ۱۰۰ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی: ابوالحسن ندوی، ص: ۵۰-۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلام ۳۷
- گوئن روڈ لکھنؤ، ۲۰۰۳
- ۱۰۱ آپ بیتی نمبر ۲: محمد زکریا، ص: ۹۱-۹۰، مطبوعہ کتب خانہ تحوی سہارنپور، ترتیب جدید مولانا عبداللہ
- ۱۰۲ نفس مصدر: ص: ۹۴
- ۱۰۳ نفس مصدر: ص: ۹۷
- ۱۰۴ نفس مصدر: ص: ۹۹
- ۱۰۵ نفس مصدر: ص: ۱۰۲-۳
- ۱۰۶ نفس مصدر: ص: ۱۱۴
- ۱۰۷ آپ بیتی نمبر ۱: ص: ۵۴

- ۱۰۸۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۵
- ۱۰۹۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۶
- ۱۱۰۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۹
- ۱۱۱۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۲
- ۱۱۲۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۴
- ۱۱۳۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۷
- ۱۱۴۔ نفس مصدر: ص: ۱۴۱
- ۱۱۵۔ نفس مصدر: ص: ۱۴۲
- ۱۱۶۔ نفس مصدر: ص: ۱۴۳-۱۴۴
- ۱۱۷۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۹
- ۱۱۸۔ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات: مولانا شاہد، سہارنپور
- ۱۱۹۔ آپ بیتی نمبر: ص: ۱۲۹-۱۳۰
- ۱۲۰۔ مقدمہ تقریر بخاری اردو: ص: ۲۰
- ۱۲۱۔ آپ بیتی نمبر ۵: ص: ۵۸۳
- ۱۲۲۔ تاریخ مظاہر العلوم: محمد شاہد، ج: ۲، ص: ۱۰۷، مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور
- ۱۲۳۔ آپ بیتی نمبر ۲: ص: ۱۶۴-۱۶۵
- ۱۲۴۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۰
- ۱۲۵۔ مقدمہ بذل الجہود: ص: ۲، مطبوعہ سہارنپور
- ۱۲۶۔ آپ بیتی نمبر ۲: ص: ۱۶۷
- ۱۲۷۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی: ج: ۱، ص: ۱۷۹ مولانا محمد یوسف متالا، کتب خانہ تکیوی،

# باب دوم

مولانا محمد زکریا  
خدمات حدیث کے چند پہلو

## فصل اوّل

### مولانا محمد زکریا کی تدریس حدیث کی خصوصیات

مولانا محمد زکریا صاحب کو حق تعالیٰ نے فہم حدیث میں ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے انھیں مدرسہ مظاہر العلوم کا شیخ الحدیث نامزد کیا جب وہ اپنی عمر کے تیسویں سال میں تھے اور ۱۳۲۶ھ سے لے کر ۱۳۸۸ھ تک بیالیس سال اسی منصب پر فائز رہ کر ہزاروں تشنگان علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے اور مشترکہ ہندوستان میں شیخ الحدیث کے لقب سے جانے گئے اور جانے جاتے ہیں۔

ان کے درس کی بعض اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

ابتدائی سالوں میں تو مولانا کا درس انتہائی مفصل ہوتا رہا لیکن جوں جوں طلباء کی استعداد اور قویٰ میں انحطاط آتا گیا آپ کی درسی تقریر مختصر ہوتی رہی جیسا کہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے والد صاحب سے اپنے بچپن میں بار بار ایک فقرہ سنا اور اپنے دور میں اس کا خوب مشاہدہ کیا۔ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ معلوم نہیں کہ ایک رمضان میں کیا تغیر ہو جاتا ہے کہ دو سال کے دورہ والوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ اپنے پچاس سالہ تدریس حدیث کے دور میں مشاہدہ بھی کر لیا، حدیث پڑھانے کے ابتدائی دور میں بعض بعض طلباء ایسے اچھے اشکالات کیا کرتے تھے کہ جی خوش ہو جاتا تھا، لیکن انتہا میں بعض دفعہ درمیان میں تقریر کو اس لیے چھوڑنا پڑتا تھا کہ مخاطبین میں سے کوئی اس کو سمجھ نہیں رہا تھا۔“

آپ کا درس عشق نبوی ﷺ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے اوصاف و کمالات کے ذکر پر انتہائی سوز و گداز سے کلام فرماتے جس کا اثر پورے مجمع پر ہوتا تھا اور حاضرین تک پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ خصوصاً مرض الوفات کی حدیث جس وقت پڑھتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج ہی سانحہ ارتحال پیش آیا ہے۔

آپ کے درس میں جملہ سلف، ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام کے ساتھ انتہائی ادب و عظمت کا معاملہ رہتا تھا۔ جس محدث یا فقیہ پر رد کرنا ہوتا اس کا اسم گرامی انتہائی عظمت کے ساتھ لیتے۔ مثلاً حافظ ابن حجرؒ کے متعلق فرماتے کہ حنفیہ کے رجال اور ان کے مذہب کے موافق دلیلوں سے اس طرح آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں جیسے انہیں خبر ہی نہ ہو۔ حالاں کہ اسی راوی یا روایت کو اپنی کتاب میں دوسری کسی ایسی جگہ بطور استدلال ذکر فرماتے ہیں جہاں حنفیہ کو کوئی خاص فائدہ نہ پہنچتا ہو۔ حافظ ابن حجرؒ کے متعلق یہ سب کچھ دلیل کے ساتھ فرمانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے کہ ان سب کے باوجود ہم حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں پر حافظ صاحب کا جتنا احسان ہے اور کسی کا نہیں۔<sup>۱</sup>

ائمہ کے مذاہب کی تحقیق اور ان کے دلائل خصوصاً احناف کے مسلک کے دلائل کو تفصیل سے بیان فرماتے۔ اگر حدیث حنفیہ کے مسلک کے بظاہر خلاف نظر آتی تو اس کی ایسی تو جیہات نقل فرماتے کہ مسلک حنفیہ حدیث سے اقرب نظر آنے لگتا۔

اکثر اہم مسائل میں بطور خلاصہ نشان دہی فرمادیتے کہ اس میں پانچ یا سات یا دس اسباب ہیں۔ پھر ہر ایک کی قدرے تفصیل فرماتے۔ ان میں جس کو امام بخاری نے چھیڑا ہوتا اس کی مزید تشریح فرماتے۔ امام بخاریؒ محدث ہونے کے باوجود بلند پایہ فقیہ و مجتہد بھی تھے۔ ان کی مجتہدانہ شان جامع صحیح کے تراجم ابواب میں پنہاں ہے۔ تراجم ابواب کا مقصد، ابواب کے درمیان باہمی مناسبت اور باب کے تحت لائی جانے والی حدیثوں سے ان کی مطابقت ہر دور میں مشکل سمجھی گئی۔ شیخ کو کثرت ممارست اور خدا داد ذکاوت کی بناء پر ان تراجم کے دقائق و معارف کی معرفت میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ بلکہ مجموعی طور پر مولانا نے کچھ اصول متعین فرمائے ہیں جن کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے۔ یہ اصول ”الابواب و التراجم“ میں مذکور ہیں۔ ان اصول کی روشنی میں شیخ جب ابواب و احادیث میں مناسبت بیان فرماتے تو بات بآسانی سمجھ

میں آجاتی۔

بعض تراجم پر سارے شراح خاموش ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث فرماتے تھے کہ امام موصوف کا کوئی ترجمہ دقت نظر سے خالی نہیں۔ مثلاً امام موصوف کا ترجمہ ”باب الصلوٰۃ الی الحربۃ“ پر سارے شراح خاموش ہیں، مگر شیخ کی دور رس نگاہ نے یہاں بھی امام بخاری کی شایان شان ایک لطیف توجیہ حضرت گنگوہی کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے وہ یہ کہ چونکہ زمانہ جاہلیت میں ہتھیاروں کی پرستش ہوتی تھی، اس لیے اس ترجمہ سے امام موصوف اس وہم کو دور فرما رہے ہیں کہ نیزہ کو سترہ بنانے میں حرج نہیں ہے۔

حدیث پاک کے بعض الفاظ اور بعض جملے ایسے ہیں کہ ان کا مطلب لب و لہجہ اور صورت واقعہ کی مثالی صورت بنائے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لیے بھی اس فن کو کسی ماہر فن استاذ سے پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت شیخ ان الفاظ اور جملوں کو اسی طرح پڑھ کر سناتے اور جہاں مثالی صورت بنانے کی ضرورت ہوتی وہاں عملی صورت بنا کر دکھاتے، مثلاً بخاری ۶۹/۱ پر و وضع یدہ الیمنی علی الیسری و شبک بین اصابعہ و وضع خدہ الایمن علی ظہر کفہ الیسری بغیر صورت مثالی بنائے ہوئے محض الفاظ سے مطلب ذہن میں نہیں آسکتا۔ اس کو خصوصیت سے عمل کر کے طلبا کو دکھاتے۔

فاستو صوا بہم خیراً کے بموجب مہماناں رسول ﷺ کی خیر خواہی اور نفع رسانی ہر وقت پیش نظر رہتی۔ آپ جو اہر شناس شخصیت کے مالک تھے۔ بعض ذہین اور محنتی طلبا جن میں شیخ محسوس کرتے کہ یہ آگے چل کر کچھ کر سکتے ہیں ان کو اس کے علاوہ خصوصیت سے اپنے قریب بلاتے۔ افادات سے نوازتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، تربیت اور علمی رہنمائی میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے کئی ایک نے قابل رشک نمایاں کارنامے انجام دیے۔

**مولانا محمد زکریا کے افادات بخاری بوقت تدریس بخاری:**

مولانا محمد زکریا صاحب ۴۲ سال تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ ظاہر ہے کہ مسلسل مطالعے نے ان کی فکر کو صیقل بنا دیا تھا۔ چنانچہ اسی مسلسل مطالعے کی وجہ سے فہم حدیث خصوصاً تفہیم و فہم بخاری میں ان کو علماء کے مابین ایک نمایاں امتیاز حاصل ہو گیا تھا۔ وہ تدریس بخاری کے دوران ایسی علمی

بحثیں اور افادات طالبین علم تک پہنچاتے جو عموماً منفرد اور ممتاز ہوا کرتی تھیں۔ ہم ذیل میں بطور نمونہ حضرت کے درسی افادات بخاری کی چند مثالیں نقل کرتے ہیں:

### باب الضجعة على الشق الأيمن:

عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى ركعتي  
الفجر اضطجع على شقه الأيمن - ۵

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو داہنے کروٹ پر لیٹ جاتے۔

اس لیٹنے کو ابن حزم نے واجب کہا ہے۔ بلکہ اس کو فرائض کی طرح بتایا ہے اور امام مالک اور بعض صحابہ نے اس کو بدعت کہا ہے اور اس کو بدعت اسی وجہ سے کہا کہ جب ایک مباح چیز کو یا مندوب کو واجب کا درجہ دے دیا جاوے تو وہ چیز مکروہ اور ناجائز ہو جاتی ہے۔ امام احمد اس کو مستحب کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ لینا فرض اور سنت کے درمیان فصل کے لیے ہے اور احناف کے نزدیک یہ استراحت کے لیے ہے اور روایت اسی کو راجح قرار دیتی ہے۔ کیوں کہ دو طرح کا لیٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے۔ ایک تہجد کے بعد اور ایک فجر کی سنت کے بعد تو یہ لینا استراحت کے لیے ہے اور صوفیاء کے نزدیک چونکہ الصلوۃ معراج المؤمنین ہے اور روایات میں ہے المصلی نباحی ربہ، اور اخیر شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے تو اللہ جل شانہ کا نزول اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا (عبادت کے ذریعہ سے) عروج، یہ ایسی چیز تھی کہ ملکوتیت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے اس جلال کی (صحابہ کرام) تاب نہ لاسکتے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر زمین پر لیٹ جاتے تاکہ ارضیت پیدا ہو جائے، تاکہ خدام زیارت اور کلام کی تاب لاسکیں۔ ۶

### باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف:

عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اقيموا صفوفكم فاني اراكم من وراء ظهري وكان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه



بقدمہ - ۷

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں برابر رکھو میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ صف میں اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور کندھا کندھے سے ملا دیتا۔

یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے پیچھے کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ یہ قول میرے نزدیک ضعیف ہے۔ (۲) جو پہلے قول سے بھی اضعف ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں پیچھے دو آنکھیں تھیں۔ بلکہ اس کو تو لغو بھی کہہ سکتا ہوں۔ اس لیے کہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ (۳) بعضوں نے کہا دیوار آئینہ کا حکم رکھتی ہے جیسے موٹر میں آئینہ ہوتا ہے کہ پیچھے کی موٹر کا حال معلوم ہو جائے۔ (۴) التفات فرما کر دیکھتے تھے۔ (۵) جو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ میرے نزدیک زیادہ اچھا قول ہے۔ جمہور تو اس کو مانتے نہیں وہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ جنت میں رویت باری تعالیٰ ہوگی اور جنت میں مومن کی آنکھوں میں وہ قوت ہوگی جو جنت سے بالاتر ہوگی۔ تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ کے طور پر دنیا میں (وہ قوت) عطاء کر دی گئی تو کیا حرج ہے۔ نیز جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے ہیں تو اس قوت کے پھر چھننے کا کیا مطلب اگرچہ یہاں اس میں بھی اختلاف ہے کہ (معراج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی رویت ہوئی یا نہیں۔ میرے نزدیک بہت قوی قول یہ ہے کہ رویت ہوئی ہے اگرچہ امام رازی کے نزدیک یہ قول اضعف ہے۔<sup>۱</sup>

۸-۷۸۵۹

باب عقد الشیطان علی تافیة الرأس إذا لم یصل باللیل:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقعد الشیطان علی تافیة راس احدکم اذا هو نام ثلاث عقد یشرب عند کل عقدۃ علیک لیل طویل فاوقد فان استقیظ فذكر الله انحلت عقدۃ فان توضا انحلت عقدۃ فان صلی انحلت عقدۃ فأصبح نشیطاً

طیب النفس والا اصبح خبیث النفس کسلان۔<sup>۹</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی (رات کو) سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے (جادو کی گرہیں) اور ہر گرہ پر یہ افسوس پھونک دیتا ہے کہ بڑی رات پڑی ہے سو جا، پھر اگر آدمی جاگا، اور اللہ کی یاد کی تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کرے تو دوسری کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھے تو آدمی صبح کو خوش مزاج رہتا ہے ورنہ صبح کو ست مزاج رہتا ہے۔

نماز سے کون سی نماز مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عشاء مراد ہے۔ اس صورت میں تہجد سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ گرہیں لگتی ہوئی بھی اور کھلتی ہوئی بھی نظر آئیں اور شاہ صاحب کو کب نوبت آئی ہوگی کہ عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے وہ گرہ کھل جاتی ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ نماز نہ پڑھے تو باقی رہتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد دو رکعت مختصر نماز پڑھتے تھے تا کہ وہ گرہ جلدی سے کھل جاوے اور بقیہ نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہو کر پڑھی جاوے۔

جادو بکثرت بالوں میں ہوا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں بھی کیا گیا۔ اس لیے بچے کے پہلے بال زمین کھود کر گاڑ دیئے جاتے ہیں اور شیطان کے لیے چھوٹے بالوں میں بھی گرہ لگانا مشکل نہیں۔ نیز عقدہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے مذکورہ صورت میں عقدہ سے مراد حقیقتاً گرہ لگانا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مجاز مراد ہے کہ تین گرہ سے مراد سہ آتش ہے جیسے ماء اللحد سہ آتش کہ تین دفعہ اس کا عرق پکایا گیا ہو اور شیطان ہر عقدہ پر علیک لیل طویل افسون پڑھتا ہے۔<sup>۱۰</sup>

**باب الامر باتباع الجنائز أمرنا بسبع :**

عن البراء بن عازب قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسبع

ونہانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعیادة المریض ونہانا عن  
آنیة الفضة وخاتم الذهب والحریر والدیباچ والقسی والاستبرق۔<sup>۱۱</sup>  
ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ہم کو سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا آپ نے حکم دیا جنازوں  
میں جانے کا، بیمار کی عیادت کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پورا کرنے کا، سلام  
کا جواب دینے کا، چھینکنے والے کے لیے دعا کرنے کا اور آپ نے منع فرمایا چاندی کے  
برتن، سونے کی آنگوٹھی، خالص ریشمی کپڑے، اور دیباچ، قسی اور استبرق سے۔

ان سات میں امرنا باتباع الجنائز بھی ہے اور اسی بنا پر شراح بخاری نے اس جگہ مسئلہ چھیڑ دیا کہ  
جنازے کے ساتھ جانے میں آگے جانا افضل ہے یا پیچھے چلنا افضل ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے۔ یا  
اختیار ہے جیسا کہ حنابلہ کے یہاں ہے۔ سواری ہو تو پیچھے چلنا افضل ہے ورنہ آگے جیسے کہ مالکیہ کے یہاں  
ہے۔

شرح کہتے ہیں یہ روایت امرنا باتباع الجنائز کی ہے اور جنازے کے پیچھے چلنے کے قائلین  
کا مستدل ہے، مگر جہاں تک بخاری کے ترجمے کا تعلق ہے یہ سب غلط ہے اس لیے کہ ابھی تو وہ مرانہیں  
ابھی تو نہ اس کو کفن دیا نہ نماز پڑھی نہ کچھ۔ ابھی سے قبرستان اس کو کہاں لے جاتے ہو یہ مسئلہ اس باب سے  
ہرگز ثابت نہیں بلکہ ۷۵ اسطر نمبر ۲۶ اور ۷۴ اسطر نمبر ۲۶ پر یہ مسئلہ آ رہا ہے اور وہ سب ابواب اپنی جگہ آ رہے  
ہیں ابھی سے قبرستان کہاں لے جا رہے ہو۔

در اصل امام بخاری بہت باریک بین ہیں اس لیے یہاں میری رائے یہ ہے کہ امرنا باتباع الجنائز  
کا معنی امام بخاری پیچھے لگنے کے لیتے ہیں جیسے اتباع امام ابوحنیفہ اور جیسے الجیش یتبع الامیر اگرچہ  
دونوں اتباع کے مابین علاقہ ہے مگر دونوں میں فرق ہے اس لیے میرے نزدیک یہاں مراد یہ ہے کہ اس  
کے سارے انتظامات میں مشغول ہو جاؤ یہ روایت اس روایت کے ہم معنی ہیں جن میں تجہیز و تکفین میں  
جلدی کرنا مروی ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے جتنوں کی ضرورت ہے ان کو اس کے پیچھے لگ جانا ہے۔<sup>۱۲</sup>

## باب صوم یوم عرفہ

عن ام الفضل بنت الحارث ان ناساً تمار وعندها یوم عرفۃ فی صوم  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم لیس  
بصائم فارسلت الیہ بقدر لبن وهو واقف علی بعیرہ فشربه -<sup>۱۳</sup>  
ترجمہ: حضرت ام فضل بنت حارثؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ان کے پاس  
جھگڑا کرنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کو روزہ رکھا ہے یا نہیں۔ بعضوں  
نے کہا کہ آپ روزہ دار ہیں بعضوں نے کہا نہیں آپ روزے سے نہیں پھر ام فضل نے  
دودھ کا ایک پیالہ آپ کے پاس بھیجا اونٹ پر سوار تھے آپ نے پی لیا۔

یہاں روزہ توڑنے کی روایت ذکر کی، اس سے معلوم ہوا کہ سنن کی روایات جس میں دو سال کے  
گناہ معاف ہونے کا ذکر ہے اس پر رد ہے، ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ یوم عرفہ کا روزہ ثابت ہے۔ افضل  
ہے اور عاشورہ کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف ہوں اور عرفہ کے روزے سے دو سال کے گناہ  
معاف ہوں، اس لیے ہے کہ اس میں امت کو کفیلین عطا کیا گیا ہے۔

یہاں پر میری ایک اور رائے یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ جو رکھے گا وہ آئندہ سال نہیں مرے گا۔ جس  
سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا  
جس کو دوسرے سال جینا ہو وہ رکھے۔<sup>۱۴</sup>

## کتاب الذکوۃ وقول اللہ عزوجل و اقیموا الصلوۃ

قال ابن عباس حدثنی ابوسفیان ف ذکر حدیث النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم فقال یا مرنّا بالصلوۃ والذکوۃ والصلة والعفان۔<sup>۱۵</sup>

ترجمہ: ابن سفیان فرماتے ہیں ابوسفیان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور اللہ  
تعالیٰ نے فرمایا نماز درستی سے ادا کرو، اور زکوٰۃ دو۔ ناطہ جوڑنے اور حرام کاری سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔  
چوں کہ قرآن پاک اور احادیث میں نماز کا قرین زکوٰۃ ہے اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب

الزکوٰۃ شروع ہوگئی ہے۔ وقول اللہ عزوجل و اقيموا الصلوة۔ اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وجوب کی تاریخ بھی بتلانا ہے کہ آیت شریفہ مکی ہے اس لیے اس کا وجوب قبل ہجرت ہوا ہے لیکن اس پر اشکال کے کہ زکوٰۃ ۲ھ مدینہ میں ہوئی تو جواب ہے کہ فرضیت تو مجملًا مکہ میں ہی ہوئی، لیکن مفصلًا فرضیت ۲ھ مدینہ میں ہوئی جیسا کہ صلوٰۃ فرض تو ہوئی صلوٰۃ المعراج میں، اور ابتدا اس کی صلوٰۃ الظہر سے ہوئی تو ایسے ہی یہ بھی ہے۔<sup>۱۶</sup>

### باب ما يذكر في الصدقة للنبي صلى الله عليه وسلم

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا محمد بن زياد قال سمعت ابا هريرة قال اخذ الحسن بن علي تمرًا من تمر الصدقة فجعلها في فيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم كخ كخ ليطرحها ثم قال اما شعرت انا الصدقة -<sup>۱۷</sup>

ترجمہ: محمد بن زیادہ رضی اللہ عنہما سی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ سنا ہے وہ کہتے تھے امام حسن بن علی نے زکوٰۃ کی کھجور میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھی چھی اس لیے کہ وہ اس کو پھینک دیں پھر فرمایا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ مالی جائز نہیں چاہے نافلہ ہو یا واجبہ ہو۔ جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کھجوریں لیکر آئے تو آپ نے پوچھا کیا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ نے فرمایا کھاؤ بھائی دوسرے دن بھی لیکر آئے تو پھر آپ نے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمانا شروع کیا اور فرمایا آؤ بھائی۔ امام شافعی صدقہ نافلہ کو جائز قرار دیتے ہیں علی والہ صدقہ واجبہ زکوٰۃ تو ان کے لیے جائز نہیں لیکن صدقہ نافلہ جائز ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صدقہ قرض جائز ہے چونکہ اس کے قبول کرنے میں زکوٰۃ دینے والے پر احسان ہوگا اس کے قبول کرنے کا، ہاں صدقہ نافلہ ان کے لیے جائز نہیں کیونکہ ان میں صدقہ دینے والے کا لینے والے پر احسان

ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سیدوں کی سیدوں پر جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اور سیدوں سے مراد عند الاحناف صرف بنو ہاشم ہیں، اور شافعی کے نزدیک بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب بھی شامل ہیں۔<sup>۱۸</sup>

#### باب الوكالة في قضاء الديون:

عن ابی ہریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ فاغلظ فہم بہ اصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ فان لصاحب الحق مقالا ثم قال اعطوہ سنا مثل سنہ قالو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانجد الا امثل من سنہ فقال اعطوہ فان من خیرکم احسنکم قضاء۔<sup>۱۹</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور سخت الفاظ کہے، آپ کے اصحاب نے اس کو سزا دینا چاہا، آپ نے فرمایا نہیں کہنے دو جس کا حق نکلتا ہو وہ ایسی باتیں کر سکتا ہے پھر آپ نے فرمایا اس کو اسی عمر کا اونٹ دے دو لوگوں نے فرمایا اس عمر کا تو نہیں اس سے بہتر اونٹ ہے آپ نے فرمایا وہی دے دو تم میں اچھے وہی لوگ ہیں جو خوبی کے ساتھ قرض ادا کریں۔

قال الشراح اگر کوئی قرض ادا کرنے میں وکیل بنائے تو جائز ہے اور یہ مطلق الغنی ظلم میں داخل نہیں کہ اصل مقروض نے اس کو ٹال دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ ابو داؤد میں ہے علی الید ما اخذت یعنی جس نے لیا اسی کے ادا کرنے کی ذمہ داری ہے مثلاً دس روپیے قرض خواہ کے تھے اور اس مقروض کو اس کے منی آڈر میں آٹھ آنے خرچ ہوئے تو وہ آٹھ آنے دس روپیے میں سے نہیں کاٹ سکتا کیونکہ علی الید ما اخذت اسی کے اس کو پہنچاتا ہے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان روایات کی تائید کر رہے ہیں۔<sup>۲۰</sup>

#### باب حدثنا اسحق بن ابراہیم:

عن ابی بکر قال انطلقت فاذا انا براعی غنم يسوق غنمه فقلت لمن

انت قال لرجل من قریش فسماه فعرفته فقلت هل فى غنمك من لبن  
فقال نعم فقلت هل انت حالب لى قال نعم فامرته فاعتقل شاة من  
غنمه ثم امرته ان ينفض ضرعها من الغبار ثم امرته ان ينفض كفيه  
بالاخرى فحلب كثبة من لبن وقد جعلت لرسول الله صلى الله عليه  
وسلم اداوة على فمها خرقة فصببت على اللبن حتى برد اسفله  
فانتهيت الى النبى صلى الله عليه وسلم فقلت اشرب يا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم فشرب حتى رضيت -<sup>۲۱</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چلا (ہجرت کے قصے میں)  
ایک بکریوں کا چرواہا ملا وہ بکریاں ہانک رہا تھا میں نے اس سے پوچھا تو کس کا چرواہا  
ہے اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا میں اس کو پہچانتا تھا میں نے اس سے پوچھا  
تیری بکریوں میں کچھ دودھ بھی ہے اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا میرے لیے دودھ  
نچوڑے گا اس نے کہا اچھا میں نے اس سے کہا اس نے ایک بکری پکڑی میں نے کہا اس  
کا تھن گردوغبار سے صاف کرو اور اپنے ہاتھ بھی جھاڑ اس نے ایسا ہی کیا اور ہاتھ پر  
ہاتھ مارا پھر ایک پیالہ دودھ نچوڑا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے راستے  
میں ایک پانی کی چاگل رکھ لی تھی اس کا منہ کپڑے سے باندھ دیا تھا میں نے اس میں  
سے پانی لے کر اس دودھ پر ڈالا اور نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں آپ کے پاس آیا  
میں نے عرض کیا پیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔

مذکورہ روایت پر اشکال ہے کہ اس کو کتاب اللقطہ سے کیا تعلق؟ جواب یہ ہے کہ جیسے کہ مالکیہ کی  
رائے ہے کہ لك او لا خيك اول لذئب کی وجہ سے بکری کا لینا جائز ہے تو اس طرح دودھ دودھ لینا بھی  
جائز ہے، دوسرا یہ ہے کہ اس کی عرب میں بہت کثرت تھی، میری رائے یہ ہے کہ کسی کی ماشیہ کو نہ دوھنا  
چاہیے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلاتے ہیں کہ اگر یہ معلوم ہو کہ کس کے جانور ہیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

## باب لاتحلب ماشية:

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال  
لا يحلبن احد ماشية امرى بغير اذنه أبحث احدكم ان توتى مشربته  
فتكسر خزنه فينتقل طعامه فانما نخزن لهم شروع مواشيهم  
اطعامتهم فلا يحلبن احد ماشية احد الا باذنه - ۲۳

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دوسرے کے جانور کا دودھ بغیر اس کی  
اجازت کے نہ دو ہے کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا کوئی اس کے گودام میں آکر  
اس کے غلے کا کوٹھہ توڑے اور غلہ لے کر چل دے ایسے ہی جانوروں کے تھن ان کے  
کھانے کے کوٹھے ہیں تو کسی کا جانور بغیر اس کی اجازت کے نہ دو ہو۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب کوئی کسی کے جانور پر گزرے تو فلیصوت ثلاثا ثم يحلبها  
او كما قال عند الشراح - بخاری کی غرض مذکورہ باب سے اس روایت کی تضعیف کرنا ہے۔ عندی یہ  
عرب کے دستور کے موافق تھا ان کے یہاں عرف ایسا ہی تھا کہ بغیر اجازت کے جانور کو دودھ کر پی لیتے  
تھے۔ جیسا کہ یہاں بھی تقسیم سے قبل تک یہ عرف رہا کہ جامون اور شہتوت کے درخت نہیں بیچے جاتے  
تھے بلکہ جس کا جی چاہے جا کر کھالے اور یہ آواز صرف اطلاع کے طور پر دی جاتی تھی۔ ۲۴

## باب الانتصار من الظالم:

بقوله جل ذكره لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم وكان  
الله سميعا عليما والذين اذاصابهم البغي هم ينتصرون - قال كانوا  
يكرهون ان يستذلوا فاذا قدروا عفوا - ۲۵

ترجمہ: ظالم سے بدلہ لینا: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء) میں فرمایا اللہ کھلم کھلا برا  
کہنا پسند نہیں کرتا مگر مظلوم ایسا کر سکتا ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے اور (سورہ الشوریٰ میں)  
فرمایا اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو واجبی بدلہ لیتے ہیں۔ ابراہیم نخعی نے کہا



صحابہ ذلیل بننے کو برا جانتے تھے جب دشمن پر قدرت حاصل کر لیتے تھے تو معاف کر دیتے تھے۔

قال الشاہ ولی اللہ ان آیات کی ترتیب سے خلفاء کرام کی ترتیب خلافت ثابت ہوتی ہے۔  
والذین یجتنبون الکبائر سے اوصاف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر صادق آتے ہیں کیوں کہ آپ  
نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو باجود ایسی سخت بات کے معاف کر دیا اور الذین استجابو سے اوصاف  
خاصہ ہیں حضرت عمرؓ کے آپ ہی سے تراویح کی سنت مروج ہے وامرہم شوریٰ بینہم یہ حضرت عمرؓ  
سے خلافت حضرت عثمانؓ کی طرف شوریٰ سے منتقل ہوئی اور مما رزقناہم ینفقون یہ اوصاف خاصہ ہیں  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔<sup>۲۶</sup>

#### باب فضل الطلیعۃ:

عن جابر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یاتینی بخبر القوم  
یوم الاحزاب قال الزبیر انا ثم قال من یاتینی بخبر القوم قال الزبیر  
انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لكل نبی حواریا وحواری  
الزبیر۔<sup>۲۷</sup>

ترجمہ: حضرت جابر سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ارشاد  
فرمایا بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے زبیر نے فرمایا میں لاتا ہوں پھر آپ نے فرمایا بنی قریظہ  
کی خبر کون لاتا ہے زبیر نے کہا میں لاتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کا  
ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔

طلیعہ وہ گروہ جو دشمن کی جاسوسی کے لیے جائے تو چوں کہ اس میں چند آدمی ہی ہوتے ہیں اس  
لیے گویا کہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے لیکن چوں کہ جہاد پورا خطرہ والا ہے اس لیے اس کا جواز بتلاتے  
ہیں آگے کا باب بمنزلہ تکرار کے ہے کہ ایک آدمی کو بھی طلیعہ میں بھیجا جاسکتا ہے اب دوسرے باب کی  
روایت پر اشکال ہے کہ حضور ﷺ کے پوچھنے پر طلیعہ کے طور پر جانے کے لیے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تیار

ہوئے تین مرتبہ آپ نے پوچھا، اور تینوں مرتبہ حضرت زبیر جانے کے لیے تیار ہوئے لیکن دوسری روایت میں حضرت حذیفہ کا نام آتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعہ ہیں ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ تیار ہوئے اور ایک مرتبہ حضرت حذیفہ تیار ہوئے۔ بعض شراح نے باب ہل بہ بحث الطلیعة وحدہ کی غرض یہ بتائی ہے کہ اس سے تنہا سفر کا جواز ثابت کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الراکب شیطان والراکبان شیطانان اور تین جماعت ہے لیکن عندی یہ صحیح نہیں۔<sup>۲۸</sup>

### باب مناقب سعد بن معاذ:

عن ابی اسحاق قال سمعت البراءؓ يقول اهدیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حلة من لین هذه لمنادیل سعد بن معاذ خیر منها او الین رواہ قتادة والزهری سمعا انسا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔<sup>۲۹</sup>

ترجمہ: حضرت ابواسحقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے براء بن عازب سے وہ کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جوڑا ریشمی کپڑے کا تحفہ آیا آپ کے اصحاب اس کو چھونے لگے اور پسند کر کے اس کی نرمی پر تعجب کرنے لگے آپ نے فرمایا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو سعد بن معاذ کی تو ایں اس سے زیادہ نرم یا اچھی ہیں اس حدیث کو قتادہ اور زہری نے بھی انس بن مالک سے اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بنی المثنی الی قوله عن جابر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهتز العرش لموت سعد بن معاذ۔ یعنی حضرت سعد کے انتقال پر اللہ کا عرش بھی ہل گیا لیکن ایک آدمی نے حضرت جابر سے کہا کہ براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اهتز السریر یعنی جو گنہگار ہو اس کا جنازہ ہلتا ہوا جایا کرے تو حضرت جابر نے فرمایا ان دونوں میں کینہ ہے کیوں کہ حضرت سعد بن معاذ اوی ہیں اور حضرت براء خزرجی ہیں اور روایت اهتز عرش الرحمن ہی ہے ان دونوں قبیلوں میں رقابت ہمیشہ ہی سے رہتی ہے علامہ خطابی بھی یہی کہتے ہیں کہ سعد اوی اور براء خزرجی اور ابن عبد البر مالکی

نے الاستیعاب میں بھی یہی لکھا ہے میری رائے یہ ہے کہ یہ غلط ہے حضرت براء اصبحی اسی ہیں ہاں ان کے اجداد میں اوس کا نام آتا ہے لیکن اوس سے مراد وہ اوس نہیں جو قبیلہ اوس ہیں۔ عند والدی حضرت براء وسعد تو اسی ہیں لیکن حضرت جابر خزرجی ہیں اور وہ یوں فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج میں ہمیشہ رقابت رہی ہے۔ تو سعد اسی ہیں اور میں خزرجی ہوں اور اس کے بارے میں یوں کہتا ہوں اہتر عرش الرحمن اگر اہتر السری کوئی کہتا ہے تو میں کہتا، لیکن اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ میں نے اہتر عرش الرحمن سنا ہے۔ ۳۰

### باب ذکر جریر بن عبداللہ البجلی:

عن قیس قال سمعته یقول قال جریر بن عبداللہؓ ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رأنی الا ضحک وعن قیس عن جریر بن عبداللہ قال کان فی الجاہلیۃ بیت یقال له ذوالخلصۃ وکان یقال له الکعبۃ الیمانیۃ او الکعبۃ الشامیۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت مریحی من ذی الخلصۃ قال فنفرت الیہ فی خمسمین ومائۃ فارس من احمس قال فکسرنا وقتلنا وجدنا عنده فاتینا فاخبرناہ فدعا لنا ولاحمس۔ ۳۱

ترجمہ: حضرت قیس بن حازمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جریر نے فرمایا کہ جب سے میں مسلمان ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی (گھر میں آنے سے) نہیں روکا اور جب آپ نے مجھ کو دیکھا ہنستے رہے۔ اور قیسؓ نے جریرؓ سے یہ بھی روایت کی کہ جاہلیت کے زمانے میں (یمین میں) ایک گھر تھا ذوالخلصۃ اس کو لوگ یمنی کعبہ یا شامی کعبہ بھی کہا کرتے تھے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جریر تو اس ذوالخلصۃ سے مجھ کو بے فکر کر سکتا ہے جریر نے کہا میں یہ سن کر ڈیڑھ سو سوار (اپنے قبیلے) احمس سے لے کر ذی الخلصۃ پر گیا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور جو وہاں ملا قتل کر ڈالا لوٹ کر

جب آیا تو آپ کو خبر کی تو آپ نے مجھ کو اور احس کے قبیلے والوں کو دعادی۔

آپ کا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چالیس روز اور ایک قول کے مطابق ۸۰ روز پہلے ہے۔ بعض حضرات کو حافظ جیسے کو بھی اس پر اشکال ہے کہ حضرت بخاری کو حضرت جریر کی تاریخ بیان کرنا تھی تو پھر اس کو حضور ﷺ کے وصال کی جگہ بیان کرتے کیوں کہ ان کا اسلام حضور ﷺ کے وصال سے ۴۰ دن قبل ہے اور اگر مناقب بیان کرتے تھے تو حافظ کے نزدیک یہ کتابت کی غلطی سے یہ باب یہاں آگیا۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور کعبہ یمانیہ جو حضور ﷺ کے زمانے میں بنایا گیا تھا اس کو حضرت جریر نے توڑا تھا۔ اس کو اصل میں بیان کرنا ہے اور حضرت جریر کا ذکر تبعاً ہے اس لیے نہ تو اس کو مناقب میں بیان کیا اور نہ حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر۔۔۔ ۳۲

## فصل دوم

### مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی چند نمایاں کتب حدیث کا مطالعہ

حضرت شیخ نے یوں جتنی تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں سبھی لائق مطالعہ اور تبصرہ و تعارف کی مستحق ہیں لیکن چوں کہ ان کی زندگی کا اہم حصہ حدیث اور علوم حدیث کی خدمت میں گزرا، اور انہی موضوعات کے حوالے سے ان کی شخصیت اسلامی اور علمی حلقے میں متعارف رہی ہے اس لیے یہاں حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ان کی تصانیف کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

#### (۱) اوجز المسالك فی موطا الامام مالک :

موطا حدیث کی پہلی مدون کتاب ہے اور تمام دینی اور سرکاری مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے، ضرورت تھی کہ اس کے مشکل مقامات کے حل کے لیے اور مذہب مالکی سے جڑے اقوال کی تشریح کے لیے اس کی ایک مفصل شرح لکھی جائے کیوں کہ اس کی موجودہ شرحیں یا تو بہت زیادہ اختصار کی وجہ سے تشنگی بھانے سے قاصر تھیں یا پھر بہت زیادہ طوالت کی وجہ سے اکتاہٹ کا باعث تھیں۔ لیکن شرح لکھنے کا کام آسان نہیں تھا اس کے لیے مذہب مالکی کی کتابوں پر وسیع نظر کی ضرورت تھی اور یہ خوبی مولانا موصوف کے اندر پائی جاتی تھی چنانچہ ان کی یہ شرح جامعیت کی خصوصیت سمیٹے منظر عام پر آئی۔ یہ شرح دوسری شروح سے بہت سی خصوصیات میں ممتاز ہے یہ شرح ایک مکمل اور جامع شرح ہے اور موطا کی دوسری شرحوں اور اس کے دوسرے حاشیوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے اور بلاشبہ یہ کتاب اس بات کی مستحق ہے کہ اسے علم حدیث کا دائرہ معارف قرار دیا جائے اس شرح کے مطالعے کے بعد علم حدیث میں مصنف علام کا وسعت مطالعہ اور ان کی باریک بینی، ژرف نگاہی، مختلف دلائل کے ذکر میں ان کی غیر جانبداری اور مختلف مذاہب کے اقوال نقل کرنے میں ان کی دیانتداری اور باریک بینی آشکارا ہو جاتی ہے۔ اس شرح

میں اسمائے رجال پر شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے مذاہب اربعہ اور دوسرے مذاہب کے اختلافی مسائل کو ان کے معتبر ماخذ سے ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث کی شرح کی گئی ہے اور پھر مشائخ محدثین اور ہندوستان کے بڑے محدثین کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

کتاب کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ خود کتاب کے مطالعے کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے، لیکن جن علماء کرام نے ان کی اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کتاب کی عظمت و اہمیت کے سلسلے میں کچھ کہا یا لکھا ان میں سے کچھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالفتاح مولانا زکریا صاحب کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

فقد شرحتهم بهذا الشرح الكتاب (الموطأ) الصدور والقلوب واندتم  
به العقول والابصار، واجتهدتم في الافادات للمستفيدين حتى  
صدق أن يقال كل الصيد في جوف الفرا۔<sup>۳۳</sup>

ترجمہ: آپ نے کتاب موطأ کی اس شرح کے ذریعہ لوگوں کے سینوں اور دلوں کو کھول  
دیا ہے، عقول اور نگاہوں کو روشن کر دیا ہے اور استفادہ کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے  
میں بہت محنت کی ہے اور بلاشبہ اوجز المسالک کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ساری  
شرحوں سے عمدہ اور فزوں تر ہے۔

شیخ عبدالوہاب عبداللطیف لکھتے ہیں کہ اوجز المسالک جو چھ جلدوں میں ہے اس کو جمع کرنے میں  
بڑی محنت کی گئی ہے اور حدیث اور فقہ کی کتابوں سے اقوال نقل کرنے میں بڑی وسعت سے کام کیا گیا ہے  
اس لیے مولف داد و تحسین کے مستحق ہیں۔<sup>۳۴</sup>

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ یہ کتاب موطأ کی مشہور شرحوں میں ہے اور اس بات کی حق دار ہے  
کہ اسے علم حدیث کا انسائیکلو پیڈیا شمار کیا جائے۔۔۔<sup>۳۵</sup>

#### اوجز المسالک کا علمی منہج:

مولانا کی یہ شرح چند خصوصیات کی حامل ہے ان میں سے کچھ ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں تاکہ کتاب  
کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

- (۱) مولف نے روایات کی توجیہ اور تطبیق کے علاوہ کہیں بھی اختراع سے کام نہیں لیا ہے بلکہ سارے مباحث اکابر مشائخ کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔
- (۲) مولف نے جو کچھ بھی مشائخ سے نقل کیا ہے ان کے اسماء کی صراحت کردی ہے اور مراجع ذکر کر دیئے ہیں، البتہ اس سے زرقانی اور بذل المجہود استثناء ہے کیوں کہ انھوں نے ان دونوں مراجع سے کثرتِ اخذ و نقل کی بناء پر صریح نسبت ترک کردی ہے، یوں ہی حدیث کی سند کے رجال سے متعلق جو گفتگو حافظ ذہبی کی تہذیب، تقریب اور تعجیل سے نقل کی گئی ہے اس کا بھی حوالہ اختصار کے پیش نظر ترک کر دیا گیا ہے، جامع الاصول کے جو رجال ذکر کیے گئے ان کی نسبت بھی اکثر ترک کردی گئی ہے ان کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔
- (۳) ہر راوی کے حالات سند میں پہلی مرتبہ ذکر کرتے وقت درج کر دیئے گئے ہیں اور پھر کتاب کے آخر میں ایک فہرست دے دی گئی ہے۔ گویا یہ ایک طرح سے رجال موطأ پر مستقل رسالہ ہے۔
- (۴) امام مالک کی مراسیل اور تعلیقات کو اپنے وجدان کے حساب سے متصل ثابت کیا ہے۔
- (۵) مذاہب کے بیان میں صرف مذاہب اربعہ کو بیان کیا گیا ہے۔
- (۶) مذاہب کے بیان میں اکثر ائمہ اربعہ کی کتب فرعیہ پر اعتماد کیا ہے۔
- (۷) چون کہ اصل کتاب مسلک مالکی کے مطابق ہے اس لیے مالکی مذاہب سے متعلق کتابوں مثلاً مدونہ وغیرہ کی طرف رجعت کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔
- (۸) احناف کے دلائل اکثر اختصار کے ساتھ ہندوستانی تقاضوں کے پیش نظر ذکر کر دیئے گئے ہیں لیکن دوسرے ائمہ کے زیادہ دلائل سے اختصار کے پیش نظر اعراض کیا گیا ہے۔
- (۹) ہر جگہ ائمہ و مشائخ کی عظمتوں کا خیال رکھا گیا ہے اور کہیں کوئی بات پیش کی گئی ہے تو نہایت احترام و ادب کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ ۳۶

### کتاب کی علمی خصوصیات:

یہ شرح نہایت مفید اور نفع بخش ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ اعتراف کرنے پر مجبور

ہو جاتا ہے کہ مولف نے عمدہ علمی بحث کی ہے۔ شاندار شرح کیا ہے۔ اکابر علماء کے اقوال کثرت کے ساتھ نقل کیے گئے ہیں اور اس پر ان کے دلائل بھی ذکر کیے گئے ہیں، اس میں بہت سی نئی علمی بحثیں بھی ہیں اور بعض ایسی نادر توجیہات بھی ذکر کی گئی ہیں جو دوسرے مولفین کے یہاں نہیں ملتی ہیں ان خصوصیات کے علاوہ کچھ دوسری خصوصیات یہ ہیں:

(۱) مفردات کو حل کر دیا گیا ہے، غریب الفاظ و کلمات کی شرح کر دی گئی ہے اصل متن کے معانی و مطالب کو واضح کر دیا گیا ہے۔

(۲) الفاظ حدیث میں صحاح ستہ کے مختلف الفاظ کی جانب تنبیہ کر دی گئی ہے۔

(۳) اختصار و جامعیت کے ساتھ اسماء رجال حدیث پر گفتگو کی گئی ہے اور جرح و تعدیل بھی ذکر کی گئی ہے تاکہ حدیث کے وزن کا اندازہ ہو جائے۔

(۴) یہ کتاب جہاں احناف کے لیے علمی ذخیرہ ہے وہیں دوسرے مذاہب خصوصاً مذہب مالکی اور مذہب شافعی و حنبلی کے لیے بھی قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۵) اس کتاب میں مذاہب اربعہ کے علاوہ دوسرے مذاہب کو بھی بیان کیا گیا ہے اختلافی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ معتبر کتابوں کے حوالے سے تمام مذاہب کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ خصوصاً مذہب مالکی کے سلسلے میں اقوال نقل کرنے میں بڑی بصیرت سے کام کیا گیا ہے۔

(۶) اہم فقہی اور اصولی مباحث کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔

(۷) حدیثی فقہی لغوی اور دیگر تمام حیثیتوں سے موطا کی جامع شرح کی گئی ہے اور ہر باب میں فیصلہ کن بحث ذکر کی گئی ہے۔

(۸) کتاب کا اسلوب نگارش نہایت واضح اور سلیس ہے کہیں الجھاؤ نہیں ہے، الفاظ فصیح و بلیغ استعمال

کیے گئے ہیں، ایجاز و اطناب کے بجائے مساوات کا اسلوب اپنایا گیا ہے، تاکہ قاری نہ خلجان کا شکار ہو اور نہ اکتاہٹ کا۔

(۹) مرسل اور موقوف حدیث کو مسند اور مرفوعاً ذکر کیا ہے۔



(۱۰) ضرورت کے پیش نظر اور ابواب سے حدیث کی مناسبت واضح کرنے کے لیے تراجم ابواب کی شرح کی گئی ہے۔

(۱۱) اہم مسائل میں، فیہ عدۃ مباحث، اور عدۃ مسائل کہہ کر پوری بحث کی گئی ہے۔

(۱۲) حدیث کی شرح اکابر حدیث کے حوالے سے کی گئی ہے لیکن اگر کہیں کوئی شبہ یا وہم پایا گیا تو اس کی توضیح و تشریح کر دی گئی ہے اور اس کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے۔

(۱۳) یہ کتاب ایک شاندار مقدمے پر مشتمل ہے جس میں علوم تاریخ و دین حدیث سے متعلق کتاب صاحب کتاب سے معلومات اور دوسری مفید معلومات ذکر کی گئی ہیں یہ مقدمہ خود اپنے آپ میں علوم حدیث کا دائرہ معارف ہے اور حدیث کے طالب علم کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

اس کتاب کا مقدمہ سات ابواب پر مشتمل ہے:

پہلے باب میں حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی، اسم و نسبت، ولادت و وفات، اخلاق و اوصاف، اولاد و امجاد، اساتذہ، تلامذہ و مستفیدین اور ان کی شخصیت کے متعلق علماء کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں اور آخر میں موطاً کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں موطاً کی افضلیت اور اس سے متعلق علماء کے اقوال و وجہ تسمیہ، منہج کتاب کو بیان کیا ہے اور پھر موطاً کے راویوں اس کے نسخوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور پھر یحییٰ بن یحییٰ مسمودی کے نسخے کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور موطاً کی روایات کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے، پھر موطاً کے مراسیل و بلاغات کو اس کے متعلق احکام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں موطاً سے متعلق لکھی کتابوں کا تعارف ان کے مؤلفین کے ساتھ کرایا گیا ہے۔

تیسرے باب میں ذاتی تعارف، اپنے شیوخ کا تذکرہ، اور اپنی سندوں کا تذکرہ اکابر علمائے ہند کے تعارف کے ساتھ کیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں امام ابو حنیفہ ان کے شیوخ و تلامذہ کا تذکرہ کیا گیا ہے ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

پانچویں باب میں بعض اہم اصول کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چھٹے باب میں اداب محدث، مراتب اہل حدیث، آداب طالب حدیث، تحل واداء، حدیث کے طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

ساتویں باب میں علوم حدیث کے بعض نکات بیان کیے گئے ہیں۔ ۳۷

## (۲) لامع الدراری علی جامع البخاری:

یہ شیخ رشید احمد گنگوہی کے ان افادات و تحقیقات کا مجموعہ ہے جو وہ صحیح بخاری شریف کی تدریس کے وقت بکھیرا کرتے تھے اسے ان کے ایک لائق شاگرد شیخ یحییٰ کاندھلوی نے قلم بند کیا تھا لیکن چوں کہ شیخ رشید احمد گنگوہی کی گفتگو بڑی مختصر اور جامع ہوا کرتی تھی اسی لیے شیخ محمد زکریا نے اس مجموعے کے مبہم اور غریب کلمات کا حل لکھا۔ مجمل کی توضیح کی، عمدہ اور مفید حاشیے سے آراستہ کیا، علمی فوائد کو جمع کیا اور انوکھے نکتے بیان کیے ہیں، ان خصوصیات کی بناء پر کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہو گئی اور صحیح بخاری کی بڑی بڑی شرحوں سے بے نیاز کر دینے والی بن گئی۔

اس کتاب پر ایک شاندار علمی مقدمہ جس میں علوم حدیث، مولفات حدیث اس کی انواع و اقسام، طبقات و خصائص سے گفتگو کی گئی ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح اور ان سے متعلق عمدہ علمی باتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں اختیار کیے گئے منہج، خصوصیات، امام بخاری کے التزامات اور اس کتاب کو ملنے والی مقبولیت کے تعلق سے عمدہ گفتگو کی گئی ہے۔ مولف نے مقدمہ میں ستر اصلیں بیان کی ہیں جو کہ قدیم و جدید علم حدیث کی کتابوں اور بخاری کی شرحوں سے ماخوذ ہیں اور چند اصولوں کا اپنی جانب سے اضافہ بھی کیا ہے۔

ان اصول کے مطالعے سے تراجم بخاری کو سمجھنے اور ان کی گہرائیوں تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے درحقیقت یہ مقدمہ بکھرے علمی فوائد پر مشتمل ہے جسے مولف نے ایک مقام پر ذکر کر دیا ہے ان فوائد میں کچھ تو صحیح بخاری شریف پر اعتراضات و جوابات سے متعلق ہیں اور کچھ دوسرے موضوعات سے جو صحیح بخاری ہی سے جڑے ہیں۔ ان کے علاوہ مقدمے میں ائمہ اربعہ اور ان کے مذاہب سے متعلق عمدہ معلومات نفع

بخش بحثیں اور اصول و رجال حدیث کی قیمتی بحثوں کو بھی شامل کیا ہے اس مقدمے سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے یہ مقدمہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں نہایت انصاف و دیانت داری کے ساتھ حضرت امام بخاری کے مختلف گوشوں کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں امام بخاری کی جامع صحیح کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور وجہ تالیف بھی ذکر کی گئی ہے، بخاری شریف سے متعلق علماء کرام کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں، صحیح بخاری کی شرحوں، خصوصیتوں، ابواب میں امام بخاری کا منہج، دوسری کتابوں میں ان کا طریقہ کار، اور مکرر احادیث سے متعلق بیش قیمت گفتگو کی گئی ہے، اور دوسری کتب حدیث کے مابین، امام بخاری کی صحیح کا مقام و مرتبہ واضح کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اور دوسری اہم باتیں بھی ذکر کی گئی ہیں، آگے چل کر انواع کتب حدیث، اور ان کا تعارف امام بخاری کے رواد کا تعارف ذکر کیا گیا ہے اور ان احادیث پر گفتگو کی گئی ہے جن پر ناقدین فن کی جانب سے امام بخاری پر تنقید ہوئی ہے، اور پھر اس کے جوابات ذکر کیے گئے ہیں۔ تیسری فصل میں صحیح بخاری کے تراجم ابواب سے بحث کی گئی ہے۔ خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے، اور اس باب میں تالیف کی گئی دوسری کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، چوتھی فصل میں صحیح بخاری کی شرحوں اور متعلقہ تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، یہ مقدمہ اپنی اہمیت کے پیش نظر علاحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔۔۔<sup>۳۸</sup>

### (۳) الابواب والتراجم

یہ بات مسلم ہے کہ قرآن کریم میں کلیات بیان کیے گئے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی سیرت اس کی شارح، اور اس کی توضیح کرنے والی ہے، اور یہ بات بھی شبہ سے بالاتر ہے کہ کتب سنت و احادیث میں صحت کے لحاظ سے سب سے افضل و معتبر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے بڑی مقبولیت ملی علماء کرام نے اس کی شرحیں لکھیں، مشکل مقامات کی توضیح کی، امام بخاری کے منہج کو بیان کیا، لیکن صحیح بخاری کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت اس کے ابواب اور تراجم ابواب ہیں جس میں انھوں نے بڑی باریک بینی سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے، اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی فقاہت ان کے قائم کردہ ابواب، اور تراجم ابواب میں جھلکتی ہے، اور اسی بناء

پر علماء متقدمین و متاخرین نے ان کے تراجم ابواب پر بڑی توجہ کی، اس کی شرح لکھی، تعلیق تحریر کی، اس کی تدریس کا اہتمام کیا، اور کچھ علماء کرام نے مستقل ان ابواب و تراجم ابواب کی شرحیں کتابوں کی شکل میں لکھیں، ان میں ایک نام علامہ ناصر الدین علی بن محمد بن المیر الاسکندرانی کا ہے، انھوں نے تراجم ابواب کی شرح مستقل کتاب کی شکل میں لکھی اور اسے ”التواری علی تراجم البخاری“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن رشید الفہری نے ”ترجمان التراجم“ کے نام سے اس کی شرح لکھی، فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن منصور بن حمامہ مفرا دی متوفی ۳۷۰ھ نے ”مصانح الجامع“ کے نام سے اس کی شرح لکھی، یوں ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے بھی تراجم ابواب بخاری پر ایک جامع نکات و لطائف رسالہ لکھا۔

تراجم ابواب بخاری کے ساتھ علماء کرام کا یہ شغف جاری رہا، لیکن متقدمین کی ان انواع کی اکثر کتابوں کے ضائع ہو جانے کے بعد ضرورت تھی کہ تراجم ابواب بخاری کی شافی و وافی شرح لکھی جائے چنانچہ انھوں نے نہایت باریک بینی، وسعت مطالعہ کے ساتھ یہ شرح لکھی، اور متقدمین مثلاً ابن حجر عسقلانی، عینی، شاہ ولی اللہ کے افادات کے علاوہ اپنے اساتذہ کے افادات کو جمع کر دیا اور اس میں اپنے ذہانت و فطانت اور میدان حدیث میں اپنے وسیع علمی تجربے کی روشنی میں بہت کچھ اضافہ کیا جس کے نتیجے میں ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر نہایت جامع شمار کی گئی۔

یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے یہ ابواب اور تراجم ابواب بخاری پر دوسری ساری کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

#### (۴) الکوکب الدرّی:

یہ کتاب دراصل شیخ محدث رشید احمد گنگوہی کے افادات ترمذی کا مجموعہ ہے، جسے ان کے ایک لائق شاگرد محمد یحییٰ کاندھلوی نے عربی میں جمع کیا تھا، شیخ یحییٰ نے لکھا ہے کہ وہ ان افادات کے جمع کرنے کے زمانے میں جب تک اس کام کو مکمل نہ کر لیتے، کسی اور دوسرے کام میں مشغول نہیں ہوا کرتے تھے، ان سے دوسروں نے ان افادات کو اردو میں منتقل کیا، یہ مجموعہ اگرچہ حجم کے لحاظ سے مختصر تھا لیکن اپنی معنویت اور

افادات کے لحاظ سے بہت اہم تھا اور بہت سی نادر علمی نکات و لطائف پر مشتمل تھا، اور اس بناء پر اس کے مختلف نسخے تیار کیے گئے اور یہ نقلیں لینے کا سلسلہ لگا تا جاری تھا تا آنکہ ان افادات کے کچھ حصے ضائع ہو گئے، چنانچہ مولانا زکریا نے اس مجموعے پر نظر ثانی کر کے اس کے نقائص و معائب کو دور کیا اور اسے استفادے کے قابل بنادیا، پھر بعد میں انھوں نے مشکل مقامات کی توضیح کی، مغلط مقامات کی شرح کی، حواشی سے آراستہ کیا، حوالوں سے مزین کیا اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سارے علمی فوائد سے اسے مزین کر کے کامل و مکمل بنادیا، اور افادات کا یہ مجموعہ ترمذی کی ایک مکمل اور جامع شرح کی شکل میں سامنے آیا، جسے علماء نے تحسین کی نظر سے دیکھا، اس پر تقریظات و تبصرے لکھے، اور اسے ترمذی کی دوسری شرحوں سے بے نیاز کر دینے والا قرار دیا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مکتبہ یحییٰ مظاہر علوم سہارنپور سے چھپ چکی ہے۔

#### (۵) حجة الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

جج چونکہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے، اور عام مسلمانوں کو آئے دن متعلقہ مسائل کے جاننے کی ضرورت پڑتی ہے، اسی بناء پر مختلف علماء کرام نے اپنی تالیفات میں جج اور عمرے اور مناسک جج سے متعلق مسائل مستقل ابواب میں ذکر کیے ہیں، بعض علماء کرام نے مستقل تصنیف کی شکل میں اس سے متعلق گفتگو کی ہے۔ اور اس کے مختلف گوشوں کو واضح کیا ہے، اگر ان ساری کتابوں کو جمع کر دیا جائے تو جج اور مناسک جج سے متعلق مستقل لائبریری قائم ہو سکتی ہے۔

مولانا زکریا بھی چوں کہ احادیث سے اشتغال رکھتے تھے۔ خدمت حدیث میں پیش پیش رہنا چاہتے تھے، چنانچہ انھوں نے ۲۷ سال کی عمر میں حجة الوداع کے موضوع پر اس کتاب کی تصنیف کی، اور اصل کتاب کی تالیف سے صرف ایک دن ایک رات میں فارغ ہو گئے، پھر اس پر حواشی بھی لکھے اور مجمل کی توضیح اور مشکل کی شرح، اور مبہم کی وضاحت کی، اور اپنے تجربے کی روشنی میں مختلف قیمتی باتوں کا اضافہ کیا۔

اسلوب کتاب اور منہج تالیف کے متعلق شیخ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں اس کتاب میں ان کا منہج یہ

ہے کہ انھوں نے اس موضوع کے مختلف گوشوں کا مکمل احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ کتاب دو حصوں میں ہے پہلے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو بیان کیا ہے تاکہ قاری پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا اپنی بصیرت کی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے، آپ کو عمرہ و طواف کرتے دیکھ لے، اس کتاب میں حجۃ الوداع کے متعلق معلومات کا عظیم ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اور مجموعی طور پر اس کتاب کے مطالعے سے حج و عمرہ کی اصل فکر واضح ہو جاتی ہے۔ دوسرے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے، ان کی تعداد، اور اس کی تعیین اور اس کی تفصیلات تحریر کی گئی ہیں، اس سے متعلق فقہی احکام، تاریخی بحثیں، علمی فوائد اور حدیثی تحقیقات ذکر کی گئی ہیں۔

اس کتاب میں احرام اور اس سے متعلق واجب اور مستحب باتوں اور مختلف سمتوں میں اس کی میقات کو بیان کیا گیا ہے، انواع حج اور اس میں افضل ترین شکل کو تحریر کیا گیا ہے۔ حیض و نفاس والی عورتوں کے احرام کی صحت و کیفیت کے متعلق مسائل ذکر کیے گئے ہیں، حجۃ الوداع کے مختلف گوشوں پر اختصار و جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے، جس میں رائج مسائل کے علاوہ مختلف علماء کرام کی آراء اور اس سے متعلق سارے مسائل آگئے ہیں۔ مختلف منازل اور ان کے ناموں کی تصریح کر دی گئی ہے۔ اور پھر بعد میں ان مقامات میں آنے والی تبدیلیوں کو علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں اور خود اپنے تجربات کی روشنی میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے مولف کی وسعت نظر اور علم حدیث میں ان کی گہرائیوں کا پتہ چلتا ہے۔ حج کے موضوع پر اسے انسائیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ نقل و احتساب میں بڑی امانت داری سے کام لیا گیا ہے، خصوصاً مذہب کے مختلف اقوال نقل کرنے میں بڑی دقت نظری کا ثبوت دیا ہے۔ مزید ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ متقدمین کی عظیم کاوشوں کو سراہا گیا ہے اور ان کی بارگاہوں کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ اپنی جانب سے کوئی علمی موقف لکھتے وقت متقدمین کی خدمت میں نہایت ادب و احترام سے اپنی بات کہی ہے اور عجز و انکسار کا مظاہرہ کیا ہے۔

## (۶) تعلیقات علی کتاب بذل المجهود فی حل ابی داؤد:

بذل المجهود فی حل ابی داؤد کی تالیف میں مولانا محمد زکریا بھی اپنے استاد مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے شریک تھے، لیکن بعد میں مولانا محمد زکریا صاحب نے اس کتاب پر حواشی کی شکل میں مزید اضافے کیے اور اسے عام و تام بنانے کی کوشش کی، یہ حواشی دراصل ان کتابوں سے مستفاد ہیں جو ان کے شیخ کی زندگی میں طبع نہیں ہوئی تھیں، یا ان تک اس وقت تک رسائی نہیں ہو سکی تھی، اس لیے اس حاشیے کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اور یہ حاشیہ مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہے۔

(۱) اس حاشیے میں ان فقہی مباحث کو شامل کر دیا گیا ہے جو ان کے استاذ سے رہ گئے تھے۔

(۲) اس میں حدیث اور علوم حدیث کے مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۳) اسماء و انساب کی تعیین کی گئی ہے۔

(۴) صحت و ضعف کے درجے کو کہیں کہیں واضح کر دیا گیا ہے۔

(۵) غریب الفاظ کی شرح کر دی گئی ہے۔

(۶) سنن ابی داؤد کے مختلف نسخوں کے مابین مقارنہ کر کے مقامات اختلاف کو بیان کر دیا گیا

ہے۔

## (۷) الفیض السمانی علی سنن النسائی

یہ کتاب دراصل شیخ رشید احمد گنگوہی کے افادات کا مجموعہ ہے جس پر مولف نے مفید اضافے کیے ہیں، لیکن مولف نے بھی بہت سی جگہوں پر بیاض چھوڑ دیا تھا جس کو مظاہر علوم کے استاد اور صدر المدرسین مولانا محمد عاقل نے مکمل کر دیا، موصوف مولف علام کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، یہ کتاب تحقیق و تعلیق کا خوب صورت امتزاج ہے، اس کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کتاب کے مختلف حصوں کا مقارنہ کر کے مقامات کی وضاحت اور کہیں کہیں ایک دوسرے کی ترجیح

کر دی گئی ہے۔

(۲) تراجم ابواب سے احادیث کی مطابقت بیان کر دی گئی ہے۔

(۳) جہاں ضرورت تھی وہاں سند کے رجال کی تحقیق کر دی گئی ہے۔ مثلاً جہاں اختلاف روایات تھا یا پھر نسخوں کا اختلاف تھا۔

(۴) مشکل عبارات کو حل کر دیا گیا ہے، جن میں لیے اکثر وہ مقامات ہیں جن کو علامہ سندھی اور علامہ سیوطی نے چھوڑ دیا تھا۔

(۵) کبھی کبھی ائمہ اربعہ کے مذاہب کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

#### (۸) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی:

شمائل ترمذی حدیث کی مشہور کتاب ہے، اور علماء کرام کے یہاں مقبول و متداول ہے، قدیم و جدید علماء نے اس کتاب کی جانب توجہ کی ہے۔ یہ کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق و خصائل و شمائل سے متعلق صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔

مؤلف کتاب نے نہایت اہتمام سے اس کی شرح کی اور اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے شرح صدر ہو جاتا ہے، ایمان میں جلاء پیدا ہوتا ہے۔

شارح نے محدثین کے انداز میں مختلف روایات پر کلام کیا ہے۔ غریب الفاظ کی شرح کر دی ہے۔ اور علماء و طلباء کے لیے اپنے عربی حاشیے میں رجال حدیث پر بھی گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب بلاشبہ اس لائق ہے کہ اس کا ایک نسخہ مسلمانوں کے گھروں میں ہو، تاکہ ضرورت کے وقت مراجعت کی جاسکے۔



## فصل سوم

### مولانا محمد زکریا کی غیر مطبوعہ کتب حدیث

#### (۱) حواشی المسلسلات:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے احادیث سلسلہ سے متعلق تین رسائل تحریر کیے ہیں۔

(۱) الفضل المبين في المسلسلات من حديث النبي الامين

(۲) الدر الثمين في ميراث النبي الامين

(۳) النوادر من أحاديث سيد المرسلين۔

علماء کرام اور مشائخ عظام کی اور مولف حاشیہ کی بھی عادت تھی کہ ختم بخاری شریف کے وقت احادیث مسلسلہ کے ختم کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ زکریا نے محسوس کیا کہ ان احادیث پر حاشیہ لکھنے کی ضرورت ہے، اس ضرورت کی تکمیل کے لیے انھوں نے کمر کسی اور اس پر ایک جامع حاشیہ لکھ دیا، اس میں رجال حدیث کی ایک جامع فہرست شامل کر دی گئی ہے۔ اور بعض احادیث مسلسلہ جو شاہ ولی اللہ کے رسائل میں نہیں تھیں ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ احادیث مسلسلہ کے باب ہیں یہ ایک انفرادی کوشش ہے۔

#### (۲) اصول الحديث على مذهب الحنفية

اس کتاب میں مولف نے مذہب حنفیہ کے مطابق قواعد و اصول حدیث کو جمع کر دیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف ۸ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ میں شروع ہوئی اور ۱۰ جمادی الاول میں تکمیل ہوئی، لیکن اس حواش کے اضافے کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک جاری رہا۔<sup>۳۹</sup>

#### (۳) اوليات القيامة:

اس رسالے میں مولف نے ان احادیث کو جمع کر دیا ہے جس میں ان باتوں کا بیان ہے جن سے

متعلق قیامت میں سب سے پہلے بندوں سے سوال کیا جائے گا۔<sup>۴۰</sup>

#### (۴) تبویب تاویل مختلف الاحادیث لابن قتیبہ

یہ کتاب دراصل ابن قتیبہ کی کتاب تاویل مختلف الاحادیث کی تبویب ہے، اس کتاب کو مصنف نے فقہی ابواب کی ترتیب کے لحاظ پر مرتب کر کے کتاب سے استفادے کو آسان کر دیا ہے۔

#### (۵) تبویب مشکل الآثار

مولف نے امام طحاوی کی کتاب مشکل الآثار کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کر دیا ہے۔<sup>۴۱</sup>

#### (۶) تخریج الجامع

اس کتاب میں مولف نے امام ابن اثیر جزری کی کتاب، جامع الاصول کی احادیث کی تخریج کر دی ہے، اور جلد و صفحہ کے حوالے سے شروح احادیث کی جانب بھی رہنمائی کر دی ہے، اور کچھ حواشی سے بھی مزین کر دیا ہے۔<sup>۴۲</sup>

#### (۷) تقارير كتب الحديث

یہ کتاب دراصل حدیث کی مختلف کتابوں کا نوٹ ہے، جسے مولف نے طالب علمی کے زمانے میں اپنے شیخ مولانا خلیل احمد انیسٹھوی اور والد محمد یحییٰ کاندھلوی کے افادات کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔

#### (۸) تقرير مشكاة (شرح مشكاة المصابيح)

یہ مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے، جس میں مولف نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے شیوخ کے املا کردہ مضامین کو جمع کر دیا ہے، پھر بعد میں اس میں اپنی جانب سے اضافے کے لیے اور تدریس مشکوٰۃ کے زمانے میں اپنی نادر تحقیقات سے اسے مزین کیا۔ یہ کتاب متوسط سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔<sup>۴۳</sup>

#### (۹) تلخیص البذل

یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولف کتاب بذل الحمود کی تالیف میں اپنے استاد کے شریک و سہم تھے۔ چنانچہ مولف نے بذل الحمود کی تلخیص اپنے الفاظ و اسلوب میں تیار کی اور ضرورت کے مقامات کو

چھوڑ کر کہیں بھی استاد سے تعرض نہیں کیا۔<sup>۴۴</sup>

#### (۱۰) جامع الروایات والاجزاء، غیر مطبوعہ

اس کتاب میں مولف نے صحاح ستہ موطاء امام مالک، موطاء امام محمد حاکم کی متدرک، بیہقی کی سنن کبریٰ، طحاوی شرح مشکل الآثار، وغیرہ سے مختلف احادیث و روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن یہ کتاب یا یہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔<sup>۴۵</sup>

#### (۱۱) جزء الاعمال بالنیات

یہ بات معلوم ہے کہ یہ حدیث اصول دین میں شمار کی جاتی ہے، اسی پر عقائد و اعمال کا دار و مدار ہے، اس حدیث کو ثلث الاسلام اور ربع الاسلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ امام شافعی کے مطابق اس میں فقہ کے ستر ابواب شامل ہیں، چنانچہ اس حدیث کی اہمیت کے پیش نظر مولف نے اس کی شرح کرنے کی ٹھانی، علمی، فنی، گفتگو کر کے اس کی شرح کی، اس کے مختلف طرق کو ذکر کیا ہے، اس کی اہمیت کو واضح کیا، اس کے مستفاد احکام کو تحریر کیا، اس کے الفاظ کی شرح کی، اور مغلق کو کلمات کو حل کیا ہے یہ کتاب چار فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلا فائدہ۔ استاد سے متعلق۔

(۲) دوسرا فائدہ۔ معانی کی توضیح سے متعلق۔

(۳) تیسرا فائدہ۔ بیان معانی سے متعلق۔

(۴) چوتھا فائدہ۔ فقہی تحقیقات سے متعلق۔

یوں ہی اس کتاب میں مقتضی اور محذوف کے فرق کو بھی ان فوائد کے مابین واضح کر دیا گیا

ہے۔<sup>۴۶</sup>

#### (۱۲) جزء افضل الاعمال

کون سا عمل سب سے افضل ہے اس باب میں مختلف احادیث مختلف احوال کے لحاظ سے مروی ہیں۔ چنانچہ مولف نے اس کتاب میں اس باب کی تمام روایات کو جمع کر کے افضل اعمال سے متعلق

روایات کی بہت سی توجیہات اور تاویلات کو جمع کر دیا ہے، یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہو سکی۔ ۷۷

### (۱۳) جزء انکعتہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے متعلق جامع گفتگو ہے امہات مومنین کی تعداد کو ذکر کیا گیا ہے، اور جن کے متعلق اختلاف ہے اسے بھی واضح کیا گیا ہے، جن کو نبی پاک نے نکاح کے پیغام بھیجے لیکن نکاح نہیں ہو سکا ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ازواج مطہرات کے عادات و خصائل و شمائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اس باب کے اہم واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔ رسالہ کے اختتام میں حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق بھی گفتگو کی گئی ہے۔ لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے سلسلے میں اعتراضات مستشرقین سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اس پر بھی کچھ گفتگو کر دی جائے تو کتاب زیادہ مکمل ہوتی۔۔ ۷۸

### (۱۴) جزء تخریج حدیث عائشہ فی قصۃ بریرۃ، غیر مطبوعہ

اس کتاب میں مولف نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق روایات اور خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے روایات کو جمع کر دیا ہے۔ اور مختلف احادیث کے مابین تطبیق کی کوشش کی ہے۔ ۷۹

### (۱۵) جزء الجہاد

اس کتاب میں مولف نے جہاد سے متعلق تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔ جہاد کی تعریف کی ہے۔ اس کی شرطوں، اس کے جواز، اور جہاد میں عورتوں کے شرکت کے احکام اور اداب جہاد وغیرہ کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب چار عناوین پر مشتمل ہے۔

(۱) شرائط وجوب

(۲) شرائط جواز

(۳) جہاد میں عورتوں کی شرکت

(۴) اداب جہاد

ان عناوین کے ضمن میں جہاد کی شرعی، فقہی حیثیت اور اس باب میں علماء فقہاء کی رائیں اور ان کے فتاوے بھی ذکر کیے گئے ہیں۔<sup>۵۰</sup>

#### (۱۶) جزء دفع یدین:

رفع یدین کا مسئلہ بہت مشہور و معروف ہے۔ اور اس باب میں اختلاف بھی بہت شائع و ذائع ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں اس مسئلے سے متعلق مختلف کتب احادیث میں مروی مختلف روایتوں کو جمع کیا ہے۔ اسانید متن پر گفتگو کی ہے اور ظاہری روایات کی روشنی میں ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ یہ کتاب اس موضوع سے متعلق بڑی جامع ہے۔<sup>۵۱</sup>

#### (۱۷) جزء صلوٰۃ الاستسقاء

اس کتاب میں نماز استسقاء کی روایتوں کو ذکر کر کے اس پر بحث کی گئی ہے اور مختلف فقہی مذاہب کو ذکر کیا گیا ہے۔

#### (۱۸) جزء صلوٰۃ الخوف

اس کتاب میں نماز خوف کی مشروعیت کے متعلق روایات احادیث کو ذکر کیا گیا ہے اور ان جگہوں اور غزوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جہاں نماز خوف پڑھی گئی۔ یہ کتاب متوسط سائز کے سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔

#### (۱۹) جزء صلوٰۃ الکسوف

اس کتاب میں نماز کسوف کی مشروعیت سے متعلق روایات کو ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی اختلاف روایات اور اس باب میں علماء کے مذاہب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔<sup>۵۲</sup>

## فصل چہارم

### فن و رجال حدیث سے متعلق کتابوں کا تعارف

#### (۱) جزء ماجاء فی شرح الفاظ الاستعاذہ

یہ بات واضح ہے کہ سنت مطہرہ قرآن کریم کی شرح کرنے والی ہے۔ عام کی تخصیص۔ مطلق کی تقلید۔ مجمل کی تبیین بھی اسی کے ذریعہ ہوتی ہے، احادیث، مطہرہ کا ایک حصہ جہاں احکام و مسائل پر مشتمل ہے، وہیں ایک حصہ دعاؤں اور اوراد و وظائف پر بھی مشتمل ہے، انہی دعاؤں میں دعاء استعاذہ بھی شامل ہے۔ اس کتاب کی اصل مشکوٰۃ کی طرف لوٹتی ہے کیوں کہ مولف نے مشکوٰۃ کتاب الدعوات والا استعاذہ کے باب کو اخذ کر کے صاحب مشکوٰۃ کی ذکر کردہ تمام احادیث استعاذہ کو ذکر کیا ہے۔ اور پھر غریب الحدیث کے باب میں تالیف شدہ مولفات کے طرز پر اس کی شرح کی، اس طرح کہ پہلے لفظ کو اس کی اصل کی طرف لوٹایا گیا ہے اور پھر اس کے معنی و مراد کی وضاحت ائمہ متقدمین کے اقوال خصوصاً ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ، اور امام شرف الدین طیبی کی کتاب ”الکاشف من حقائق السنن“ وغیرہ کی روشنی میں کی گئی ہے۔ یہ کتاب اب خورشید احمد متودی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔<sup>۵۳</sup>

#### (۲) جزء مایشکل علی الجار حین، غیر مطبوعہ

اس کتاب میں ان تعارضات کو جمع کر دیا گیا ہے جو مختلف ائمہ جرح و تعدیل کی جانب سے بعض راویوں کے سلسلے میں واقع ہوتے ہیں۔ اور پھر ان تعارضات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب متوسط سائز کے بیس صفحات پر مشتمل ہے۔<sup>۵۴</sup>

#### (۳) جزء ما قال المحدثون فی الامام الاعظم، غیر مطبوعہ

اس کتاب میں امام اعظم ابو حنیفہ سے متعلق مختلف ائمہ حدیث و تاریخ کی جرح و تعدیل۔ توثیق

وخریج کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو باب پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلا باب۔ محدثین کے اقوال کے بیان میں

(۲) دوسرا باب۔ مورخین کے اقوال کے بیان میں

یہ کتاب متوسط سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۵۵

#### (۴) جزء المبهات فی الا سانید و الروایات، غیر مطبوعہ

علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے اس بات سے واقف ہیں کہ بہت سے اسناد اور متن میں مبہم نام آتے ہیں، انہیں میں وہ اسناد بھی ہیں جسے ابوداؤد نے حجاج بن قرامصہ۔ عن رجل عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ”(المومن غز کریم) اور جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ”ان رجلا قال یا رسول اللہ الحج کل عام“ علماء و محدثین نے ان اسماء کی تعیین کی کوشش کی ہے، ان میں خطیب ابن بشکوال اور امام نووی وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے بھی شرح بخاری کے مقدمے میں مبہمات کی ایک فصل ذکر کی ہے۔

اس کتاب میں مولف نے مختلف آثار و احادیث میں وارد مبہم اسماء کو بیان کیا ہے۔ لیکن انھوں نے حافظ ابن حجر کی تہذیب، تقریب، اور تجلیل کے مبہم اسماء سے تعرض نہیں کیا ہے، اگر ایسا کیا جاتا تو کتاب اکمل و اتمم ہوتی۔

یہ کتاب نو عناوین پر مشتمل ہے۔

(۱) مبہمات الا یمان والقدر والعلم والا اعتصام

(۲) مبہمات الدعاء۔

(۳) مبہمات الجہاد

(۴) مبہمات اللقطہ

(۵) مبہمات الحج۔

(۶) مبہمات الذکاة

(۷) مبهمات الصلوة

(۸) مبهمات الطهارة

(۹) مبهمات الروایات۔

اس کتاب کی تالیف کا آغاز شوال ۱۳۴۱ھ میں ہوا یہ کتاب متوسط سائز کے تقریباً ستر صفحات پر مشتمل ہے۔ ۵۶

(۵) جزء المعراج۔ غیر مطبوعہ

یہ کتاب اسراء اور معراج سے متعلق وارد روایات و آثار کو جامع ہے اور ساتھ ہی متن اور اسناد کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ ۵۷

(۶) حواشی ذیل التہذیب۔ غیر مطبوعہ

مولف نے چاہا تھا کہ تہذیب التہذیب پر ایک ذیل (حاشیہ) تحریر کریں لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا تو بعض جگہوں پر اپنے تعلیقات تحریر کر دیئے۔ ۵۸

(۷) ذیل التیسیر

امام ابن الربیع متوفی ۹۴۴ھ کی تالیف تیسیر الوصول الی جامع الاصول سے مولف نے بذل الجھود میں کافی استفادہ کیا تھا۔ اور کتاب التیسیر پر ایک حاشیہ لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن ایسا ممکن نہ ہونے کی صورت میں کتاب کے مختلف مقامات سے متعلق اپنی تعلیقات تحریر کر دیں۔ اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ جامع الاصول کے مصنف کی رسائی بسا اوقات مراجع حدیث تک نہ ہونے کی صورت میں رزین کی طرف اس کا انتساب کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کتاب کے مصنف کو چونکہ اصل محل حدیث تک رسائی ہو گئی، اس لیے انھوں نے جزء اور صفحہ نمبر کی یقین کے ساتھ اصل کی طرف اس کی نسبت تحریر کر دی ہے۔ ۵۹

(۸) شذرات اسماء الرجال۔

مولف نے یہ کتاب راویان حدیث کے اسماء اور ان میں کے بعض کے بعض سے سماع کے متعلق اختلاف کو دور کرنے کے لیے تحریر کی ہے۔ یوں ہی بعض راویوں کے نسب کے سلسلے میں اختلاف کو بھی



بیان کیا ہے۔ متضاد عبارتوں کی توضیح کی ہے۔ مختلف اقوال کا تعارض دور کیا ہے۔ یہ ساری خدمت اسماء رجال کی مشہور کتابوں، تہذیب التہذیب، التقریب، التعجیل، لسان المیزان۔ تہذیب الکمال، میزان الاعتدال کی روشنی میں انجام دی گئی ہے۔<sup>۶۰</sup>

#### (۹) شذرات الحدیث۔ غیر مطبوعہ

جب اس کتاب کے مولف نے بذل المجہود کی تالیف میں اپنے استاد کی علمی اعانت کا سلسلہ شروع کیا۔ تو انھوں نے صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، حاکم کی مستدرک، اور ابن ماجہ، موطاء امام محمد، موطاء امام مالک، بروایت بیہقی مصمودی شرح معانی الآثار، اور سنن نسائی، کے لیے الگ الگ کاپیاں بنائیں اور ہر ایک کا کوڈ تیار کیا، مثلاً شذرات ابوداؤد کے لیے (شد) کا کوڈ رکھا، اس طرح دوسرے کتب احادیث کے لیے بھی رموز متعین کیے۔ مقصد یہ تھا کہ احادیث و آثار کی تخریج، اس کی شرح، رجال کا واضح تعارف پیش کیا جائے۔ مولف اس طرح ان چیزوں کو اپنی کاپیوں میں نوٹ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شذرات البخاری کے کئی اجزاء تیار ہو گئے جس کو بعد میں ’لامع الدراری‘ اور ’الابواب والترجم‘ میں شامل کر دیا گیا، اسی طرح شذرات الترمذی کی کاپی بھی بارہ اجزاء پر مشتمل ہو گئی۔<sup>۶۱</sup>

#### (۱۰) مختصات المشکاۃ۔ غیر مطبوعہ

مولانا محمد زکریا صاحب نے ایک طویل عرصے تک مشکوٰۃ کا درس دیا، مشکوٰۃ کی تدریس کے لیے مطالعے کے دوران وہ مختلف شروح سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کتاب میں مولف نے اہم موضوعات کو مصادر و مراجع کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ کہیں، کہیں زبان اردو استعمال کی گئی ہے اور اکثر مقامات پر عربی ہے۔<sup>۶۲</sup>

#### (۱۱) معجم المسند للامام احمد۔ غیر مطبوعہ

امام احمد بن حنبل کی مسند حدیث کی مشہور و متداول کتاب ہے۔ یہ کتاب مسانید صحابہ کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہے۔ اور تمام صحابہ کی حدیث پے در پے بغیر کسی ترتیب کے ذکر کی گئی ہیں، اس لیے امام احمد کی سند کی فہرست سازی کی مختلف کوششیں ہوئی ہیں۔ جو باہم مختلف ہیں، لیکن مقصد ایک ہی ہے کہ

استفادہ کو آسان بنا دیا جائے۔ چنانچہ اس کے مولف نے بھی اس سمت میں ایک کوشش کی ہے، اور صحابہ، راویان احادیث کی ایک فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے تیار کی ہے، اور جز، اور صفحہ کی صراحت کر دی گئی ہے۔<sup>۶۳</sup>

(۱۲) معجم الصحابة الذين اخرج عنهم ابوداؤد الطيالسی فی مسنده:

غیر مطبوعہ

مسند امام احمد ہی کی طرح اس کتاب میں بھی مسانید صحابہ پے در پے بغیر کسی ترتیب کے ذکر کی گئی ہیں، اس لیے اس سے بھی استفادہ بہت مشکل تھا، چنانچہ اس سے استفادے کو آسان کرنے کے لیے مولانا محمد زکریا نے راویان صحابہ کی ایک فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے تیار کی، اور ایک دوسری فہرست صفحات کے لحاظ سے تیار کی، مقصد یہی تھا کہ استفادہ آسان ہو جائے۔<sup>۶۴</sup>

(۱۳) مقدمات کتب حدیث:

مولانا محمد زکریا صاحب نے کتب حدیث اور شروح احادیث پر مختلف مقدمے لکھے ہیں، جن میں کچھ چھپ چکے ہیں، اور کچھ مخطوطے کی شکل میں موجود ہیں۔ ان مقدموں میں مولانا نے کتاب، اس کی اہمیت، اس کے خصائص، مولف کا تعارف، اور دوسری اہم باتیں تحریر کی ہیں۔ ان میں کچھ مقدمے متعلقہ مختلف کتب و شروح احادیث کے ساتھ چھپ چکے ہیں۔ جو مقدمے نہیں چھپے ان میں طحاوی، ترمذی، شمائل ترمذی، نسائی کا مقدمہ ہے۔<sup>۶۵</sup>

(۱۴) ملقط الرواة عن المرفقات. غیر مطبوعہ

یہ کتاب ملا علی قاری کی مرقات شرح مشکوٰۃ کے مختلف رایوں کے بیان میں ہے۔ اس میں مولف نے ان رایوں کی ایک فہرست دی ہے۔ جن کے تراجم و تعارف ملا علی قاری نے ذکر کیے ہیں۔ ساتھ ہی صفحہ اور جزء کی تعیین کر دی ہے۔ اس کتاب نے مرقات سے استفادہ کو آسان کر دیا ہے۔ یہ کتاب متوسط سائز کے بیس صفحات پر مشتمل ہے۔

## (۱۵) ملقط المرقّات. غیر مطبوعہ

یہ کتاب مرقّات شرح مشکوٰۃ کے بعض موضوعات کی تلخیص ہے۔ اس میں مرقّات المصانیع کے حوالے سے بعض علمی باتیں اور فنی ریمارکس ذکر کیے گئے ہیں۔ ۶۶

## (۱۶) معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی. غیر مطبوعہ

علامہ ذہبی کی تذکرت الحفاظ چار جلدوں میں ہے۔ ہر جلد کے آخر میں ایک فہرست ہے۔ جو راویوں کے اسماء، ان کی کنیتوں، ان کے القاب، اور انساب پر مشتمل ہے، یہ فہرست حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے ہے، چنانچہ مولف نے ان تمام راویوں کی ایک جلد میں ایسی فہرست تیار کی جو لقب، نسبت کے بجائے راویوں کے اسماء پر مشتمل ہو اور راویوں کے نام حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے ذکر کیے تاکہ استفادہ آسان ہو۔ ۶۷

## حوالہ جات

- ۱۔ الشارق، سہ ماہی: مدیر تقی الدین ندوی، اپریل تا ستمبر ۲۰۰۴ء، ص: ۶۰ جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ
- ۲۔ نفس مصدر: ص: ۶۱
- ۳۔ نفس مصدر: ص: ۶۱
- ۴۔ نفس مصدر: ص: ۶۲
- ۵۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب التہجد، ج: ۱
- ۶۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی: محمد یوسف متالا، ج: ۱، ص: ۵۵-۵۴  
مطبوعہ کتب خانہ تحفہ سہارنپور، ۲۰۰۸ء
- ۷۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الاذان، ج: ۱
- ۸۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۵۶-۱۵۵
- ۹۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب التہجد، ج: ۱
- ۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۵۷-۱۵۶
- ۱۱۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الجنائز، ج: ۱
- ۱۲۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۵۸-۱۵۷
- ۱۳۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الصوم، ج: ۱
- ۱۴۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۵۸
- ۱۵۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الزکوٰۃ، ج: ۱
- ۱۶۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۵۹
- ۱۷۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الزکوٰۃ، ج: ۱
- ۱۸۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۶۰-۱۵۹
- ۱۹۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الوکالۃ، ج: ۱
- ۲۰۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۶۱
- ۲۱۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب فی اللقطۃ، ج: ۱

۲۲	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۶۲-۱۶۱
۲۳	الجامع الصحیح للبخاری: کتاب اللقطۃ، ج: ۱
۲۴	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۶۲
۲۵	الجامع الصحیح للبخاری: کتاب المظالم، ج: ۱
۲۶	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۶۲
۲۷	الجامع الصحیح للبخاری: کتاب الجہاد والسير، ج: ۲
۲۸	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۶۳-۱۶۳
۲۹	الجامع الصحیح للبخاری: کتاب المناقب، ج: ۲
۳۰	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۶۵
۳۱	الجامع الصحیح للبخاری: کتاب المناقب، ج: ۲
۳۲	شیخ الحدیث مولانا زکریا: ج: ۱، ص: ۱۶۵
۳۳	فہرست تالیفات شیخ زکریا: ج: ۱، ص: ۸۲
۳۴	نفس مصدر: ص: ۵۰
۳۵	مقدمہ اوجز المسالک: ج: ۱، ص: ۱۵
۳۶	مقدمہ اوجز المسالک: ج: ۱، ص: ۵۱-۵۲ ملخصاً
۳۷	اوجز المسالک: ملاحظہ کیجیے، مطبوعہ المکتبۃ العلمیۃ، مظاہر العلوم سہارنپور
۳۸	لامع الدراری: ملاحظہ کیجیے مطبوعہ المکتبۃ البیویۃ، مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۳۷۹ھ
۳۹	آپ بقی نمبر ۲: شیخ زکریا، ص: ۱۷۹، کتب خانہ تکیوی سہارنپور، ترتیب جدید عبداللہ معروفی
۴۰	نفس مصدر: ص: ۱۸۹
۴۱	نفس مصدر: ص: ۱۹۱-۱۹۲
۴۲	فہرست تالیفات شیخ: ج: ۱، ص: ۲۰۹
۴۳	آپ بقی نمبر ۲: ص: ۱۶۴
۴۴	نفس مصدر: ص: ۱۶۵

۴۵	نفس مصدر:	ص: ۱۹۱
۴۶	نفس مصدر:	ص: ۱۸۱
۴۷	نفس مصدر:	ص: ۱۸۰
۴۸	نفس مصدر:	ص: ۱۸۸
۴۹	نفس مصدر:	ص: ۱۸۷
۵۰	نفس مصدر:	ص: ۱۸۸
۵۱	نفس مصدر:	ص: ۱۸۱
۵۲	نفس مصدر:	ص: ۱۸۷
۵۳	فهرست تالیفات شیخ:	ج: ۱، ص: ۲۴۹
۵۴	آپ بیتی نمبر ۲:	ص: ۱۸۸
۵۵	نفس مصدر:	ص: ۱۸۷
۵۶	نفس مصدر:	ص: ۱۸۲
۵۷	نفس مصدر:	ص: ۱۸۰
۵۸	نفس مصدر:	ص: ۱۸۵
۵۹	فهرست تالیفات شیخ:	ج: ۲، ص: ۲۶
۶۰	نفس مصدر:	ج: ۲، ص: ۴۲
۶۱	آپ بیتی نمبر ۲:	ص: ۱۶۵
۶۲	نفس مصدر:	ص: ۱۸۹
۶۳	نفس مصدر:	ص: ۱۸۶
۶۴	نفس مصدر:	ص: ۱۹۲
۶۵	نفس مصدر:	ص: ۱۷۶
۶۶	نفس مصدر:	ص: ۱۸۶
۶۷	نفس مصدر:	ص: ۱۹۱

# باب سوم

فضائل اعمال  
ایک مطالعہ

## فصل اول

### اسباب تالیف و منہج تالیف فضائل اعمال

تبلیغی جماعت کے قیام کے بعد تبلیغی نصاب کے طور پر مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) کی بعض کتابیں مثلاً بہشتی زیور، وغیرہ مبلغین کے داخل درس و تدریس رہا کرتی تھیں۔<sup>۱</sup> لیکن مولانا محمد الیاس صاحب کی خواہش تھی کہ جماعت کے لیے نصاب کے طور پر کوئی مستقل کتاب داخل درس و تدریس کر دی جائے اور اس مقصد کے لیے ان کی خواہش تھی کہ ایک مستقل کتاب تصنیف کر دی جائے۔<sup>۲</sup> چنانچہ اس کے لیے انھوں نے سب سے پہلے اپنے بھتیجے مولانا محمد زکریا کو ایک ایسی کتاب کی تالیف کرنے کا حکم دیا جو جماعت کے مبلغین کے لیے نصاب کے طور پر داخل کی جاسکے، چنانچہ مولانا محمد زکریا نے فضائل صلوٰۃ، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، فضائل رمضان اور فضائل صدقات سے متعلق کتابیں لکھیں اور پھر بعد میں اپنے چچا زاد بھائی مولانا محمد یوسف صاحب کی خواہش پر فضائل حج تحریر کیا۔ اس کے بعد اپنے شیخ طریقت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر پہلے لکھی ہوئی تحریروں مثلاً حکایات صحابہ وغیرہ اور حافظ محمد الیاس گکینوی کے حکم سے لکھی گئی تحریروں مثلاً فضائل قرآن اور درود و سلام کی فضیلت کو یکجا کر دیا اور اسی مجموعہ کا نام تبلیغی نصاب رکھ دیا یہی کتاب فضائل اعمال کے نام سے بھی مشہور ہوئی۔<sup>۳</sup>

#### فضائل اعمال کی تالیف میں مصنف کا منہج:

یہ کتاب چوں کہ فضائل اعمال سے متعلق ہے اس لیے مصنف نے ہر باب میں سب سے پہلے باب سے متعلق قرآنی آیتوں کا ذکر کیا ہے اور پھر مفصل شرح کے ساتھ ان آیتوں کا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد زیر بحث باب سے متعلق احادیث ذکر کی ہیں اور ان کی مفصل تشریح کی ہے۔ شرح احادیث کے بعد آثار صحابہ و تابعین، مشائخ صوفیہ کے اقوال اور ان کے حیرت انگیز واقعات ذکر کیے ہیں، عمومی طور پر



فضائل کے باب میں مصنف کا منہج تحریر یہی ہے ہاں کبھی کبھی قرآنی آیات پر احادیث کے ذکر کو مقدم بھی کیا ہے۔ فضائل الصلوٰۃ، فضائل القرآن اور فضائل رمضان میں اس کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔<sup>۴</sup> اور کبھی کبھی احادیث طیبہ پر صوفیا کے اقوال کو بھی مقدم کیا ہے جیسا کہ فضائل صلوٰۃ میں اس کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

کتاب کا خاصا بڑا حصہ ضعیف اور بعض موضوع احادیث، صوفیا کے شطحات، مراقبہ قبور اور دوسرے عجیب و غریب حکایات پر مشتمل ہے۔<sup>۵</sup> لیکن خاص بات یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کا اکثر حصہ فضائل اعمال کے اردو نسخے میں ہی ملتا ہے اس کے عربی مترجم نسخے میں اس طرح کی باتیں عموماً ذکر نہیں کی گئی ہیں۔<sup>۶</sup> اردو کے مروج نسخے میں متعلقہ احادیث کی صحت و ضعف اور وضع سے متعلق احکام عربی زبان میں ذکر کیے گئے ہیں لیکن اردو میں ان کا ترجمہ نہیں دیا گیا بلکہ اس کے سامنے احادیث کے بعض فوائد ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ ان احادیث کے ذریعہ باب سے متعلق موضوع پر استدلال کیا گیا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ متن حدیث عربی میں یا اردو میں ذکر کرتے ہیں لیکن درجہ حدیث سے متعلق احکام بالکل ہی ذکر نہیں کرتے ہیں جب کہ بعض احادیث ضعیف وغیرہ بھی ہوا کرتی ہیں اس کی تفصیل فصل چہارم میں آئے گی۔

## فصل دوم

### فضائل اعمال: مختصر تعارف

اس کتاب کے مصنف مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا شمار ہندوستان کے مشہور ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث، محدث کبیر، ریحانۃ الہند، برکتہ العصر، قطب الاقطاب اور عارف کبیر آپ کے مشہور القاب ہیں یہ کتاب تبلیغی نصاب کے نام سے بھی مشہور ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد مندرجہ ذیل اقسام پر مشتمل ہے

(۱) حکایات الصحابہ (۲) فضائل الصلوٰۃ

(۳) فضائل التبلیغ (۴) فضائل الذکر

(۵) فضائل القرآن (۶) فضائل رمضان

(۷) فضائل الصلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل رمضان اور فضائل الصلوٰۃ والسلام کے مابین ایک مختصر رسالہ مولانا محمد احتشام الحسن

کاندھلوی کی تصنیف ہے۔ جو ”مسلمانوں کی موجودہ پستی اور ان کا علاج“ کے نام سے موسوم ہے۔

دوسری جلد بھی چند اقسام پر مشتمل ہے۔ (۱) فضائل الصدقات (۲) فضائل الحج۔

پہلی جلد میں حکایات صحابہ بارہ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

**پہلا باب:** دین کی نختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقات کا جھیلنا۔

**دوسرا باب:** اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کا خوف اور ڈر۔

**تیسرا باب:** صحابہ کرام کے زہد و فقر کے بیان میں۔

**چوتھا باب:** صحابہ کرام کے تقویٰ کے بیان میں۔

**پانچواں باب:** نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع۔

**چھٹا باب:** ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

**ساتواں باب:** بہادری، دلیری اور موت کا شوق۔

**آٹھواں باب:** علمی ولولہ اور اس میں انہماک۔

**نواں باب:** حضور کی فرماں برداری اور امتثال حکم اور یہ دیکھنا کہ حضور کا منشا کیا ہے۔

**دسواں باب:** عورتوں کا دینی جذبہ اور تسبیحات حضرت فاطمہ۔

**گیارہواں باب:** بچوں کا دینی جذبہ۔

**بارہواں باب:** حضور اکرم ﷺ کی محبت کے واقعات میں۔

**خاتمہ:** صحابہ کرام کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل میں۔

فضائل نماز ایک تمہید تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

پہلا باب: نماز کی اہمیت کے بیان میں۔ دوسرا باب: جماعت کے بیان میں۔ تیسرا باب: خشوع و خضوع کے بیان میں اور پھر خاتمہ۔

فضائل تبلیغ ایک تمہید اور سات فصلوں پر مشتمل ہے۔ **فصل اول:** آیات قرآنی اور تاکید امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ **فصل دوم:** احادیث نبوی اور تاکید امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ **فصل سوم:** تنبیہ برائے اصلاح نفس۔ **فصل چہارم:** فضائل اکرام مسلم و وعید تحقیر مسلم۔ **فصل پنجم:** اخلاق و ایمان و احتساب۔ **فصل ششم:** تعظیم علمائے کرام و بزرگان دین۔ **فصل ہفتم:** اہل حق کی پہچان اور ان کی مجالست کی اہمیت۔

فضائل ذکر: اس میں تین ابواب اور ایک خاتمہ ہے:

پہلا باب: فضائل ذکر۔ دوسرا باب: کلمہ طیبہ۔ تیسرا باب: کلمہ سوم کے فضائل۔ خاتمہ۔ **صلوٰۃ التبیح** فضائل قرآن مجید: یہ قسم غیر مبوب ہے۔ فضائل قرآن مجید کے متعلق چالیس احادیث ذکر کی گئی ہیں آخر میں ایک خاتمہ اور ایک تکملہ ہے۔

فضائل رمضان: اس قسم میں تین فصلیں ہیں: پہلی فصل رمضان المبارک کے فضائل میں۔ دوسری

فصل: شب قدر کے بیان میں۔ تیسری فصل: اعتکاف کے بیان میں۔

فضائل درود شریف: اس میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل درود شریف کے فضائل میں۔ دوسری فصل خاص درود کے فضائل میں۔ تیسری فصل ان احادیث کے بیان میں جن میں نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چوتھی فصل: فوائد متفرقہ کے بیان میں۔ پانچویں فصل درود شریف کے متعلق حکایات میں۔

فضائل اعمال کی دوسری جلد میں فضائل صدقات کا حصہ ایک مقدمہ اور سات فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل مال خرچ کرنے کے فضائل میں۔ دوسری فصل: بخل کی مذمت میں۔ تیسری فصل صلہ رحمی۔ چوتھی فصل زکوٰۃ کی تاکید۔ پانچویں فصل زکوٰۃ نہ دینے کی وعید میں۔ چھٹی فصل: زہد و قناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب میں۔ ساتویں فصل زاہدوں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کی ستر حکایات۔ دوسری قسم فضائل حج، ایک تمہید اور دس فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل حج کی ترغیب میں۔ دوسری فصل حج نہ کرنے کی وعید میں۔ تیسری فصل اس سفر میں مشقت کا تحمل، چوتھی فصل، حج کی حقیقت میں۔ پانچویں فصل: حج کے آداب میں۔ چوتھی فصل زیارت مدینہ۔ نویں فصل آداب زیارت۔ دسویں فصل مدینہ کے فضائل میں۔ فضائل حج کی آٹھویں، نویں اور دسویں فصل میں زیارت قبر رسول کریم ﷺ کے تعلق سے ان کا موقف وہی ہے، جو جمہور علماء کا ہے کہ خاص قبر شریف کی زیارت کو اعظم القربات میں شمار کیا ہے۔ اور اپنے مشائخ سے بھی اس پر اقوال نقل کیے ہیں۔ آداب زیارت کے سلسلے میں متقدمین و متاخرین کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ آداب زیارت تحریر کیے ہیں۔

اور اس کے متعلق دوسرے اہم مباحث کو سپرد قلم کیا ہے جو موجودہ زمانے میں اختلافی ہیں لیکن مولف کا موقف اس سلسلے میں وہی ہے جو عام علماء اہل سنت اور صوفیہ کا ہے۔

حاصل یہ کہ مصنف نے اس کتاب کو صوفیہ کے مشرب کے مطابق تحریر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو مقبول عام بنانے کے لیے منامات کا بھی سہارا لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مشائخ میں سے

ایک نے ۱۸۹۲/۸/۱ء میں ایک خواب دیکھا، اس مجلس میں مؤلف کھڑے تھے اور نبی اکرم ایک بلند جگہ پر تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے خوبصورت جلدوں میں چند کتابیں رکھی ہوئی تھیں جن میں سب سے اوپر فضائل حج اور پھر اسی کے نیچے فضائل درود و سلام تھی اور اس کے نیچے حکایات صحابہ تھی اور پھر دوسری کتابیں۔ تھوڑی ہی دیر میں شیخ یوسف بنوری تشریف لے آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حضرات کی باتوں کو سن کر مسکراتے رہے۔

ان کے علاوہ اور دوسرے بزرگوں کے منامات بھی ذکر کیے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی یہ کتاب مشرب صوفیہ کے مطابق ہے۔<sup>۵</sup>

## فصل سوم

### فضائل اعمال میں وارد بعض ضعیف وموضوع احادیث

(۱) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جمع بين صلاتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر۔

اس حدیث کو حاکم نے حنش کے طریق سے روایت کیا ہے اور حنش کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔ اور حافظ نے کہا ہے کہ ہمیں پتا نہیں کہ حصین بن نمیر کے علاوہ کسی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔<sup>۹</sup> امام ذہبی نے تصحیح وتضعیف دونوں کی ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ابوعلی رجبی حسین بن قیس اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ دارقطنی نے ان کو متروک لکھا ہے۔ حافظ ابوالفضل مقدسی نے اس حدیث کو تذکرہ الموضوعات میں لکھا ہے۔ ابن الجوزی نے بھی اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔<sup>۱۰</sup>

(۲) انّ من حافظ على الصلاة اكرمه الله تعالى بخمس خصال، يرفع عنه ضيق العيش وعذاب القبر ويعطيه الله كتابه بيمينه ويمر على الصراط كالبرق ويدخل الجنة بغير حساب۔

ومن تهاون عن الصلاة عاقبه الله تعالى بخمس عشرة عقوبة خمسة في الدنيا وثلاثة عند الموت وثلاثة في قبره وثلاثة عند خروجه من القبر۔

فاما اللواتي في الدنيا فالاولى: تنزع البركة من عمره، والثانية: تمحي سيماء الصالحين من وجهه والثالثة: كل عمل يعمل لا ياجره الله عليه والرابعة: لا يرفع له دعاء الى السماء۔ والخامسة: ليس له حق في دعاء

## الصالحين-

واما التى تصيبه عند الموت فانه يموت ذليلاً، والثانية: يموت جوعاً.  
الثالثة: يموت عطشاناً ولو سقى بحار الدنيا ماروى عن عطشه واما التى  
تصيبه فى قبره فالاولى يضيق عليه القبر حتى تختلف اضلاعه - والثانية  
يوقد عليه القبر ناراً فيتقلب على الجمر ليلاً ونهاراً - والثالثة: يسلط عليه  
فى قبره ثعبان اسمه الشجاع الاقرع، عيناه من نار واطفاره من حديد  
طول كل ظفر مسيرة يوم يكلم الميت فيقول: انا الشجاع الاقرع، وصوته  
مثل الرعد القاصف، يقول: امرنى ربى ان اضربك على تضييع صلاة الصبح  
الى بعد طلوع الشمس، واضربك على تضييع صلاة الظهر الى العصر،  
واضربك على تضييع صلاة العصر الى المغرب واضربك على تضييع صلاة  
المغرب الى العشاء واضربك على تضييع صلاة العشاء الى الفجر- فكلما ضربه  
ضربة يغوص فى الارض سبعين ذراعاً، فلا يزال فى القبر معذبا الى يوم  
القيامة. واما التى تصيبه عن خروجه من القبر فى موقف القيامة فشدة  
الحساب- وسخط الرب ودخول النار.

وفى رواية فانه ياتى يوم القيامة وعلى وجهه ثلاثة اسطر مكتوبات: السطر  
الاول: يا مضيع حق الله، السطر الثانى يا مخصصاً بغضب الله - السطر  
الثالث: كما ضيعت فى الدنيا حق الله فأيس اليوم انت من رحمة الله -

مولانا محمد زكريا لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ابواللیث سمرقندی نے قرۃ العیون میں ذکر کیا ہے۔<sup>۱</sup>  
اور شیخ نصر بن محمد سمرقندی کی تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ اس حدیث کے ہم معنی ابن النجار  
تخریج کے بعد ذیل الہائی میں اس حدیث کو امام سیوطی نے ذکر کیا ہے۔ میزان میں ہے: یہ حدیث باطل  
ہے۔ اسے محمد ابن علی ابن عباس علی ابوبکر ابن زیاد نسیا پوری نے گڑھا ہے۔ اسے حافظ نے منہیات میں

حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔<sup>۱۲</sup>

(۳) روى انه عليه الصلاة والسلام قال: من ترك الصلاة حتى مضى وقتها ثم

قضى عذب في النار حقبا.

اس حدیث کو مصنف نے مجالس الابرار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی حقب سے متعلق شرح کو اس کے حوالے سے عربی میں ذکر کیا ہے۔ اور پھر بعد میں (قلت) کہہ کر لکھتے ہیں، جس کا اردو میں حاصل یہ ہے کہ میرے پاس موجود کتب حدیث میں اس حدیث کا کوئی پتا نہیں ہے۔ لیکن ہمارے شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مجالس الابرار کی تعریف کی ہے۔<sup>۱۳</sup>

(۴) عن ام رومان والدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: رانی ابوبکر الصديق

أتمیل فی صلاتی فزجرنی زجرة کدت انصرف من صلوتی، قال سمعت

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اذا قام احدکم فی الصلاة فلیسکن

اطرافه لا یتمیّل كما یتمیّل اليهود فان سکون الاطراف فی الصلاة من تمام

الصلاة.

اس حدیث کو حکیم ترمذی نے بطریق قاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان روایت کیا ہے۔

دارقطنی میں ایسا ہی ہے۔ سیوطی نے جامع صغیر میں، ابونعیم فی الحلیۃ اور ابن عدی فی الکامل کی جانب عزا کیا

ہے اور اسے ضعیف لکھا ہے۔<sup>۱۴</sup> البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کیوں کہ یہ حدیث حکم بن

عبداللہ بن سعد ایلی کے گرد گھومتی ہے۔ اور امام احمد نے ان کی تمام احادیث کو موضوع کہا ہے۔ امام ابن

معین نے لکھا ”لیس بثقة“۔ دارقطنی، نسائی اور ایک جماعت نے متروک الحدیث لکھا ہے۔ امام ابو حاتم

نے کذاب کہا ہے۔<sup>۱۵</sup>

(۵) عن انس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن عبد قال لا اله الا

الله في ساعة من ليل و نهار الا طمست مافي الصحيفة من السيآت حتى

تكتب مثلها من الحسنات.



اس حدیث کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے ایسا ہی ترغیب میں ہے۔ اور مجمع الزوائد میں ہے۔ اس میں ایک راوی عثمان بن عبد الرحمن زہری ہیں وہ متروک ہیں۔<sup>۶۱</sup>

(۶) عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبہ رفع راسہ الی السماء فقال: اسالك بحق محمد الاغفرت لی فاوحی اللہ الیہ من محمد فقال تبارک اسمک لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدرا عن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریئتک ولولاہو ما خلقتک۔

اس حدیث کو طبرانی نے صغیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے 'در' میں روایت کیا ہے۔ اور مجمع الزوائد میں ہے: اس کو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں کچھ غیر معروف راوی ہیں مولانا زکریا صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں: اس حدیث کی تائید لولاک لما خلقت الافلاک سے ہوتی ہے۔ اس حدیث کو ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے۔ لیکن اس کے معانی کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔<sup>۶۲</sup>

(۷) عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً من قال اذا مر بالمقابر السلام علی اہل لا الہ الا اللہ من اہل لا الہ الا اللہ کیف وجد تم قول لا الہ الا اللہ، یا لا الہ الا اللہ اغفر لمن قال لا الہ الا اللہ، واحشرنا فی زمرة من قال لا الہ الا اللہ غفرلہ ذنوب خمسین سنة، قیل: یا رسول اللہ، من لم تکن لہ ذنوب خمسین سنة قال: لو الدیہ ولقرابته ولعامۃ المسلمین۔

اس حدیث کو دہلی نے تاریخ ہمدان میں اور رافعی اور ابن النجار نے روایت کیا ہے۔ ایسا ہی منتخب کنز العمال میں ہے۔ اسی جیسی روایت امام سیوطی نے ذیل التالیٰ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند پر گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ الاسناد کُلھا ظلمات اور اسی حدیث کے رجال کی جانب کذب کی نسبت کی

ہے۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے اور بعض صحابہ سے روایت ہے جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور تعظیم کے ساتھ کھینچا تو اللہ تعالیٰ اس کے چار ہزار کبار گناہوں کو معاف کر دے گا، کہا گیا اور اس کے گناہ چار ہزار نہ ہوں تو؟ تو فرمایا کہ اس کے اہل اور پڑوسیوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

مولانا زکریا لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے لیکن اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ جیسا کہ ذیل اللہی میں ہے۔ البتہ اس حدیث کی صالح پڑوسی میت کے مدفون ہونے اور میت کو برے مردہ پڑوسی سے اذیت پہنچنے والی حدیث سے تائید ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام سیوطی نے ذیل اللہی میں مختلف طرق سے ذکر کیا ہے۔<sup>۱۸</sup>

(۸) عن عبد اللہ بن اوفی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له احداً صمداً لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد، کتب اللہ له الفی الف حسنة۔

اس حدیث کو طبرانی نے ایسا ہی ترغیب میں روایت کیا ہے۔ اور مجمع الزوائد میں بھی ہے۔ اس حدیث میں فائدہ ابوالورقاء ہیں یہ متروک ہیں۔<sup>۱۹</sup>

(۹) عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لیس من عبد یقول: لا الہ الا اللہ مائة مرة الا بعثہ اللہ یوم القيامة ووجہہ کالقمر لیلة البدر، ولم یرفع لأحد یومئذ عمل افضل من عمله الا من قال مثل قوله او زاد۔

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں عبد الوہاب بن ضحاک متروک ہیں۔ ایسا ہی مجمع الزوائد میں ہے۔

مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ابن ماجہ کے راویوں میں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے لیکن آنے والی ام ہانی کی حدیث ان کی شاہد ہے۔<sup>۲۰</sup>

عن ام ہانی قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الہ الا اللہ لا یسبقہا عمل ولا تترك ذنباً۔

اس حدیث کی تخریج امام حاکم نے کی ہے۔ اور اس کی تصحیح کی ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں: ”لا اله الا الله لا يترك ذنبا ولا يسبقها عمل“ امام حاکم پر امام ذہبی نے تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ زکریا راوی ضعیف ہیں۔ ام ہانی اور محمد کے مابین سقوط راوی بھی ہے یہ حدیث ابن ماجہ کی روایت سے جامع صغیر میں مذکور ہے۔ اور اس کی تضعیف بھی مرقوم ہے۔<sup>۲۱</sup>

(۱۰) عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: افتحوا على صبيانكم اول كلمة بلا اله الا الله، ولقنوههم عند الموت لا اله الا الله فانه من كان اول كلامه لا اله الا الله وآخر كلامه لا اله الا الله ثم عاش الف سنة لم يستل عن ذنب واحد.

یہ حدیث موضوع ہے ابن محمویہ اور اس کے باپ مجہول ہیں اور بخاری نے ابراہیم بن مہاجر کی تضعیف کی ہے۔<sup>۲۲</sup>

(۱۱) روى عن ابى جعفر محمد بن على، عن ابيه عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن عبد ولا امة يضعن بنفقة ينفقها فيما يرضى الله الا انفق اضعافها فيما يسخط الله. ومامن عبد يدع الحجّ لحاجة من حوائج الدنيا الاراي المحلقين قبل ان تقضى تلك الحاجة يعنى حجة الاسلام، ومامن عبد يدع المشى فى حاجة اخيه المسلم قضيت او لم تقض الا ابتلى بمعونة من يأثم عليه ولا يوجر فيه .

اس حدیث کو اصہبانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں نکارت ہے۔ ایسا ہی منذری کی ترغیب و ترہیب میں ہے۔ اس کو مجمع الزوائد میں طبرانی کبیر کی روایت عن ابی جحیفہ سے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس میں ایک راوی عبید بن القاسم اسدی ہیں وہ متروک ہیں۔ مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ابن ماجہ کے راویوں میں ہیں اور اس کو صاحب الکفر نے بھی ذکر کیا ہے۔<sup>۲۳</sup>

(۱۲) عن رجل من آل الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من زارنى

متعمداً كان في جوارى يوم القيامة ومن سكن المدينة وصبر على بلائها  
كنت له شهيداً وشفيعاً يوم القيامة ومن مات في أحد الحرمين بعثه الله من  
الآمنين۔

اس حدیث کو بیہقی نے شعب میں اور اتحاف میں بروایت طیالسی ابن عمر عن عمران کی سند کے  
ساتھ روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ آل خطاب میں سے ایک شخص نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ۲۱ بیہقی  
نے اسے مرسل روایت کیا ہے اور مذکورہ شخص مجہول ہے۔ ۲۲

## فصل چہارم

چند ضعیف و موضوع احادیث جن کی استنادی حیثیت پر مصنف نے کوئی گفتگو نہیں کی نہ عربی میں اور نہ اردو میں

(۱) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائیا ابلغته۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی مشکوٰۃ وبسط السخاوی فی تخریجہ۔<sup>۲۵</sup>  
عقلمی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ابن الجوزی نے کہا صحیح نہیں ہے۔ البانی نے کہا کہ موضوع ہے۔<sup>۲۶</sup>

(۲) عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی فی مسجدی اربعین صلاة لا تفوته صلاة کتب لہ براءۃ من النار وبراءۃ من العذاب وبری من النفاق۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے<sup>۲۷</sup> البانی کہتے ہیں کہ منکر ہے۔<sup>۲۸</sup>

(۳) عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاة الرجل فی بیتہ بصلاة وصلاته فی مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، وصلاته فی المسجد الذی یجمع فیہ خمس مائة صلاة وصلاته فی المسجد الاقصیٰ بخمسين الف صلاة وصلاته فی مسجدی بخمسين الف صلاة وصلاته فی المسجد الحرام بمائة الف صلاة۔

اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔<sup>۲۹</sup>

(۴) عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زارنى فى المدينة محتسباً كان فى جوارى وكننت له شفيعاً يوم القيامة۔

اسے زبیدی نے اتحاف السادة المتقين میں ذکر کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان ہیں، ان کو ابن حبان اور دارقطنی نے ضعیف لکھا ہے۔<sup>۳۰</sup>

(۵) عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبرى وجبت له شفاعتى۔

اس کی تخریج دارقطنی نے سند ضعیف کے ساتھ کی ہے۔<sup>۳۱</sup> البانی نے کہا ہے کہ منکر ہے۔<sup>۳۲</sup> وہ ضعیف و موضوع احادیث جن کا مصنف نے صرف اردو میں ترجمہ دیا ہے عربی نص ذکر نہیں کی، اور نہ حکم حدیث بیان کیا ہے:

(۱) ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو۔ اس میں دس فائدے ہیں۔ (۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۶) مسوڑوں کو قوت دیتی ہے۔ (۷) بلغم کو قطع کرتی ہے۔ (۸) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۹) صفراء کو دور کرتی ہے۔ (۱۰) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔

دارقطنی نے سنن میں اس کی تخریج کی ہے۔<sup>۳۳</sup> اس میں معلیٰ بن میمون ہیں، ابن الجوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں معلیٰ بن میمون ضعیف ہیں، ابن عدی کہتے ہیں اس کی حدیث منکر اور غیر محفوظ ہوتی ہے۔<sup>۳۴</sup>

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جگر گوشہ ابراہیم کے بارے میں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔<sup>۳۵</sup>

امام سخاوی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ البانی کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔<sup>۳۶</sup>

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کے لیے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو۔<sup>۳۷</sup>

یہ حدیث امام سیوطی کی جامع صغیر میں مذکور لمبی حدیث کا حصہ ہے انھوں نے ضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔<sup>۳۸</sup> البانی کے نزدیک موضوع ہے۔<sup>۳۹</sup> ابو نعیم نے حلیہ میں اس کی تخریج کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ غریب من حدیث سعر، تفریدیۃ اسماعیل۔<sup>۴۰</sup>

(۴) ابواللیث سمرقندی نے قرۃ العیون کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ

دے اس کا نام جہم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔<sup>۴۱</sup>

اس حدیث کی روایت اس نص کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہے۔<sup>۴۲</sup>

درج بالا احادیث کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سی ضعیف و موضوع روایتوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ موضوع احادیث تو کسی بھی طرح کسی بھی حال میں نہ احکام کے باب میں اور نہ فضائل کے باب میں کسی میں بھی قابل استناد نہیں ہیں۔ البتہ ضعیف احادیث کے سلسلے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف احادیث مقبول ہیں علمائے اہل حدیث اور خصوصاً عصر حاضر کے علماء اہل حدیث کسی بھی طرح کی ضعیف احادیث سے کسی بھی باب میں استدلال کے قائل نہیں ہیں اگرچہ وہ ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو جب کہ عام اہل علم کے نزدیک اگر ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو حدیث درجہ حسن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہے۔ بہر حال مسئلہ اختلافی ہونے کی وجہ سے مصنف نے جمہور کے موقف کے مطابق ضعیف احادیث سے فضائل کے باب میں استدلال کر لیا ہے البتہ وہ احادیث جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے تو شاید ان سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نصاب میں مذکور کوئی بھی موضوع حدیث محدثین و ناقدین حدیث کے نزدیک متفقہ طور پر موضوع نہیں ہے بلکہ بعض نے موضوع کہا تو بعض نے ضعیف اور دوسری بات یہ کہ مذکورہ موضوع احادیث من جمیع طرق موضوع نہیں ہیں بلکہ بعض طرق سے موضوع اور بعض طرق سے ضعیف ہیں شاید مصنف نے بعض ضعیف طرق کا لحاظ کرتے ہوئے فضائل کے باب میں ضعیف احادیث کے متعلق جمہور کے موقف کے پیش نظر تساہل سے کام کیا ہے۔

## مصادر ومراجع

- ۱۔ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات: مولانا محمد شاہد ص: ۸۳
- ۲۔ مولانا محمد الیاس کے خطوط: ص: ۹۲، فضائل اعمال کے مقدمہ میں بھی انھیں حوالوں کا ذکر ہے
- ۳۔ مقدمہ فضائل اعمال: مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مطبع جواد بک ڈپو، ۲۲۲ میا محل، دہلی، ۱۹۹۷ء
- ۴۔ نفس مصدر: فضائل نماز، ص: ۵، فضائل قرآن، فضائل رمضان
- ۵۔ نفس مصدر: ج: اول و دوم
- ۶۔ مقدمہ تبلیغی نصاب (عربی): مترجم مولانا ابوالحسن ندوی، ص: ۹
- ۷۔ فضائل اعمال: مکمل ملاحظہ کیجیے۔
- ۸۔ ہجۃ القلوب: ص: ۱۶، بحوالہ فضائل اعمال
- ۹۔ فضائل اعمال: اول فضائل نماز، ص: ۲۸
- ۱۰۔ مستدرک حاکم: ج: ۱، ص: ۲۷۵، سنن ترمذی ۱/۳۵۶/۳۹۵، تذکرہ الموضوعات، ص: ۱۱۵
- ۱۱۔ فضائل اعمال: اول فضائل نماز، ص: ۳۰
- ۱۲۔ قرۃ العیون: ابواللیث سمرقندی، ص: ۲-۲ تنبیہ الغافلین، ج: ۱، ص: ۱-۳۰۰،
- میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۶۵۳
- ۱۳۔ فضائل اعمال: اول فضائل نماز، ص: ۳۸
- ۱۴۔ نفس مصدر: ص: ۷۱
- ۱۵۔ الجامع الصغیر: ج: ۱، ص: ۲۷، الدر المنثور، ج: ۵، ص: ۳، ضعیف الجامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۸۸
- میزان الاعتدال، ج: ۱، ص: ۵۷۲، الضعفاء والمترکون، ص: ۱۸۰، الجرح والتعديل، ج: ۳، ص: ۱۲۱
- ۱۶۔ فضائل اعمال: اول فضائل ذکر، ص: ۷۹، الترغیب للمندری، ج: ۲، ص: ۲۹۳، مجمع الزوائد، ج: ۱۰، ص: ۸۲
- ۱۷۔ فضائل ذکر، ص: ۹۸، المعجم الصغیر، ج: ۲، ص: ۸۲، المستدرک، ج: ۲، ص: ۶۱۵، دلائل النبوة
- ج: ۵، ص: ۲۸۹، مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۵۳
- ۱۸۔ نفس مصدر: فضائل ذکر، ۱۰۵ اذیل اللآلی ص: ۱۵۷، تنبیہ الغافلین، ج: ۲، ص: ۲۵۳
- ۱۹۔ نفس مصدر: ص: ۱۰۸، الترغیب للمندری، ج: ۲، ص: ۲۲۲، مجمع الزوائد، ج: ۱، ص: ۸۵
- ۲۰۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۰



- ۲۱ نفس مصدر: فضائل درود، ص: ۱۱۳، الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۱۷۱، المستدرک، ج: ۱، ص: ۵۱۴
- ۲۲ نفس مصدر: فضائل ذکر، ص: ۱۱۰
- ۲۳ نفس مصدر دوم: فضائل حج، ص: ۳۲، مطبوعه اصلاح کتب خانه دہلی، الترغیب، ج: ۱، ص: ۴۴۶، الترغیب ج: ۲، ص: ۱۱۰، مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۲۰۷
- ۲۴ نفس مصدر: ص: ۹۷، شعب الایمان، ج: ۳، ص: ۴۸۸، مسند ابوداؤد الطیالسی، ج: ۱۲، ص: ۱۱۰
- ۲۵ نفس مصدر: اول، فضائل درود، ص: ۱۸
- ۲۶ الضعفا والمتر وکون: ج: ۴، ص: ۳۷-۱۳۶، الموضوعات، ج: ۱، ص: ۲۰۳، سلسلة احادیث الضعيفه، ج: ۱، ص: ۳۳۶
- ۲۷ فضائل اعمال: دوم، فضائل حج، ص: ۱۵۷
- ۲۸ سلسلة احادیث الضعيفه: ج: ۱، ص: ۵۴۰
- ۲۹ فضائل اعمال: دوم، فضائل حج، ص: ۸۲، ابن ماجه، ج: ۱، ص: ۴۵۳
- ۳۰ نفس مصدر: ص: ۹۸
- ۳۱ نفس مصدر: ص: ۹۶
- ۳۲ سلسلة احادیث الضعيفه، ج: ۱، ص: ۱۲۰
- ۳۳ فضائل اعمال: اول، فضائل نماز، ص: ۸، العلل المتناهية، ج: ۱، ص: ۳۳۵
- ۳۴ سنن دارقطنی: ج: ۱، ص: ۵۸
- ۳۵ فضائل اعمال: دوم، فضائل حج، ص: ۱۲۱
- ۳۶ سلسلة احادیث الضعيفه: ج: ۱، ص: ۳۸۸
- ۳۷ فضائل اعمال: اول، فضائل نماز، ص: ۷۶
- ۳۸ الجامع الصغير: دوم، ص: ۴
- ۳۹ ضعيف الجامع الصغير: ص: ۴۱۷
- ۴۰ الحلیة الاولیاء: ج: ۷، ص: ۲۰۰
- ۴۱ فضائل اعمال: اول، فضائل نماز، ص: ۳۹
- ۴۲ قرۃ العیون: ص: ۱۵۳

# باب چہارم

لامع الدراری  
ایک مطالعہ

## فصل اول

### مقدمہ لامع الدراری ایک مطالعہ

مولانا محمد زکریا کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے جب بھی کسی کتاب کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کی کوشش یہی رہی کہ اصل کتاب کی شرح سے پہلے ایک جامع علمی مقدمہ لکھ دیا جائے جو محققین، علماء اور طلباء کے لیے بصیرت افروزی کا باعث ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اسی منہج کو بخاری شریف کی شرح میں بھی باقی رکھا ہے اور بڑے سائز کے ایک سو باون صفحات پر مشتمل ایک شاندار علمی مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے مختلف موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ اس مقدمے کو پڑھ کر مصنف کی وسعت علمی، ژرف نگاری اور علم حدیث میں ان کی مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مصنف نے مقدمے کا آغاز ایک تمہیدی گفتگو سے کیا ہے جس میں انھوں نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو معزز القاب و آداب سے یاد کرنے کے بعد ان کے علم و فضل اور علم حدیث سے ان کے لگاؤ کا تذکرہ کیا ہے پھر اس کے بعد اپنے والد مولانا یحییٰ کاندھلوی اور اپنے شیخ و مرشد مولانا خلیل احمد انیسٹھوی کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے علم و فضل اور علم حدیث سے ان کے قلبی تعلق کا تذکرہ کیا ہے اور پھر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جو اجازت نامہ اپنے فارغ ہونے والے علم حدیث کے طلباء کو دیا کرتے تھے اس کا متن ذکر کیا ہے اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف بخاری شریف کی اسی مختصر تعلیق کا تذکرہ کیا ہے جس کو ان کے والد مولانا یحییٰ کاندھلوی نے قلم بند کیا ہے اس کے بعد انھوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی املا کردہ تعلیقات کی طباعت کا مطالبہ بڑھتا گیا۔ مطالبہ کرنے والوں میں خصوصیت کے ساتھ مولانا حسین احمد مدنی شامل تھے لیکن اس دوران مصنف چوں کہ موطاً امام مالک کی مفصل شرح کی تکمیل میں لگے تھے اس لیے اس کام کو مکمل نہیں کر سکے اور اسی دوران مولانا حسین

احمد مدنی کا انتقال بھی ہو گیا۔ بہر حال شرح موطاً سے ۱۳۷۹ء میں فراغت کے بعد انھوں نے اس تعلیق بخاری پر نظر ثانی کی اور لامع الدراری کے نام سے تعلیق بخاری کی اشاعت ہو گئی۔

یہ مقدمہ چند فصولوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل دس فائدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل حالات مصنف یعنی امام بخاری کے احوال و کوائف پر مشتمل ہے اور اسی فصل میں:

پہلا فائدہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور نسب سے متعلق ہے۔

دوسرا فائدہ ان کی ولادت اور وفات سے متعلق ہے۔

تیسرا فائدہ ان کے حالات زندگی اور تاریخی کوائف پر مشتمل ہے۔

چوتھا فائدہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ سے متعلق ہے۔

پانچواں فائدہ ان کے قوت حافظہ اور ان کی خداداد ذہانت سے متعلق ہے۔

چھٹا فائدہ ان کی سیرت اور ان کے مناقب و فضائل سے متعلق ہے۔

ساتواں فائدہ ان کی آزمائشوں اور ان کی ان تکالیف کے بیان پر مشتمل ہے جو ان کو جھیلنی پڑیں۔

آٹھواں فائدہ ان کے حاسدین اور ان تنقیدوں پر مشتمل ہے جو ان سے عداوت رکھنے والوں نے

ان پر کی ہیں۔

نویں فائدے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

دسویں فائدے میں امام بخاری کی الجامع الصحیح کے علاوہ دیگر تالیفات و تصانیف سے متعلق گفتگو کی

گئی ہے۔

دوسری فصل صحیح بخاری شریف سے متعلق ہے اور یہ فصل بھی چند فائدوں پر مشتمل ہے۔

پہلا فائدہ کتاب کے نام اور وجہ تالیف سے متعلق ہے اور مختلف علماء کے حوالے سے اس پر سیر

حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

دوسرے فائدے میں صحیح بخاری شریف کی فضیلت اور اسی کی مدح و خوبی سے متعلق علماء و فضلا

و محدثین کے اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے فائدے میں صحیح بخاری شریف کے موضوعات سے بحث کی گئی ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی اس صحیح کی تالیف سے منجملہ مقصود کیا تھا۔

چوتھے فائدے میں صحیح بخاری میں امام صاحب کی شرطوں سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

پانچویں فائدے میں امام بخاری کی صحیح کی تراجم ابواب کے علاوہ خصوصیتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

چھٹے فائدے میں ان باتوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا اہتمام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی تالیف کے وقت عظمت و تقدس کے پیش نظر کیا ہے مثلاً غسل و نماز وغیرہ۔

ساتویں فائدے میں صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

آٹھویں فائدے میں حدیث کی کتابوں اور اس کے مراتب سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور دیگر کتب حدیث کے مابین امام بخاری کی صحیح کے قدر و منزلت کو واضح کیا گیا ہے۔

نویں فائدے میں صحیح بخاری کی نوعیت کی تعیین کی گئی ہے اور کتب حدیث کی مختلف انواع و اقسام پر گفتگو کی گئی ہے۔

دسویں فائدے میں صحیح بخاری شریف کے مختلف نسخوں اور اس کے راویوں کو بیان کیا گیا ہے اور اسی سے متعلق مؤلف مقدمہ کی اپنی سندوں کو بیان کیا گیا ہے۔

گیارہویں فائدے میں امام بخاری کی ان مرویات کا ذکر کیا گیا ہے جن پر ناقدین فن کی جانب سے تنقیدیں کی گئی ہیں۔

بارہویں فائدے میں ان راویوں سے بحث کی گئی ہے جن پر ناقدین فن نے جرح کی ہے۔

تیرہویں فائدے میں امام بخاری کی اپنی صحیح میں کتاب اور باب کے نام سے قائم کردہ عناوین سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور مختلف ابواب کے باہمی تعلق سے متعلق تفصیلی اور چشم کشا بحث کی گئی ہے۔ ۳

تیسری فصل میں تراجم ابواب بخاری سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ یہ فصل چند فائدوں پر مشتمل ہے۔

پہلے فائدے میں ان علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے تراجم ابواب بخاری پر مشتمل رسالے

تصنیف کیے ہیں۔

دوسرے فائدے میں ان اصولوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کو علمائے حدیث نے بیان کیا ہے اور جس کا جاننا تراجم ابواب کو سمجھنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

تیسرے فائدے میں ان اصول تراجم کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں جن کو علمائے حدیث، شارحین، مشائخ، محدثین نے ذکر کیا ہے یا جو خود مصنف کو اپنے مطالعہ کی روشنی میں واضح ہوا ہے۔

چوتھے فائدے میں ان عام وجہوں کا بیان ہے جو نا سخیں کی غلطی یا امام بخاری کے وہم یا کتاب کی عدم تمیض سے متعلق ہے اور جو مشائخ محدثین کی زبانوں پر شائع و ذائع ہے۔

چوتھی فصل صحیح بخاری شریف کی شرحوں، اس پر لکھے گئے حاشیوں کے بیان میں ہے یہ فصل دو فائدوں پر مشتمل ہے۔

پہلے فائدے میں صحیح بخاری شریف کی پانچ مشہور و متداول شرحوں کو بیان کیا گیا ہے اور ذکر کرتے وقت ان شرحوں کی شہرت کا لحاظ رکھا گیا ہے ان کی ترتیب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

دوسرے فائدے میں باقی تمام ان شرحوں اور تمام حواشی کا مختصراً تذکرہ کیا ہے جن پر مصنف کو اطلاع ہو سکی اور پھر صاحب تعلیق بخاری مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے احوال و کوائف کو ذکر کیا گیا ہے اور سب سے آخر میں تعلیق بخاری کے جامع مولانا یحییٰ کاندھلوی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی حالات زندگی تحریر کی گئی ہے۔ لامع الدراری کے مقدمے کا یہ ایک سرسری مطالعہ ہے جس میں صرف مقدمے کے مشمولہ مباحث کے عناوین سے واقفیت ہو جاتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ مقدمہ نگار نے کتنی محنت سے بکھرے ہوئے مباحث کو یکجا کر دیا ہے اور اپنی جانب سے کچھ افادات بھی تحریر کر دیئے ہیں جو یقیناً طالبین حدیث کے لیے بصیرت افروز ہیں۔

### مقدمہ لامع الدراری کے بعض اہم مباحث ایک جائزہ

بخاری شریف کی شرح لامع الدراری کا مقدمہ نہایت اہم ہے۔ اس مقدمے میں کن مباحث کو زیر بحث لایا گیا ہے اس پر ایک سرسری گفتگو کی جا چکی ہے لیکن مقدمے میں بعض ایسے مباحث بھی ہیں جن کی گفتگو تفصیل کی متقاضی ہے اس لیے علیحدہ مقدمہ لامع الدراری کے بعض اہم علمی مباحث کا خلاصہ پیش

کیا جا رہا ہے تاکہ کتاب کی اہمیت آشکار ہو اور مقدمہ کی قد و منزلت سے لوگوں کو آشنائی ہو سکے۔  
مقدمے کی دوسری فصل کا پانچواں فائدہ صحیح بخاری شریف کی خصوصیات سے متعلق ہے لیکن ان خصوصیات کا تعلق تراجم ابواب سے نہیں ہے بلکہ تراجم ابواب کے علاوہ دوسری علمی خصوصیات کو اس فائدے میں بیان کیا گیا ہے۔

اس فائدے میں جن خصائص صحیح بخاری کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد پندرہ ہے ان سارے خصائص کو مقدمہ نگار نے ”منہا“ کہہ کر بیان کیا ہے مثلاً (باب البول فی الماء الدائم میں) اس باب میں صحیح بخاری شریف کی پہلی خصوصیت تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس کتاب میں بسا اوقات بیچ کتاب میں تسمیہ ذکر کیا گیا ہے اور اسی کی وجہ یہ ہے کہ اس صحیح کی تالیف جب کسی وجہ سے ایک مدت کے لیے موقوف ہو جاتی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی دوبارہ تالیف کے آغاز کے وقت تسمیہ تحریر کرتے ہیں، اس کو باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکة والمدینۃ اور باب نظافة الید فی الصلوٰۃ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ۵

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت سے مقام پر ’بإسنادہ‘ کہہ کر ذکر کرتے ہیں اور اس جملے کو اسناد سے نہیں جوڑتے ہیں۔ ایسا بہت سے مقامات پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ۶  
تیسری خصوصیت یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں صیغہ تملیض لا کروار در روایت کے ضعف کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں اس کو بھی مختلف جگہوں پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔  
چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف امراض اور مصیبتوں میں بخاری شریف کی تلاوت تریاق کا کام کرتی ہے۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جب بھی امام بخاری قال فلاں کہتے ہیں تو مذاکرہ پر محمول ہے اس کو مثلاً باب فضل العلم میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اختلاف کی جگہوں میں امام بخاری صحابی یا تابعی کے قول کو اختیار کرتے ہیں اس کو باب من قال لا مراۃ انت علی حرام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ اگر حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ وارد ہوتا ہے جو قرآن میں بھی وارد ہو چکا ہے تو امام بخاری اس سلسلے میں مفسرین کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔ اس کو باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ امام بخاری بسا اوقات باب کی مناسبت میں قرآن کریم کی آیات ذکر کرتے ہیں اور بعض الفاظ کی تفسیر بھی ذکر کرتے ہیں اس کو بھی کتاب بدء الخلق اور کتاب التفسیر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

نویں خصوصیت یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں ۲۲ ثلاثی احادیث مروی ہیں اور اس نوع کی پہلی حدیث باب اثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم میں مذکور ہے۔ دسویں خصوصیت یہ ہے کہ امام بخاری نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی اس صحیح میں حدیث مکرر ذکر نہیں کریں گے۔

گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ بطور مکاتبت امام بخاری نے صرف ایک حدیث اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔

بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث استخارے کے بعد ہی شامل کتاب کی گئی ہیں۔ تیرہویں خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طالعما يشير البخاری فی اول کل کتاب منه إلی زمان نزول ذلك الحكم ومبدأ شرعيته بنوع لطيف من الاشارات لاسيما اذا كان الامر مختلفا بينهم ۷

(ترجمہ:) بسا اوقات امام بخاری ہر کتاب کے شروع میں کسی خاص حکم کے زمانہ نزول اور اس کی مشروعیت کے آغاز کی جانب لطیف اشارہ کر دیتے ہیں خاص طور پر اس وقت جب کہ مسئلہ علما کے مابین مختلف فیہ ہو۔

چودھویں خصوصیت یہ ہے کہ امام بخاری اکثر اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے آخر میں آخری حدیث میں ختمیت کی مناسبت سے کوئی بات ذکر کر دی جائے۔ مثلاً بدء الوحی میں کہتے ہیں



فكان ذلك آخر شان هر قل اس نكتے کو دوسرے مقامات پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

پندرھویں خصوصیت یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف کی آخری اور آخری ترجمہ اور ابتدائی کتاب اور ابتدائی ترجمہ باب میں باہم مناسبت پائی جاتی ہے۔ مثلاً حدیث نیت سے کتاب کا آغاز کیا جو دنیا سے متعلق تھا اور اعمال کے وزنی کیے جانے والی حدیث کو سب سے آخر میں ذکر کیا کیوں کہ یہ آخرت سے متعلق تھا اور دنیا پہلے ہوتی اور آخرت بعد میں۔ اس طرح کے نکتے اور دقت نظری سے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ ۸۔ دوسری فصل کا نواں فائدہ اس بیان پر مشتمل ہے کہ صحیح بخاری شریف کا تعلق کتب حدیث کے انواع میں کس نوع کے ساتھ ہے۔ اس سلسلے میں گفتگو کرتے وقت مصنف نے انواع کتب حدیث پر بکھرے ہوئے سارے مباحث کو اکٹھا کر دیا اور یہ فائدہ مستقل رسالے کی شکل اختیار کر گیا ہے چنانچہ انھوں نے اسی فائدے میں سب سے پہلے جامع کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی تعریف ذکر کی ہے اور انواع کتب حدیث کے بیان میں مصنف نے ۲۷ انواع کا ذکر کیا ہے۔

ان میں پہلی نوع جامع ہے اور کسی بھی کتاب حدیث کو جامع کہلانے کے لیے آٹھ ابواب پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

- |            |           |
|------------|-----------|
| (۱) عقائد  | (۲) احکام |
| (۳) الرفاق | (۴) آداب  |
| (۵) تفسیر  | (۶) تاریخ |
| (۷) فتن    | (۸) مناقب |

دوسری نوع کا نام سنن ہے اور یہ نوع احادیث احکام پر مشتمل ہوتی ہے۔

تیسری نوع مسند ہے اور یہ وہ نوع ہے جس میں احادیث صحابہ کرام کی ہجائی ترتیب کے مطابق ذکر کی جائیں۔

چوتھی قسم معاجم ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں احادیث کو شیوخ کی ترتیب کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔ پانچویں قسم مستجاب ہے۔ یہ وہ قسم ہے جس میں ایک شیخ یا بہت سے شیوخ کی مروی احادیث کو جمع

کر دیا گیا ہو۔

چھٹی قسم اجزا اور رسائل ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں ایک شخص سے مروی احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو وہ شخص صحابی ہو یا تابعی یا کوئی اور۔

ساتویں قسم اربعینات ہے۔

آٹھویں قسم کو افراد و غرائب کہا جاتا ہے اور یہ وہ قسم ہے جس میں ایسی احادیث شامل ہوں جو ایک شیخ کے پاس ہوں اور دوسروں کے پاس نہ ہوں۔

کتب حدیث کی اس نوع کو ذکر کرنے کے بعد مقدمہ نگار نے غریب الحدیث پر ایک علمی گفتگو کی ہے اور پھر آگے چل کر ایک تنبیہ ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابن الاثر جزری نام کے تین بھائی ہیں اور تینوں کو اسی نام سے جانا جاتا ہے اور آپس میں اس لیے اشتباہ ہوتا ہے ان میں سب سے بڑے مجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد بن محمد متولد ۵۴۴ھ متوفی ۶۰۶ھ۔ یہ تینوں میں سب سے مشہور ہیں یہی جامع الاصول اور النہایہ فی غریب الحدیث کے مصنف ہیں۔ دوسرے کا نام عزالدین ابوالحسن علی بن محمد متولد ۵۵۵ھ متوفی ۶۳۰ھ ہیں۔ یہ اکامل کے مصنف ہیں اور یہی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابة کے بھی مصنف ہیں۔ تیسرے کا نام ضیاء الدین ابوالفتح نصر اللہ ہے ان کی ولادت ۵۵۸ھ میں اور وفات ۶۳۷ھ میں ہوئی یہ المثل السائر کے مصنف ہیں۔

اس کے بعد پھر سے انواع کتب حدیث پر گفتگو کی گئی ہے اور انواع کتب حدیث کی نویں قسم کو بیان کیا گیا ہے جسے مستدرک کہا جاتا ہے اور یہ اس نوع کو کہا جاتا ہے جس میں وہ احادیث مذکور ہوں جو کسی کتاب کے مصنف کے ذکر سے رہ گئی ہوں مثلاً المستدرک الصحیحین وغیرہ۔

دسویں قسم مستخرج ہے۔ اس نوع کا اطلاق ان کتب حدیث پر ہوتا ہے جس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہوں جو دوسری کتاب کی احادیث کے اثبات کے لیے ہوں اور ان میں اس کتاب کی ترتیب اور اس کے متن اور طرق اسناد کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

گیارہویں قسم العلل ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں مذکورہ تمام احادیث یا تمام ابواب کے نام

طرق اور اختلاف روایات کو ذکر کیا گیا ہو۔

بارہویں قسم الاطراف ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں حدیث کے ابتدائی حصے کو اس کی تمام اسانید یا مخصوص کتابوں کے مذکورہ اسانید کو جمع کر دیا جائے۔

تیسرہویں قسم تراجم ہے۔

چودھویں قسم تعالیق ہے۔

پندرہویں قسم ترغیب و ترہیب ہے۔

سولھویں قسم مسلسلات ہے۔

سترہویں قسم ثلاثیات ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں محدث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین صرف تین راوی ہو۔

اٹھارہویں قسم الامال ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں کسی عالم کی املا کردہ احادیث جمع ہوں۔

انیسویں قسم زوائد ہے۔

بیسویں قسم مختصرات ہے۔

اکیسویں قسم تخارج ہے۔

بائیسویں قسم شرح الآثار ہے۔

تینیسویں قسم الباب الحدیث ہے۔

چوبیسویں قسم الترتیب ہے۔

پچیسویں قسم تالیف علی حروف المعجم ہے۔

چھبیسویں قسم موضوعات ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں موضوع احادیث کو ذکر کیا گیا ہو۔

ستائیسویں قسم الادعیۃ الماثورۃ ہے۔ یہ وہ نوع ہے جس میں اللہ کے رسول سے معقول احادیث

دعا کو جمع کر دیا گیا ہو۔ ۹۔

اس فائدے میں مصنف نے نہایت جامعیت کے ساتھ انواع کتب حدیث پر گفتگو کی ہے اگر

اکٹھا ایک جگہ تلاش کیا جائے تو یہ ساری تفصیلات ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ یہ فائدہ بڑے سائز کے ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور مقدمے کی قدر و منزلت میں اضافے کا سبب ہے۔

دوسری فصل میں ہی گیارہواں فائدہ ان مرویات کے بیان میں ہے جن پر ناقدین فن حدیث نے فنی حیثیت سے جرح کی ہے۔ یہ فائدہ بھی بڑے اہم مباحث پر مشتمل ہے اس میں ان تمام روایات پر علمی حیثیت سے گفتگو کی گئی ہے جن ناقدین نے جرح کی ہے ایسی کل احادیث کی تعداد فتح الباری کے مطابق ایک سو دس ہے۔ مقدمہ نگار نے بخاری شریف کی پہلی جلد سے کل تیس روایتیں اور دوسری جلد سے کل بیس روایتیں بطور نمونہ ذکر کی ہیں اور باضابطہ باب و صفحہ کے حوالے سے ذکر کیے ہیں۔ اس سے طالبین حدیث کو بڑی سہولت ہو جاتی ہے اور وہ آسانی سے ان مرویات کے معتد بہ نمونوں سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں جن پر ناقدین نے گفتگو کی ہے۔

مثلاً باب الصوم من آخر الشهر اظنه قال رمضان قال ابو عبد الله وشعبان اصح کی عبارت جلد اول بخاری شریف سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فان الامام البخاری ذکر الروایة التي هي غير الاصح عنده اصاله والاصح تبعاً، وكان حقه العكس بل ذكر رمضان وهم هنا، فان صوم رمضان واجب كله ۱۰ یعنی امام بخاری نے مذکورہ روایت میں غیر صحیح روایت کو پہلے اور اصح روایت کو بعد میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ یہاں رمضان کا ذکر کرنا وہم کے وجہ سے ہے اس لیے رمضان میں تو پورے مہینہ روزہ ضروری ہے۔ یہ فائدہ صفحہ ۷۲ سے ۸۴ تک ہے، نہایت شاندار انداز میں ان روایات پر گفتگو کی گئی ہے۔

تیسری فصل میں خصوصیت کے ساتھ تیسرا فائدہ طالبین علوم حدیث کے لیے خزانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فائدے میں شارحین حدیث اور مشائخ محدثین کے ذکر کردہ اصول تراجم بخاری کو تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اور مقدمہ نگار نے اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں اپنی جانب سے اضافے بھی کیے ہیں۔ ان اصول تراجم کی کل تعداد ستر تک پہنچتی ہے۔ ان سارے ستر اصولوں کو مقدمہ نگار

نے نہایت عمدگی اور سلیقے سے اور شاندار علمی انداز میں شرح و بسط کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ علم حدیث سے تعلق رکھنے والا ادنیٰ شخص بھی مصنف کے وسعت علمی کا اعتراف کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔

تراجم ابواب بخاری کے اصول میں اپنی جانب سے ایک اصل کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الامام البخاری طالما يجمع الابواب العديدة ويأتي بعد تلك الابواب حديثاً واحداً يثبت الابواب السابقة كلها، ويفعل ذلك تشحيذاً للذهان ومن لم يمعن النظر في ذلك يعد الابواب السابقة خالية عن الحديث ويأتي لذلك بتوجيهات بعيدة كسهو المؤلف او عدم وجدانه للحديث أو تحريف من الناسخ وغير ذلك من التوجيهات العامة المعروفة الـ

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات متعدد ابواب جمع کر دیتے ہیں اور ان ابواب کے بعد ایک ایسی حدیث ذکر کرتے ہیں جو سابقہ تمام ابواب کو ثابت کرتی ہے وہ ایسا ذہنوں کو صیقل کرنے کے لیے کرتے ہیں جو اس میں غور و فکر نہیں کرتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ابواب احادیث سے خالی ہیں اور دور از کار توجیہات ذکر کرتا ہے کہ مصنف سے بھول ہو گئی ہے یا ان کو کوئی حدیث نہیں مل سکی یا نسخ سے تحریف ہوئی ہے وغیرہ۔

اس کی مثال وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جہاں انھوں نے باب الرياء فی الصدقة پھر باب لا يقبل الله صدقة من غلول اور پھر باب الصدقة من كسب طيب قائم کیا ہے۔

یہ فائدہ ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے اور یقینی طور پر اس لائق ہے کہ طالبین حدیث اس کا مطالعہ نہایت باریک بینی کے ساتھ کریں کیوں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ تراجم ابواب کو سمجھنے میں غلطیاں کرتے ہیں اور بے حد پریشان ہوتے ہیں اگر اس فائدہ کا مطالعہ کر لیا جائے تو یقینی طور پر ابواب و تراجم کے باہمی تعلق کو ذکر کردہ ستر اصولوں کی روشنی میں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ فائدہ بجا طور پر بیش قیمت تحفہ ہے۔

## فصل دوم

### لامع الدراری کا منہج

مولانا زکریا کی لامع الدراری جو اصلاً مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ان تعلیقات کا توضیحی حاشیہ ہے جسے مولانا محمد زکریا کے والد محترم نے جمع کیا تھا یہ کوئی مستقل بخاری شریف کی شرح نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مصنف کا یہ توضیحی حاشیہ کسی بھی شرح سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے بلکہ اگر مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو مصنف محترم کا یہ حاشیہ بہت سی بڑی شرحوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ خاص طور سے حاشیہ پر لکھے گئے شاندار علمی مقدمے نے تو اس کی افادیت میں چار چاند لگا دیا ہے۔

لامع الدراری کی تینوں جلدوں کے مجموعی صفحات مقدمے کے ۱۵۲ صفحات خارج کر کے تیرہ سو بیالیس صفحات بنتے ہیں۔ یہ سارے صفحات بڑے سائز کے ہیں جس میں مولانا یحییٰ کی تعلیقات کو چھوڑ کر اوسطاً تیس سطریں ہیں یہ ساری سطریں باریک قلم سے لکھی گئی ہیں۔ یہ شرح چوں کہ اصلاً شرح نہیں بلکہ جمع کردہ تعلیقات کا توضیحی حاشیہ ہے اس لیے مصنف نے جہاں جہاں ضرورت کی تشنگی محسوس کی ہے تعلیقات کے اس حصے پر حاشیہ نمبر لگا کر اس کی توضیح نیچے حاشیے میں کر دی ہے۔ حاشیہ میں عموماً اختصار سے ہی کام لیا گیا ہے البتہ اختصار اتنا بھی نہیں کیا گیا ہے کہ اصل مطلب واضح نہ ہو۔ مغلق مقام کی وضاحت مختلف شرح بخاری کے حوالے سے کی گئی ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ کوئی بھی بات بغیر دلیل کے نہ کہی جائے بلکہ ہر بات اکابرین امت کے اقوال کی روشنی میں کی جائے۔ فقہی مسالک کے سلسلے میں بھی اس بات کی جہد و سعی کی گئی ہے کہ ہر مسلک کو اس کے مصادر کے حوالے سے پیش کیا جائے۔ یہ توضیحی حاشیہ چوں کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے بعد لکھا گیا ہے اس لیے جگہ جگہ مفصل مباحث کے مطالعے کے اوجز کے مطالعے کی دعوت دی گئی ہے۔ مختلف احادیث کے رجال پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور ان کی جرح و تعدیل کو

ناقدین فن حدیث کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ اگر کسی حدیث کی تائید قرآن کریم کی کسی آیت سے ہوتی نظر آتی ہے تو قرآن کریم کی اس آیت کو ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ بات اور مضبوط ہو جائے۔

احادیث کے اندر وارد الفاظ جو تشریح طلب ہیں اور لغوی توضیح کے محتاج ہیں ان کی وضاحت عربی زبان کی مشہور لغات کے حوالے سے کی گئی ہے۔ اگر کہیں کوئی ایسا لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے جس پر مختلف حیثیتوں سے مختلف اعراب کے آنے کی گنجائش ہے تو اس کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے یوں ایسے الفاظ جن کو مختلف اعراب کے ساتھ پڑھنا ممکن ہے تو اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔

اس حاشیے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے حاشیہ نگاری کے دوران اپنے اکابرین و شیوخ کا تذکرہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے۔ اور ہر جگہ ان کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں اپنے شیوخ کے افادات اگر کچھ ہیں تو اس کے ذکر میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے بلکہ احترام کے ساتھ ان کے نام کی صراحت کر کے ان کے افادات کا ذکر کرتے ہیں۔ یا ان کے شیوخ کے شیوخ سے اگر کسی قسم کے افادات منقول ہیں تو انھیں بھی انتہائی التزام کے ساتھ اور نام کی صراحت کر کے ذکر کیا گیا ہے جگہ جگہ اپنے شیوخ یا شیوخ کے افادات کو، انسب کہہ کر ان کے افادات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ خود اپنے نگار علمی شغف، اور علم حدیث سے اپنے مسلسل ممارست سے حاصل ہونے والے علمی نکات کو ہذا مآظہر للعاجز الفقیر جیسے الفاظ سے واضح کیا ہے۔ تشریح کے دوران اگر کوئی عربی شعر مقام کے مناسب لگا ہے تو اسے بھی ذکر کیا گیا ہے<sup>۱۲</sup>۔ بسا اوقات اس کا ترجمہ عربی میں کر دیا گیا ہے اور کبھی ترجمہ ترک بھی کر دیا گیا ہے۔ یوں ہی مقام کی مناسبت سے بعض اردو اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں<sup>۱۳</sup>۔ اور کبھی ان کی وضاحت عربی میں کر دی گئی ہے اور کبھی وضاحت ترک بھی کر دی گئی ہے بعض ان مقامات پر جو مصنف کے اپنے مسلک سے تعلق رکھتا ہے زور دے کر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مصنف کا یہ منہج تینوں جلدوں میں نظر آتا ہے اور ہر جگہ اس کی پابندی نہایت شدت کے ساتھ کی گئی ہے۔ ایک خاص رنگ جس میں مصنف عموماً اور کتب حدیث کی شروح لکھتے وقت خصوصاً رنگے نظر آتے ہیں وہ صوفیانہ رنگ ہے۔ مقدمے میں بھی اپنے اساتذہ و شیوخ کا تعارف نقشبندی، قادری اور چشتی

سے کرایا گیا ہے خود اپنا تعارف پیش کرتے وقت بھی وہ اپنے آپ کو صوفیہ کے مختلف سلاسل سے اپنے کو جوڑتے نظر آتے ہیں اور دوران شرح و تفسیر بھی اگر کوئی نکتہ صوفیہ کے مناسب حال یا صوفیہ سے منقول ملتا ہے تو اس کو ذکر کرتے ہیں اور مقام کے مناسب اگر کوئی صوفیانہ قصہ نظر آتا ہے تو اسے بھی ذکر کرتے ہیں۔

زبان پوری کتاب میں نہایت سہل اور عام فہم استعمال کی گئی ہے جس سے عربی کا عام طالب علم بھی آسانی سے استفادہ کر سکتا ہے۔ کہیں زبان کی دھونس جمانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے بلکہ ترسیل مطالب کے عظیم مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور خاص بات زبان کے تعلق سے یہ ہے کہ سجع نگاری کے دور میں ہونے کے باوجود مصنف نے کہیں بھی سجع بندی کی دانستہ کوئی کوشش نہیں کی ہے جس کی وجہ سے زبان کا حس اس کا رنگ روپ نکھر نظر آتا ہے، روانی میں کسی طرح کی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔

بالجملہ یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مصنف کا یہ حاشیہ ایک شاندار حاشیہ ہے اور تشنگان علوم حدیث کی سیرابی کا بڑا ذریعہ اور کتاب اپنے منہج و اسلوب کے لحاظ سے کامیاب، اور علوم حدیث کے ذخیرہ میں قابل قدر اضافہ ہے۔



## فصل سوم

### موضوعات و مباحث لامع الدراری

کسی بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے مباحث اور مشمولات سے لگایا جاتا ہے۔ کتاب کتنے ہی عمدہ اسلوب میں کیوں نہ لکھی گئی ہو، زبان و بیان کتنا ہی شاندار کیوں نہ اختیار کیا گیا ہو اگر مباحث ہی شاندار نہ ہوں اور مشمولات علمی قدر و منزلت کے حامل نہ ہوں تو اس کتاب کی علمی دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اس زاویہ نظر سے اگر لامع الدراری کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ لامع الدراری شاندار علمی مباحث پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ ویسے بھی یہ چوں کہ ایک ایسی کتاب کی شرح ہے جو کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح اور سچے مضامین پر مشتمل ہے تو ظاہر ہے کہ جو کتاب اس کی تشریح و توضیح کرنے والی ہوگی وہ بھی شاندار اور بیش قیمت علمی مباحث پر مشتمل ہوگی۔

لامع الدراری کی صرف پہلی جلد ہی کم و بیش چھ سو بتیس (۶۳۲) مضامین پر مشتمل ہے۔ ان مضامین کا آغاز باب کیف کان بدء الوحی سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام باب سرعة انصراف النساء پر ہوتا ہے۔

دوسری جلد میں کم و بیش تیرہ سو تینتیس (۱۳۳۳) مضامین سے بحث کی گئی ہے، مضامین کا آغاز کتاب الجمعہ سے ہوتا ہے اور انتہا باب اثم الغادر للبرو الفاجر پر ہوتی ہے۔

تیسری جلد بھی ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ مضامین و مباحث پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد کا آغاز کتاب بدء الخلق سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم کی لغوی و معنوی تشریح پر ہوتا ہے۔

جلداول میں جن مضامین سے بحث کی گئی ہے ان میں سے کچھ اس طرح ہیں:

- (۱) انواع الوحی ۱۴
- (۲) انواع توجه المشائخ ۱۵
- (۳) لقد خشيت على نفسى ووجوه الخشية ۱۶
- (۴) ارتداد احد سخطة لدينه ۱۷
- (۵) إن للايمان فرائض وشرائع ۱۸
- (۶) هل يثاب الكافر على حسناته بعد اسلامه
- (۷) قول ابى حنيفة الا فى ما كان جبريل
- (۸) قول ابن سيرين صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم
- (۹) توضاً عمر من الحميم وبيت النصرانية ۱۹
- (۱۰) لولم يبالغ فى الدللى حتى بقى اثر الطيب ۲۰
- (۱۱) رطوبة الفرج ۲۱
- (۱۲) هل تحيض الحامل ۲۲
- (۱۳) باب اذا لم يجد ماء ولا ترابا ۲۳
- (۱۴) باب الصلوة فى الجبة الشامية ۲۴
- (۱۵) كتابة التسمية فى البخارى بعد الفترة ۲۵
- (۱۶) الاختلاف المعروف بين النووى والقاضى عياض ۲۶
- (۱۷) انى لأراكم من وراء ظهري ۲۷
- (۱۸) هل يجوز تزيين المسجد ۲۸
- (۱۹) الخوخة والمرفى المسجد ۲۹
- (۲۰) حديث سلاجزور ۳۰

- ٣١ (٢١) شغلنى ناس فيه ستة ابحاث
- ٣٢ (٢٢) المباراة عن الامام فى الركوع والسجود
- ٣٣ (٢٣) امامة النساء
- ٣٤ (٢٤) اين يستحب نظر المصلى فى الصلوة
- ٣٥ (٢٥) هل يجوز الدعاء على مسلم
- ٣٦ (٢٦) باب حد اتمام الركوع
- ٣٧ (٢٧) باب السجود على سبعة أعظم
- ٣٨ (٢٨) لا تكرار فى سجدة السهو
- ٣٩ (٢٩) باب من لم يرد السلام على الامام
- ٤٠ (٣٠) باب صلوة النساء خلف الرجال
- دوسرى جلد ميں مذکور بعض اہم مباحث درج ذیل ہیں:
- ٤١ (١) الجمعة فى القرى والمدن
- ٤٢ (٢) خروج النساء الى المساجد
- ٤٣ (٣) السؤال فى القبر يختص بهذه الامة اويعم
- ٤٤ (٤) غناء الجوارى والبحث فى الغناء ومسالك الائمة فى ذلك
- ٤٥ (٥) كان القنوت فى الفجر والمغرب
- ٤٦ (٦) معنى بول الشيطان فى الاذن
- ٤٧ (٧) سجود السهور فى النافلة
- ٤٨ (٨) اختلفوا ان الموت وجودى أو عدمى
- ٤٩ (٩) قول عبدالله بن عباس والله هو اضحك وابكى
- ٥٠ (١٠) ما انتم باسمع عنهم وخطابه لاهل بدر وسماع الموتى

- (۱۱) قوله اغناه الله ورسوله ونسبة الاغناء الى الرسول ۵۱
- (۱۲) المتعة التي نها عنها عمر ووجوه المنع ۵۲
- (۱۳) شرب ماء زمزم قائما وكونه افضل من الكوثر ۵۳
- (۱۴) هل يجوز ان يقال سورة البقرة ۵۴
- (۱۵) فضائل المدينة ۵۵
- (۱۶) اجمعت الائمة على ان التراويح عشرون ركعة ۵۶
- (۱۷) باب تفسير العرايا ۵۷
- (۱۸) زمان الفترة بين عيسى عليه السلام وبين نبينا ﷺ ۵۸
- (۱۹) ايفاء الولد واجب ام لا ۵۹
- (۲۰) اصول المكاسب وافضلها ۶۰
- (۲۱) لاحمى الا لله ورسوله ۶۱
- (۲۲) باب اثم من ظلم شيئا من الارض ۶۲
- (۲۳) كراهية التطاول على الرقيق ۶۳
- (۲۴) باب قبول الهدية من المشركين ۶۴
- (۲۵) حديث الافك ۶۵
- (۲۶) اختلافهم فى افضل الاعمال ۶۶
- لامع الدرارى کی تیسری جلد میں جن اہم مباحث کو چھیڑا گیا ان میں سے چند یہ ہیں:
- (۱) وعظه صلى الله عليه وسلم بما كان وما يكون ۶۷
- (۲) انواع الملائكة ۶۸
- (۳) طول آدم ستون ذراعا ۶۹
- (۴) الصديق المسيح ۷۰

- (٥) علامات النبوة فى الاسلام ٤١
- (٦) انساب الخلفاء الراشدين ٤٢
- (٧) لفظ لعل فى كلامه صلى الله عليه وسلم ٤٣
- (٨) الكلام على قتل كعب بن الاشرف ٤٤
- (٩) حديث يعلى فى رؤيته صلى الله عليه وسلم عند الوحي ٤٥
- (١٠) دأب الامام البخارى فى التفسير ٤٦
- (١١) ان المنافقين فى الدرك الاسفل ٤٧
- (١٢) غاية امثال الصحابة لاوامر الشرع ٤٨
- (١٣) بحث كثرة ياجوج وماجوج ٤٩
- (١٤) باختلاف الزمان يختلف العرف ٥٠
- (١٥) اسماء كاتبى الوحي ٥١
- (١٦) البحث فى مسألة الشوم ٥٢
- (١٧) لاتباشر المرأة المرأة ٥٣
- (١٨) عمل المرأة فى بيت زوجها ٥٤
- (١٩) نسخ الكتاب بالسنة ٥٥
- (٢٠) عيادة المشرك ٥٦
- (٢١) قول الرجل فداك ابى وامى ٥٧
- (٢٢) باب ماجاء فى ضرب شارب للخمر ٥٨
- (٢٣) حقيقة الرويا واقسامها ٥٩
- (٢٤) اجماع اهل المدينة وترجيح رواياتهم ٦٠
- (٢٥) سبب ثقل الحسنه وفقة السيئة ٦١

یہ چند نمایاں مباحث تھے جن کو لامع الدراری میں بیان کیا گیا ہے پوری شرح چوں کہ ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل ہے اس لیے ہر ایک بحث پر تفصیلی گفتگو کرنا تو مشکل امر ہے اس لیے ذیل میں صرف چند مباحث کا انتخاب کر کے اس پر کی گئی مصنف کی گفتگو کو ذکر کیا جائے گا تاکہ قاری کے سامنے واضح ہو جائے کہ یہ شرح کتنی اہمیت کی حامل ہے اور اپنے اندر کتنے قیمتی مباحث کو سمیٹے ہوئے ہے۔

بخاری شریف میں سب سے پہلا باب بدء الوحی کا ہے جس میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ کس طرح حضرت جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے زور سے لگایا اور اس طرح اس عمل کو تین بار دہرایا گیا۔ صوفیہ کے یہاں یہ عمل آج بھی رائج ہے وہ طالبین کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں اور فیوض و انوار اس عمل کے ذریعہ دوسرے شخص کے سینے میں منتقل کرتے ہیں۔ چنانچہ مشائخ کے توجہ کی اقسام پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان تاثير المشائخ الكاملين في نفس الآخر الذي يعبرونه في اصطلاحهم بالتوجه على اربعة انحاء: الاول تاثير انعكاسي مثاله رجل لطخ على جسده طيباً كبيراً ومعطرات غالية يفوح منها الرائحة الطيبة الكثيرة فجلس في مجلس وحوله عصابة فيتأثرون بها وهذا اضعف التأثيرات لان اثره يبقى ماداموا في مجلس هذا الشيخ - والثاني: تاثير القائي بمنزلة رجل اخذ سكرجة والقي فيها من الزيت والفتيلة وذهب عند الشيخ فاخذ منها ليا نور به مصباحه كان الشيخ القي فيه انواره وهذا اقوى من الاول، اذ يبقى اثره بعد صدوره من مجلس الشيخ ومن ذلك لوعارض مصباحه شيء من الريح الشديد وغيره أطفئ نوره. وايضا لا يكون في هذا النوع مزيد اصلاح لنفس المرید لانه لم يوتر فيه الشيخ الا بالقاء نوره فمدار اصباحه على نظافة زيتته ووجوده فتيلته ان كانتا اجود كان ايضا جيذا والا فلا - الثالث: تاثير اصلاحي بمنزلة رجل حفر نهراً واصلاح صنعته واوصله إلى البحر ليجرى منه الماء في نهره وجعله في النزول عند البحر حتى يجرى منه السيل في

نهره بالسرعة والشدة، وهذا التأثير قوى من الاولين فانه فيه يزول العوارض المانعة من جريان الماء كالتراب والاوراق وغير ذلك. فانها تسيل مع الماء الا ان يقع عارض فى النهر من الخرق والثقب وغير ذلك. الرابع: تاثير اتحادى بان يجعل الشيخ روحه الحامل للكمالات العلية متحدا بروح المسترشد بالقوة والشدة والغططة ومعلوم ان هذا التأثير أقوى التأثيرات السابقة - ۹۱

دوسروں کے اندر کامل مشائخ کی تاثیر جسے وہ اپنی اصطلاح میں توجہ سے تعبیر کرتے ہیں چار قسموں پر ہوتی ہے۔

پہلی انعکاسی تاثیر: مثلاً ایک شخص ہے جس نے اپنے جسم پر بہت زیادہ اور بہت قیمتی عطر مل لیا اور اس کی وجہ سے ہر طرف خوشبو پھیل رہی ہے اب وہ کسی مجلس میں بیٹھا تو اس کے گرد بیٹھی جماعت بھی اس خوشبو سے معطر ہوگئی اور اس طرح انھوں نے اس خوشبو کا اثر لیا یہ سب سے کمزور تاثیر ہے کیوں کہ اس کا اثر اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ شیخ کی مجلس میں ہیں۔

دوسری قسم القائی تاثیر ہے: مثلاً ایک شخص ہے جس نے ایک برتن لیا اور اس میں تیل اور بتی ڈال دی اور پھر وہ شیخ کے پاس گیا اور ایک شعلہ لے کر اس نے اپنے چراغ کو بھی روشن کر لیا گویا شیخ نے اپنے انوار اس کے اندر ڈال دیئے یہ تاثیر پہلے سے زیادہ قوی ہے کیوں کہ اس کا اثر شیخ کی مجلس سے چلے جانے کے بعد بھی رہتا ہے۔ ہاں اگر تیز ہوا چلنے لگے تو اس کا چراغ گل ہو جائے گا۔ ساتھ ہی اس قسم میں مرید کے نفس کی زیادہ اصلاح نہیں ہوتی کیوں کہ شیخ نے صرف اپنا نور اس کے اندر ڈال کر اثر ڈالا ہے اب ایسے میں اس کے چراغ کے روشن رہنے کا دار و مدار تیل کی صفائی اور بتی کی عمدگی پر ہوگا اگر وہ دونوں عمدہ ہوں گے تو روشنی اچھی ہوگی ورنہ نہیں۔

تیسری قسم اصلاحی تاثیر ہے: مثلاً ایک شخص نے ایک نہر کھودی اور اچھے طریقے پر کھودی اور اس کو سمندر سے ملا دیا تاکہ اس کے نہر میں بھی سمندر سے پانی پہنچ جائے اور اپنی اس نہر کو سمندر کے پاس نشیبی بنا کر رکھا تاکہ تیزی کے ساتھ اس کے نہر میں سمندر کا بہاؤ جاری رہے۔ یہ تاثیر پہلی دو تاثیروں سے زیادہ

قوی ہے۔ اس لیے کہ اس میں پانی بننے کی وجہ سے عوارض مثلاً مٹی کا غد وغیرہ خود بخود زائل ہو جاتے ہیں البتہ نہر پھٹ جائے یا اس میں سوراخ ہو جائے تو ایسی صورت میں بہاؤ کا سلسلہ رک جائے گا۔

چوتھی قسم اتحادی تاثیر ہے: اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ بلند و بالا کمالات کی حامل اپنی روح کو مسترشد کی روح کے ساتھ قوت و دباؤ کے ذریعہ متحد کر دے اور ظاہر ہے کہ یہ سب سے قوی تاثیر ہے۔

بخاری شریف میں ہی ایک حدیث انی لأراکم من وراء ظہری اس حدیث کے معنی و مفہوم پر علمائے بڑی گفتگو کی ہے کہ آیا اللہ کے رسول ﷺ خلاف عادت اپنے پیچھے سے بھی لوگوں کے حرکت و عمل کا مشاہدہ کر لیتے تھے یا اس حدیث کا مفہوم کچھ اور ہی ہے چنانچہ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلفوا فی معنی قوله صلى الله عليه وسلم انى لأراکم من وراء ظہری قال الحافظ قد اختلف فی معناه فقیل المراد بها العلم اما بان یوحى الیه کیفیة فعلهم أو بان یلهم وفیه نظر لانه لو کان مراداً لم یقیده بقوله من وراء ظہری وقیل المراد انه یرى من عن یمینه ویساره من تدرك عینه مع التفات یسیرو یوسف من هو هناك بان هو راء ظہری وهذا ظاهر التکلف وفیه عدول عن الظاهر بلا موجب والصواب المختار انه على ظاهره وان هذا الابصار ادراك حقیقی خاص به صلى الله عليه وسلم انخرقت له فیہ العادة وعلى هذا عمل المصنف فاخرج هذا الحديث فی علامات النبوة وكذا نقل عن الامام احمد وغيره. ثم ذلك الادراك یجوز ان یكون برویة یمینه انخرقت له العادة فیہ ایضا فکان یرى بها من غیر مقابلة لان الحق عن اهل السنة ان الرویة لا یشتط لها عقلاً عضو مخصوص ولا مقابلة ولا قرب وانما تلك امور عادیة یجوز حصول الادراك مع عدمها، عقلاً، ولذلك حکموا بجواز رویة الله تعالى فی الدار الآخرة خلافا لاهل البدع لوقوفهم مع العادة وقیل كانت له عین خلف ظہره یرى بها من ورائه دائماً وقیل کان بین کتفیه عینان مثل سم الخیاط یبصر بها لا یحجبهما ثوب ولا غیره وقبل بل كانت صورهم



تنطبع فی حائط قبلته کما تنطبع فی المرأة فیری امثلتهم فیها الخ ثم قال الكرمانی  
فان قلت الرویة من وراء كانت مخصوصة بحال الصلوة ام هی عامة لجميع  
الاحوال قلت اللفظ سیما فی الحدیث الاول یقتضی العموم والسیاق یقتضی  
الخصوص قال العینی ونقل عن مجاهد انه کان فی جمیع احواله۔ ۹۲

فرمان نبوی انی لأراکم من وراء ظہری کے معنی میں اختلاف ہے حافظ کہتے ہیں کہ اس کے  
معنی میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ مراد یہاں علم ہے اور وہ اس طرح کہ ان کے افعال کی کیفیت  
آپ کو بذریعہ وحی بتادی جاتی تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بذریعہ الہام آپ کو معلوم ہو جاتا تھا لیکن یہ بات محل نظر ہے کیوں کہ اگر علم  
ہی مراد ہوتا تو من وراء ظہری کی قید کی کوئی ضرورت نہیں تھی ایک قول یہ ہے کہ آپ تھوڑی سی توجہ سے  
اپنے دائیں اور بائیں والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کرتے تھے اور وہی لوگ جو دائیں یا بائیں ہوتے  
ہیں ان کو من وراء ظہری سے یاد کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کھلا ہوا تکلف ہے اور بغیر کسی سبب کے ظاہر سے  
عدول ہے۔ پسندیدہ اور مختار مذہب یہ ہے کہ یہ دیکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے جو آپ  
کے لیے خارق عادت کے طور پر ثابت ہے۔ اسی پر مصنف (امام بخاری) کا عمل ہے اسی لیے انھوں نے  
اس حدیث کی تخریج علامات النبوة کے باب میں کی ہے۔ ایسا ہی امام احمد وغیرہ سے منقول ہے۔ علاوہ  
ازیں کہ یہ دیکھنا ممکن ہے کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہو جو آپ کے لیے بطور خارق عادت ثابت ہوا ہے  
چنانچہ آپ ان لوگوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں جو آپ کے سامنے نہیں ہیں کیوں کہ اہل سنت کے  
نزدیک حق یہ ہے کہ دیکھنے کے لیے۔ عقلاً کسی خاص عضو کا ہونا یا بالقابل یا قرب میں ہونا ضروری نہیں  
ہے۔ بطور عادت ایسا ہی ہے لیکن اس کے بغیر بھی عقلاً دیکھنا ممکن ہے اور اسی لیے اہل سنت کا یہ ماننا ہے کہ  
قیامت کے دن رب تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے برخلاف بدعتیوں کے، کیوں کہ وہ عادت کے ساتھ چلتے ہیں۔  
ایک قول یہ بھی ہے کہ پیچھے کی جانب بھی آپ کی آنکھ تھی جس سے آپ ہمیشہ پیچھے والوں کو دیکھ لیا کرتے  
تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے دونوں مونڈھے حجاب نہیں بنا کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ پیچھے والوں

کی صورتیں آپ کے قبلے کی دیوار میں چھپ جایا کرتی تھیں جیسے آئینے میں صورتیں چھپ جاتی ہیں، تو آپ ان کا عکس ملاحظہ کر لیا کرتے تھے۔ کرمانی نے کہا کہ اگر آپ کہیں کہ پیچھے سے دیکھنا نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھا یا عام تھا تو میں کہوں گا کہ لفظ خاص طور سے پہلی حدیث کا لفظ عموم کو چاہتا ہے اور سیاق خصوص کو چاہتا ہے۔ عینی نے کہا: مجاہد سے منقول ہے کہ یہ تمام احوال کو عام ہے۔

عورتوں کی امامت درست ہے یا نہیں عورتوں کی اقتدار میں مردوں کی نماز ہوگی یا نہیں ایک اختلافی مسئلہ ہے جمہور کا قول یہی ہے کہ عورت کی امامت درست نہیں ہے دورِ حاضر میں یہ مسئلہ خاص طور پر گردش کر رہا ہے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الموفق امامة المرأة فلا يصح ان ياتم بها الرجل بحال في فرض ولا نافلة في قول عامة الفقهاء وقال ابو ثور لا اعادة على من صلى خلفها وهو قياس قول المزنى وقال بعض اصحابنا يجوز ان تم الرجال في التراويح وتكون ورائهم لما روى عن ام ورقة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل لها مؤذنا يؤذن لها وامرها ان تم اهل دارها رواه ابو داود وهذا عام في الرجال والنساء ولنا قول النبي صلى الله عليه وسلم لا تؤمن امرأة رجلا، وحديث ام ورقة انما اذن لها ان تم نساء اهل دارها كذلك رواه الدارقطني وهذا زيادة وجب قبولها ولولم يذكر ذلك لتعين حمل الخبر عليه لانه اذن لها في الفرائض بدليل انه جعل لها مؤذنا والاذان انما يشرع في الفرائض ولا خلاف في انها لا تمهم في الفرائض ولان تخصيص ذلك بالتراويح واشراط تاخيرها تحكم يخالف الاصول دليل فلا يجوز المصير اليه ولو قدر ثبوت ذلك لام ورقة لكان خاصا بدليل انه لا يشرع لغيرها من النساء اذان ولا اقامة فتختص بالامامة لا اختصاصها بالاذان والاقامة الخ قلت: تكلم الشيخ في البذل على حديث ام ورقة وحكى عن البدائع انها كانت في ابتداء الاسلام ۹۳

امام موفق فرماتے ہیں کہ عورت کی اقتدار مرد کے لیے کسی حالت میں جائز نہیں ہے نہ تو فرض میں

اور نہ نفل میں۔ یہی عام فقہاء کا قول ہے۔ امام ابو ثور کا قول ہے کہ اگر عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ ضروری نہیں۔ یہی امام مزنی کے قول کا قیاس ہے۔ ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ تراویح میں عورت مرد کی امامت کر سکتی ہے لیکن وہ مردوں کے پیچھے ہوگی کیوں کہ حضرت ام ورقہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لیے ایک مؤذن اذان دینے کے لیے مقرر کر دیا تھا اور انھیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اہل خانہ کی امامت کیا کریں۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ مردوں اور عورتوں کو عام ہے ہماری دلیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ لا تؤمن امرأة رجلا کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے اور جہاں تک حدیث ام ورقہ کی بات ہے تو ان کو اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کی اجازت دی گئی تھی ایسا ہی دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ ایسا اضافہ ہے جو واجب القبول ہے اگر امام دارقطنی اس کو ذکر نہ کرتے تو حدیث کو عام معنوں پر محمول کرنا متعین ہو جاتا اور اس لیے بھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو فرائض میں امامت کی اجازت دی تھی کیوں کہ آپ نے ان کے لیے مؤذن اور اذان قرار دیا تھا اور اذان فرض نمازوں کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت فرائض میں مردوں کی امامت نہیں کر سکتی ہے اور اس لیے کہ اس اجازت کو تراویح کے ساتھ خاص کرنا اور عورتوں کے لیے مردوں سے پیچھے ہونے کی شرط لگانا اپنی جانب سے حکم لگانا ہے اور اس میں بلا دلیل اصول کی مخالفت ہے اس لیے ایسا مفہوم لینا درست نہیں ہوگا اور اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا جائے۔ تب بھی اس حکم کو ان کے ساتھ خاص قرار دیا جائے گا اس لیے کہ کسی اور عورت کے لیے اذان واقامت مشروع نہیں ہے تو اب اذان واقامت امامت کے ساتھ خاص ہوگا اور اس طرح یہ امامت بھی ام ورقہ کے ساتھ خاص ہوگی الخ۔ میں کہتا ہوں کہ شیخ (مولانا خلیل احمد مہٹھوی) نے بذل الجہود میں حدیث ام ورقہ پر گفتگو کی ہے اور بدائع سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔

عذاب قبر برحق ہے لیکن اس بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے کہ ابتلائے قبر امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے یا پچھلی امتوں کے ساتھ بھی تھا اس سلسلے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہل تختص (فتنة القبر) بهذه الامة ام وقعت على الامم قبلها، ظاہر

الحديث الاول وبه جزم الحكيم الترمذی وقال كانت الامم قبلها تاتيهم الرسل فان اطاعوا فذاك وان ابوعو جلوا بالعذاب فلما ارسل الله تعالى محمداً صلى الله عليه وسلم رحمة للعالمين امسك عنهم العذاب وقبل الاسلام ممن اظهره سواء اسر الكفر اولاً، فلما ماتوا قيض الله لهم فتانى القبر ليستخرج سرهم بالسؤال وليميز الله الخبيث من الطيب ويثبت الله الذى آمنوا ويضل الله الظالمين الخ- ويؤيده حديث زيد بن ثابت مرفوعاً ان هذه الامة تبتلى فى قبورها الحديث اخرجه مسلم ومثله عند احمد عن ابى سعيد فى اثناء حديث ويؤيده ايضا قول الملكين ماتقول فى هذا الرجل محمد وحديث عائشة عند احمد ايضا بلفظ واما فتنة القبر عنى تفتنون وفى تسالون وجنح ابن القيم إلى الثانى وقال ليس فى الاحاديث ماينغى المسئلة عمن تقدم من الامم و انما اخبر النبى صلى الله عليه وسلم امته بكيفية امتحانهم فى القبور لا انه نفى ذلك عن غيرهم قال والذى يظهر ان كل نبى مع امته كذلك فتعذب كفارهم فى قبورهم بعد سوالهم واقامة الحجة عليهم ويعذبون فى الآخرة بعد السؤال واقامة الحجة ۹۴

(ترجمہ): ایا فتنہ قبر اس امت کے ساتھ خاص ہے یا پچھلی امتیں بھی اس فتنے میں پڑیں؟ ظاہر حدیث سے پہلی بات کا ثبوت ملتا ہے اسی پر حکیم ترمذی نے جزم کیا ہے اور کہا ہے کہ اگلی امتوں کے پاس انبیاء کرام آتے اگر وہ ان کی اطاعت کرتے تو ٹھیک اور اگر نافرمانی کرتے تو فوراً عذاب اترتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تو ان سے عذاب کو روک لیا اور جس نے بھی اسلام کا اظہار کیا اس کا اسلام قبول کر لیا خواہ وہ دل میں کفر چھپائے ہو یا نہ ہو اور جب انھیں موت آئی تو اللہ نے ان کے لیے قبر کی دو آزمائش متعین کر دی تاکہ وہ سوال کے ذریعہ ان کا راز اگلوادے اور تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ظالموں کو گمراہ کر دے۔ اس کی تائید زید بن ثابت کی اس مرفوع حدیث سے ہوتی ہے کہ یہ امت اپنی قبروں میں، آزمائش میں گرفتار

ہوگی۔ اس حدیث کی مسلم نے تخریج کی ہے اور ایسی ہی حدیث امام احمد کے یہاں حضرت ابوسعید خدریؓ سے اثناء حدیث میں مروی ہے اور اس کی تائید دونوں فرشتوں کے اسی قول سے بھی ہوتی ہے کہ ماتقول فی هذا الرجل (تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو) اور حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو امام احمد کے یہاں اس لفظ سے مروی ہے۔ واما فتنة القبر فبی تفتنون وعنی تسالون۔ ابن قیم کا میلان دوسرے قول کی طرف ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی بنا پر اگلی امتوں سے سوال کی نفی ہوتی ہو۔ نبی پاک ﷺ نے تو صرف قبروں میں آزمائش کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے دوسروں سے اس کی نفی نہیں کی ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ہر نبی کا معاملہ اپنی امت کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ کفار پر ان کی قبروں میں سوال اور اقامت حجت کے بعد عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی سوال اور اقامت حجت کے بعد عذاب ہوگا۔

مشرکین سے دوستی کرنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے ایسا ہی احادیث کریمہ سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مشرکین کا ہدیہ قبول کیا اور ہدیہ کا قبول کرنا عموماً دوستی کو ظاہر کرتا ہے۔ بخاری شریف میں بھی اس کے عدم جواز پر ایک مستقل باب قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی بحث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الحافظ كانه اشار الى ضعف الحديث الوارد في رد هدية المشرك وهو ما اخرجہ موسى بن عقبہ فی المغازی ان عامر ابن مالك الذی يدعی ملاعب الالسنة قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مشرك فاهدى له فقال انى لا قبل هدية المشرك الحديث رجاله ثقات الا انه مرسل واخرج ابوداؤد والترمذی وغيرهما عن عياض بن حمار قال اهديت للنبي صلى الله عليه وسلم ناقه فقال اسلمت قلت لا: قال انى نهيت عن زبد المشركين والزبد بفتح الزاى وسكون الموحدة الرصد، صححه الترمذی وابوخزيمة واورد المصنف عدة احاديث دالة على الجواز وجمع بينهما الطبري بان الامتناع فيما اهدى له خاصة والقبول فيما

اهدى للمسلمين وفيه لان من جملة ادلة الجواز ما وقعت الهدية فيه له خاصة وجمع غيره بان الامتناع فى حق من يريد بهديته التودد والموالاة والقبول فى حق من يرجى بذلك تانيسه وتاليفه على الاسلام وهذا اقوى من الاول وقيل يحمل القبول على من كان اهل الكتاب والرد على من كان من اهل الاوثان وقيل يمتنع ذلك لغيره من الامراء وان ذلك من خصائص صلى الله عليه وسلم ومنهم من ادعى نسخ المنع باحاديث القبول ومنهم من عكس، وهذه الاجابة الثلاثة ضعيفة فالنسخ لا يثبت بالاحتمال ولا التخصيص ۹۵

حافظ کہتے ہیں: گویا انھوں نے مشرک کے ہدیہ کو نہ قبول کرنے کے باب میں وارد حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور وہ وہی حدیث ہے جس کو موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ عامر بن مالک جس کو ملاعب الالسنہ کہا جاتا تھا نبی پاک ﷺ کے پاس آیا جب کہ وہ مشرک تھا اور اس نے ہدیہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

بالآخر یہ مرسل ہے اور ابوداؤد ترمذی وغیرہ نے عیاض بن حمار سے روایت کی تخریج کی ہے کہ حمار نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میں نے ایک اونٹنی ہدیہ کی آپ نے کہا اسلام لے آئے ہو؟ میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے مشرکوں کا جانور بطور ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہے۔ زبد زاء کے فتح اور باء کے سکون کے ساتھ ہے۔ اس کا مطلب رفقہ ہوتا ہے اس حدیث کو ترمذی اور ابو خزیمہ نے صحیح کہا ہے اور مصنف نے جواز کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے۔ دونوں قسموں کی احادیث کو طبری نے اس طرح جمع کیا ہے کہ خاص نبی کریم ﷺ کے حق میں ممنوع ہے اور مسلمانوں کے حق میں جائز ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے کیوں کہ جواز کی دلیلوں سے خود نبی پاک ﷺ کے حق میں ہدیہ قبول کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسرے علما نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ بطور مودت ومولات قبول کرنا ممنوع ہے اور انسیت قائم کرنے اور تالیف قلب کے لیے درست ہے۔ یہ تو جیہہ پہلے والی سے قوی ہے ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب کا ہدیہ قبول کیا جائے گا اور بت پرستوں کا رد کر دیا جائے گا، ایک قول یہ ہے کہ صرف آپ کے لیے مشرکین کا ہدیہ

قبول کرنا جائز ہے دوسروں کے لیے نہیں۔ کچھ لوگوں نے ممانعت کی احادیث کو قبولیت کی احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے اور کچھ لوگوں نے قبولیت کی احادیث کو ممانعت کی احادیث سے منسوخ کہا ہے لیکن یہ تینوں جوابات ضعیف ہیں اس لیے کہ نسخ نہ احتمال سے ثابت ہوتا ہے اور نہ تخصیص سے۔

لفظ لعل خواہش، خوف اور امید کا معنی ادا کرتا ہے لیکن قرآن کریم میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں لعل کا لفظ وارد ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا ظاہر معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں درست نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خواہش طمع اور خوف سے پاک ہے یوں ہی احادیث میں بھی لعل کا استعمال ملتا ہے اور نبی کی ہر بات جب وحی خدا ہوتی ہے تو وہاں پر مقام جزم و یقین ہونا چاہیے نہ کہ امید کو ظاہر کرنے والا لفظ اس سلسلے میں علمائے کرام نے شرح حدیث کے وقت گفتگو کی ہے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا معروف عند العلماء وقد جزموا بذلك في الروايات الكثيرة التي ورد فيها لعل في كلامه صلى الله عليه وسلم قال الحافظ في قصة سعد بن ابى وقاص في الوصايا قال بعض العلماء لعل وان كانت للترجى لكنها عن الله للامر الواقع وكذلك اذا وردت على لسانه صلى الله عليه وسلم غالبا وقال الراغب لعل طمع واشفاق، وذكر بعض المفسرين ان لعل من الله تعالى واجب وقال الحافظ ايضا في قصة حاطب بن ابى بلتعنة في قوله صلى الله عليه وسلم لعل الله اطلع على اهل بدر الخ قال العلماء ان الترجى في كلام الله وكلام رسوله للوقوع وبذلك جزم العينى اذ قال في الحديث المذكور قلت الترجى في كلام الله وكلام رسوله للوقوع وفي المجمع في الحديث المذكور قيل لعل هنا من جهة الظن والحبان وليس لذلك وانما بمعنى عسى، وعسى ولعل من الله تحقيق. ۹۲

یہ بات (لعل کا یقین کے معنی میں ہونا) علما کے نزدیک معروف ہے علما نے ان مختلف روایات میں اس سے جزم مراد لیا ہے جس میں لفظ لعل وارد ہے۔ حافظ وصایا کے باب میں سعد بن ابی وقاص کے قصے میں کہتے ہیں: بعض علما نے فرمایا کہ لعل اگرچہ ترجی کے لیے ہے لیکن یہ اللہ کی جانب سے واجب

الوقوع امر کے لیے ہے، نبی پاک کی زبان مبارک پر بھی جب یہ لفظ وارد ہو تو غالباً یہی مطلب ہوتا ہے۔  
 راغب نے کہا کہ لعل طمع و اشفاق کے لیے آتا ہے۔ اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ کلام باری تعالیٰ میں  
 یہ وجوب کا معنی دیتا ہے۔ حافظ ہی نے حاطب بن ابی بلتعہ کے قصے میں اللہ کے رسول ﷺ کے قول لعل  
 اللہ اطلع علی اهل بدر پر کہا ہے: علما فرماتے ہیں کہ ترجی اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں وقوع  
 کے لیے ہوتا ہے۔ عینی نے بھی اس پر جزم کیا ہے اور مجمع میں حدیث مذکور کے بیان میں ہے: کہا گیا ہے کہ  
 لعل یہاں ظن و گمان کے لیے ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے یہ عسی کے معنی میں ہے اور عسی اور لعل  
 اللہ کی جانب سے تحقیق کے لیے ہوتا ہے۔

لامع الدراری کی مختلف جلدوں سے نقل کرہ ان مباحث سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کسی بھی مسئلے اور  
 بحث پر گفتگو کرتے وقت کس قدر اہتمام اور کس قدر پختگی کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہاں پر صرف چند نمونے  
 ذکر کیے گئے ہیں مزید نمونے دیکھنے کے لیے اصل کتاب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اصل کتاب کے مطالعے  
 سے ہی کتاب کی اصل قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن ذکر کردہ نمونوں سے بھی اہمیت و افادیت  
 کے کچھ نقوش تو واضح ہو ہی جاتے ہیں اور یہاں مقصود یہی ہے۔ چند نمونے ذکر کر کے کتاب کی اہمیت  
 و افادیت کو واضح کر دیا جائے اور یہ مقصود چند نمونوں کے ذکر سے حاصل ہو گیا ہے۔



## حوالہ جات

- ۱۔ مقدمہ لامع الدراری، ص: ۱-۳
- ۲۔ نفس مصدر، ص: ۲۲-۲۲
- ۳۔ نفس مصدر، ص: ۲۲-۹۰
- ۴۔ نفس مصدر، ص: ۹۰-۱۲۶
- ۵۔ فصل ۲/فائدہ، ص: ۵: ۲۷
- ۶۔ صحیح بخاری ج: ۱، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم
- ۷۔ مقدمہ لامع الدراری فصل: ۲، فائدہ: ۵، ص: ۳۲
- ۸۔ فصل: ۲، فائدہ: ۵، ص: ۳۶-۲۷
- ۹۔ نفس مصدر، فصل: ۲، فائدہ: ۹، ص: ۶۴-۴۳
- ۱۰۔ نفس مصدر، فصل: ۲، فائدہ: ۱۱، ص: ۷۴
- ۱۱۔ نفس مصدر، فصل: ۳، فائدہ: ۳، ص: ۱۱۵-۱۱۴
- ۱۲۔ نفس مصدر: ج: دوم، جامع الحسبۃ فی المصیبتہ، ص: ۵۰۳
- ۱۳۔ متفرق مقام پر ملاحظہ کیجیے
- ۱۴۔ لامع الدراری، ج: دوم، ص: ۳
- ۱۵۔ نفس مصدر: ص: ۵
- ۱۶۔ نفس مصدر: ص: ۵
- ۱۷۔ نفس مصدر: ص: ۱۲
- ۱۸۔ نفس مصدر: ص: ۱۶
- ۱۹۔ نفس مصدر: ص: ۸۶
- ۲۰۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۰
- ۲۱۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۴
- ۲۲۔ نفس مصدر: ص: ۱۲۴
- ۲۳۔ نفس مصدر: ص: ۱۳۳

٢٢	نفس مصدر:	ص: ١٢٣
٢٥	نفس مصدر:	ص: ١٥٣
٢٦	نفس مصدر:	ص: ١٥٤
٢٧	نفس مصدر:	ص: ١٦٠
٢٨	نفس مصدر:	ص: ١٧٢
٢٩	نفس مصدر:	ص: ١٨٢
٣٠	نفس مصدر:	ص: ٢٠٦
٣١	نفس مصدر:	ص: ٢٢٧
٣٢	نفس مصدر:	ص: ٢٥٩
٣٣	نفس مصدر:	ص: ٢٦٨
٣٤	نفس مصدر:	ص: ٢٩٢
٣٥	نفس مصدر:	ص: ٢٩٦
٣٦	نفس مصدر:	ص: ٣١٦
٣٧	نفس مصدر:	ص: ٣٢٢
٣٨	نفس مصدر:	ص: ٣٣٣
٣٩	نفس مصدر:	ص: ٣٣٨
٤٠	نفس مصدر:	ص: ٣٦٠
٤١	نفس مصدر، ج: دوم، ص: ٦:	
٤٢	نفس مصدر:	ص: ١٣
٤٣	نفس مصدر:	ص: ٢٣
٤٤	نفس مصدر:	ص: ٣٧
٤٥	نفس مصدر:	ص: ٥٢
٤٦	نفس مصدر:	ص: ٨٩
٤٧	نفس مصدر:	ص: ١٠٢

٢٨	نفس مصدر:	ص: ١٠٦
٢٩	نفس مصدر:	ص: ١١٤
٥٠	نفس مصدر:	ص: ١٣٢
٥١	نفس مصدر:	ص: ١٦٥
٥٢	نفس مصدر:	ص: ١٩٠
٥٣	نفس مصدر:	ص: ٢٠٦
٥٤	نفس مصدر:	ص: ٢٢١
٥٥	نفس مصدر:	ص: ٢٢٢
٥٦	نفس مصدر:	ص: ٢٦٩
٥٧	نفس مصدر:	ص: ٣١٢
٥٨	نفس مصدر:	ص: ٣٣٠
٥٩	نفس مصدر:	ص: ٣٣٢
٦٠	نفس مصدر:	ص: ٣٥١
٦١	نفس مصدر:	ص: ٣٦٢
٦٢	نفس مصدر:	ص: ٣٨٢
٦٣	نفس مصدر:	ص: ٤٠٢
٦٤	نفس مصدر:	ص: ٤١٤
٦٥	نفس مصدر:	ص: ٤٣٢
٦٦	نفس مصدر:	ص: ٤٤٣
٦٧	نفس مصدر، ج: سوم، ص: ٢:	
٦٨	نفس مصدر:	ص: ٥
٦٩	نفس مصدر:	ص: ٢٨
٧٠	نفس مصدر:	ص: ٥١
٧١	نفس مصدر:	ص: ٦٩

٤٢	نفس مصدر:	ص: ٩٠
٤٣	نفس مصدر:	ص: ١٠٣
٤٤	نفس مصدر:	ص: ١٥٣
٤٥	نفس مصدر:	ص: ١٤٣
٤٦	نفس مصدر:	ص: ١٩١
٤٧	نفس مصدر:	ص: ١٩٥
٤٨	نفس مصدر:	ص: ٢١٨
٤٩	نفس مصدر:	ص: ٢٣١
٥٠	نفس مصدر:	ص: ٢٥٢
٥١	نفس مصدر:	ص: ٢٦١
٥٢	نفس مصدر:	ص: ٢٨٣
٥٣	نفس مصدر:	ص: ٣٠١
٥٤	نفس مصدر:	ص: ٣١٥
٥٥	نفس مصدر:	ص: ٣١٩
٥٦	نفس مصدر:	ص: ٣٣١
٥٧	نفس مصدر:	ص: ٣٤٨
٥٨	نفس مصدر:	ص: ٣١١
٥٩	نفس مصدر:	ص: ٣٣١
٩٠	نفس مصدر:	ص: ٣٤٠
٩١	نفس مصدر: ج: ١،	ص: ٥
٩٢	نفس مصدر:	ص: ١٦٠
٩٣	نفس مصدر:	ص: ٢٦٨-٢٨٩
٩٤	نفس مصدر:	ج: ٢، ص: ٢٣
٩٥	نفس مصدر:	ج: ٢، ص: ٣١٨-٣١٤
٩٦	نفس مصدر:	ج: ٣، ص: ١٠٥

# باب پنجم

اوجز المسالك شرح موطأ امام مالک  
ایک مطالعہ

## فصل اول

### مقدمہ اور جز المسالک ایک موضوعاتی مطالعہ

مولانا محمد زکریا جہاں علماء کے مابین علم حدیث سے اپنے تعلق کی بنا پر ممتاز ہیں وہیں اپنے دو عظیم الشان مقدموں کے لیے بھی جانے جاتے ہیں۔ جو انھوں نے حدیث کی دو اہم کتابوں یعنی صحیح بخاری اور موطا امام مالک کی شرحوں پر لکھے ہیں دونوں ہی مقدمے اہل علم کے مابین مقبول اور متداول ہیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تعلیق صحیح بخاری مسمیٰ بہ لامع الدراری پر جو مقدمہ انھوں نے تحریر کیا اس سے متعلق چوتھے باب کی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے اس وقت موطا امام مالک کی شرح و تعلیق اور جز المسالک کے مقدمے پر گفتگو کی جائے گی اور ان کا موضوعاتی جائزہ لے کر اس کی اہمیت و علمیت کو واضح کیا جائے گا اور اسی کے موضوعاتی جائزے سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجائے گی کہ کیوں علماء و محدثین ان کے مقدمہ اور جز کو دوسرے تمام مقدموں پر فضیلت و برتری دی ہے اور کیوں علمائے کرام اس مقدمے کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔

ہمارے پیش نظر نسخے کے مطابق اور جز المسالک کا مقدمہ بڑے سائز کے ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ سارے صفحات باریک قلم سے لکھے گئے ہیں۔ یہ مقدمہ ایک تمہید اور سات ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سات فائدے ہیں۔ دوسرا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں پانچ فائدے ہیں اور دوسری فصل میں دس فائدے ہیں۔ تیسرا باب پانچ فائدوں پر مشتمل ہے۔ چوتھے باب میں نو فائدے ہیں۔ پانچویں باب کو فصلوں یا فائدوں میں تقسیم نہیں کیا گیا ہے۔ چھٹا باب سات فائدوں پر مشتمل ہے اور ساتویں باب کو بھی پانچویں باب کی طرح فصلوں اور فائدوں میں تقسیم نہیں کیا گیا ہے۔

پہلا باب علم حدیث سے متعلق چیزوں کے بیان میں ہے۔ دوسرا باب کتاب موطا اور اس کے

مصنف کے بیان میں ہے۔ تیسرا باب موطا پر لکھی گئی مصنف کی تعلیق کے بیان میں ہے۔ چوتھے باب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں کتب حدیث میں کثیر الاستعمال الفاظ کی توضیح کی گئی ہے۔ چھٹے باب میں متفرقات کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں ان چند اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا جاننا طالبان حدیث کے لیے ضروری ہے۔

تمہیدی گفتگو کا آغاز حمد و صلوٰۃ سے کیا گیا ہے۔ اور پھر بعد کی سطروں میں اس تعلیق کو لکھے جانے کا پس منظر بیان کیا گیا ہے اور مقدمہ کے باب سازی اور فصل سازی سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

پہلے باب کے پہلے فائدے میں علم حدیث کی تعریف بیان کی گئی ہے اور اس کی تعریف میں مختلف علماء کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں منقول اختلاف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اخیر میں الاوجه فی حدہ کہہ کر مصنف کی جانب سے علم حدیث کی تعریف کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علم حدیث کا اطلاق اس علم پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے اللہ کے رسول ﷺ کے احوال قوی فعلی تقریری اور صفاتی کو جانا جائے۔ دوسرے فائدے میں علم حدیث کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ علم حدیث کا موضوع نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے اور وہ بھی نبی ہونے کی حیثیت سے۔ تیسرے فائدے میں علم حدیث کی بزرگی شرافت اور برتری کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس علم کی غرض و غایت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مختلف احادیث کے حوالے سے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اقوال مقدسہ کی روشنی میں اور اکابرین و مشائخ کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علم حدیث بڑی فضیلت والا علم ہے اور اسی بنا پر اکابرین و مشائخ اس علم شریف کے ساتھ اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ چوتھے باب میں کتابت حدیث کی ابتدا اور تدوین احادیث کی کیفیت سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے حدیث کے لکھنے کا آغاز باضابطہ کتب و رسائل کی شکل میں زمانہ تابعین کے آخری زمانے میں ہوا اور اس سبب کا بھی خلاصہ کیا گیا ہے کہ آخر کیوں عصر نبوی میں باضابطہ کتب و دوادین کی شکل میں کتابت حدیث کا آغاز کیوں نہیں ہوا اور واضح کیا گیا ہے کہ ایسا نہ کیے جانے کے پیش نظر دو وجہیں تھیں اولاً یہ خوف کہ کہیں قرآن کریم کی آیتیں احادیث کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں انہیں اپنے حافظے اور یادداشت پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے

کتابت حدیث کے ذریعہ احادیث رسول کی حفاظت کو اپنے حافظے کی توہین سمجھی۔ پانچویں فائدے میں اس علم کے متفرقات سے ایک مختصر سی گفتگو کی گئی ہے۔<sup>۱</sup>

دوسری بات جو دو فصلوں پر مشتمل ہے اس کے پہلے فصل میں مصنف کتاب یعنی امام مالکؒ سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ پہلی فصل کے پہلے فائدے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ولادت پر جامعیت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرے فائدے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب پر گفتگو کی گئی ہے اور ان علماء اکابرین کا بھی مختصر تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے امام صاحب کی فضیلت و بزرگی پر قلمی خدمات پیش کی ہیں۔ تیسرے فائدے میں امام مالک کے مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور مختلف علماء کے حوالے سے ان کے شیوخ کی تعداد متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ امام صاحب کے مشائخ کی صحیح تعداد شمار مشکل ہے البتہ ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد نو سو سے زیادہ بتائی گئی ہے مذاہب اربعہ کے وجود میں آنے پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے فائدے میں امام مالکؒ کے ذیشان تلامذہ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس میں بھی یہ صراحت کی گئی ہے کہ ان کے تلامذہ کا حصر و شمار کسی نے نہیں کیا ہے البتہ خطیب بغدادی نے ان سے روایت کرنے والوں پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں نو سو ترانوے راویان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پانچویں فائدے میں موطا کے علاوہ امام مالک کی دیگر تالیفات و تصنیفات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اور یہ خلاصہ کیا گیا ہے کہ موطا کے علاوہ امام صاحب کی اور بہت سی تصنیفات ہیں اسی میں آپ کا آداب و مواعظ پر وہ رسالہ ہے جسے آپ نے ہارون الرشید کو بھیجا تھا۔ اسی میں کتاب الاقضیہ ہے اور اسی میں مدد کبریٰ بھی جو امام صاحب کی جانب منسوب ہے اور اسی کتاب پر مذہب مالکی کا دار و مدار بھی ہے۔ دوسرے باب کی دوسری فصل کے پہلے فائدے میں موطا شریف کی فضیلت و بزرگی علماء کے مابین اس کی قدر و منزلت اور مشائخ کے درمیان اس کی قبولیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ابو بکر بن العربی کی شرح ترمذی کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ موطا اصلِ اوّل ہے اور صحیح بخاری اصلِ ثانی اور انہیں دونوں بنیادوں پر دوسرے محدثین مثلاً امام مسلم اور امام ترمذی نے اپنے مجموعات حدیث کی بنیادیں رکھیں ہیں۔ دوسرے فائدے میں کتب حدیث کے درمیان موطا امام مالک کی



قدر و منزلت اور اس کے درجے کو واضح کیا گیا ہے اور جمہور کی زبانی اس کی صراحت کی گئی ہے کہ موطا کا شمار کتب حدیث کے طبقات میں پہلے طبقے میں ہے۔ تیسرے فائدے میں اس مجموعہ احادیث کو موطا سے موسوم کیے جانے کی وجہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں زیادہ مناسب وجہ تسمیہ وہ ہے جو خود امام مالک سے منقول ہے کہ میں نے اس مجموعہ احادیث کو ستر فقہاء مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے موافقت (موافقت) کی اس لیے میں نے اس کا نام موطا (بمعنی متفق) رکھ دیا۔ چوتھے فائدے میں موطا میں امام مالک کے منہج کو واضح کیا گیا ہے اور موطا کے خصائص پر مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ امام مالک باب کی مناسبت سے فقہی مسائل ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ عن الثقة عن کبیر بن عبد اللہ الاشج کہتے ہیں تو ثقہ سے مراد مخرتہ بن کبیر ہوتے ہیں جب وہ عن الثقة عن عمرو بن شعیب کہتے ہیں تو ان کی مراد عبد اللہ بن وہب سے ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور دوسری خصوصیات کو بھی وضاحت سے لیکن اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

پانچویں فائدے میں موطا کے راویوں سے متعلق بحث کی گئی ہے اور اس کے مختلف نسخوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ موطا کے سولہ نسخے ہیں جو الگ الگ راویوں سے منقول ہیں۔ پہلا نسخہ یحییٰ بن یحییٰ مسمودی اندلسی متوفی ۲۰۴ھ کا ہے۔ دوسرا نسخہ ابن وہب ابو محمد عبد اللہ بن وہب (متولد ۱۲۵ھ) کا ہے۔ تیسرا نسخہ ابن القاسم ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسمی متوفی ۱۹۱ھ کا ہے۔ چوتھا نسخہ معن بن عیسیٰ متوفی ۱۹۸ھ کا ہے۔ پانچواں نسخہ یحییٰ بن ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسلمہ متوفی ۲۲۱ھ کا ہے۔ چھٹا نسخہ عبد اللہ بن یوسف ابی محمد دمشقی متوفی ۲۱۸ھ کا ہے۔ ساتواں نسخہ یحییٰ بن عبد اللہ قرشی مخزومی متوفی ۲۳۱ھ کا ہے۔ آٹھواں نسخہ سعید بن عفیر متوفی ۲۲۶ھ کا ہے۔ نواں نسخہ ابو مصعب زہری متوفی ۲۴۲ھ کا ہے۔ دسواں نسخہ مصعب بن عبد اللہ زہری متوفی ۲۳۶ھ کا ہے۔ گیارہواں نسخہ محمد بن مبارک صوری متوفی ۲۱۵ھ کا ہے۔ بارہواں نسخہ سلیمان بن برد کا ہے۔ تیرہواں نسخہ ابو حذافہ سہمی متوفی ۲۵۹ھ کا ہے۔ چودھواں نسخہ سوید بن سعید متوفی ۲۴۰ھ کا ہے۔ پندرہواں نسخہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کا ہے۔ سولہواں نسخہ یحییٰ بن یحییٰ تمیمی متوفی

چھٹے فائدے میں یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کے نسخے پر گفتگو کی گئی ہے۔ اور راوی کے حالات و کوائف علمی اٹھان پر جامع بحث کی گئی ہے۔ ساتویں فائدے میں موطا کے روایات کی تعداد پر کلام کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ موطا میں امام مالک نے دس ہزار احادیث کو جمع کیا تھا لیکن غور و فکر کے بعد اس میں لگا تار کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ ابو بکر البہری کے مطابق ایک ہزار سات سو بیس رہ گئیں۔ ان میں سند کی صرف چھ سو ہیں۔ آٹھویں فائدے میں مشائخ کے اس اختلافی قول کی توجیہ کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلا صحیح حدیثی مجموعہ موطا ہے یا بخاری۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کتابوں کو مشائخ کا پہلی صحیح قرار دینا دو الگ الگ اعتباروں سے ہے اس لیے مشائخ کے اقوال میں کوئی اختلاف اور کوئی تعارض نہیں ہے۔

نویں فائدے میں موطا کے مراسیل و بلاغات پر ایک مختصر جامع اور علمی گفتگو کی گئی ہے اور اس سلسلے میں مختلف ائمہ حدیث کے حوالے سے موطا کے مراسیل و بلاغات اور اس میں مذکور حدیث کی دوسری انواع پر کلام کیا گیا ہے ابن حزم کے مطابق موطا کے مراسیل کی تعداد تین سو سے زائد ہیں اور ستر احادیث ایسی ہیں جن پر امام مالک نے خود ہی عمل چھوڑ دیا تھا اور کچھ ضعیف احادیث بھی ہیں۔

دسویں فائدے میں موطا کی شرحوں اور اس کے حاشیوں پر ایک عمدہ بحث سپرد قلم کی گئی ہے۔ قاضی عیاض (م) اور ابن فرحون (م) کے مطابق موطا کے شارحین و محشی کی تعداد نوے بتائی گئی ہے اور مشہور شرحوں میں ابو محمد عبد اللہ بن محمد بیطلوسی (متوفی ۲۱ھ) کی مقتبس ہے۔ اسی میں ابن رشیق قیروانی متوفی ۴۵۹ھ کی التہید لما فی الموطا من المعانی والا سانید کا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی شرحوں کے اسماء ذکر کر کے ان کے مصنفین و شارحین کے مختصر حالات بھی قلم بند کیے گئے ہیں۔ ۲

تیسرے باب کے پہلے فائدے میں مولف کتاب اوجز المسالک خود اپنے حالات و کوائف نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ دوسرے فائدے میں مولف نے اپنے مشائخ کا تذکرہ نہایت محبت و احترام کے ساتھ کیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے والد گرامی مولانا یحییٰ اور اپنے شیخ و مرشد اور استاذ

حدیث مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری کا تذکرہ کیا ہے۔ تیسرے فائدے میں علامہ نے اپنے سلاسل اسناد حدیث پر گفتگو کی ہے اور نقشہ بنا کر اس کو واضح بھی کیا ہے۔

اس سلسلے کے تمام اکابرین کا اختصار و جامعیت کے ساتھ ایک تعارفی خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ اس گفتگو کا ملخص یہ ہے کہ ان کے پاس سند حدیث کے دو سلسلے ہیں۔ پہلا سلسلہ وہ ہے جو ان کو اپنے والد سے حاصل ہوا ہے اور دوسرا سلسلہ وہ ہے جو ان کو ان کے استاذ اور شیخ و مرشد مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سے حاصل ہوا ہے ان دونوں سلسلوں میں مختلف شاخیں ہیں جو مختلف شجروں سے نکلتی ہیں۔ چوتھے فائدے میں اوجز المسالک کے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور ان باتوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا مصنف نے اپنے اس تعلق میں اہتمام کیا ہے۔ پانچویں فائدے میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا مصنف نے اپنی اس تعلق میں اہتمام کیا ہے۔ پانچویں فائدے میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے اوجز المسالک کے جزء اول کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔ ۳

چوتھے باب میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے پہلے فائدے میں امام ابوحنیفہ کے حالات زندگی نام و نسب سیرت و خصائل علمی انداز میں گفتگو کی گئی ہے اور آپ کا سراپا بیان کیا گیا ہے۔ اور آپ کی وفات کے اسباب و علل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے فائدے میں ان کے فضائل و مناقب اور اکابرین و مشائخ محدثین و فقہاء سے منقول اقوال و ارشادات کو نقل کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعے سے امام صاحب کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے بلند علمی ستون سے آشنائی ہوتی ہے۔ امام مالک نے آپ سے ملاقات کے بعد یہ تاثر دیا کہ یہ شخص اگر کسی ستون کو سونے کا کہہ تو ویسا ہی ہو جائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ زہد و ورع اور ایثار کے اس مرتبے پر فائز ہیں کہ دوسرا اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ تیسرے فائدے میں امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کے مسئلے کو چھیڑا گیا ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ وہ تابعی ہیں یا نہیں۔ اس فائدے میں مصنف کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ محدثین کے یہاں تابعی دو طرح کے ہوتے۔ پہلا وہ تابعی جس نے کسی صحابی کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہو اور دوسرا وہ تابعی جس کو کسی صحابی سے زیارت کے

ساتھ روایت کا شرف بھی حاصل ہو۔ امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے روایت کا شرف حاصل کیا ہے یا نہیں اور جہاں صرف زیارت سے تابعی ہونے کا سوال تو اس بارے میں جمہور کا مسلک یہی ہے کہ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے جن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ اور جہاں تک تابعی سے روایت کرنے کا سوال ہے تو اس بارے میں قابل اعتماد رائے یہی ہے کہ آپ اس طور پر بھی تابعی ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ چوتھے فائدے میں امام صاحب کے پایہ حدیث پر گفتگو کی گئی ہے۔ بظاہر دیکھا جائے تو یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ اتنے بڑے مجتہد مطلق امام کے علم حدیث میں رسوخ پر گفتگو کی جارہی ہے لیکن چوں کہ بعض حلقوں کے جانب سے ان کے پایہ حدیث پر نقد و جرح کیا گیا ہے اس لیے مصنف نے اس بحث کو قائم کر کے اکابرین و مشائخ اور آپ کی مرویات کے حوالے سے اس حقیقت کو مستند کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث میں بھی ان کا پایہ علمی بہت بلند تھا۔ حدیث میں ان کے بلند قد کا اندازہ صرف اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حماد کو پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ حدیث چن کر محفوظ کرنے کے لیے دیا تھا۔ پانچویں فائدے میں محدثین کے یہاں متعارف طریقے پر حدیث کی قلت روایت پر بحث کی گئی ہے اور گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ محدثین کے متعارف طریقے پر آپ کی قلت روایت کے بہت سے اسباب ہیں اور منجملہ اسباب میں یہ ہے کہ آپ چوں کہ استنباط مسائل میں زیادہ مشغول تھے جو اس وقت سب سے اہم ضرورت تھی اس لیے آپ اس طرف توجہ نہیں دے سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے یہاں روایت حدیث کی شرطیں سخت تھیں کہ دوسروں کے لیے اس کا التزام ممکن نہیں تھا۔ بعد کے محدثین نے توسیع سے کام لے کر اس میں تھوڑی آسانی پیدا کر دی تھی اس لیے آپ سے روایت بہت کم ہوئی اور بعد کے محدثین سے زیادہ۔ چھٹے فائدے میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو برا بھلا کہا ہے اور پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی بہت سے اسلاف و اخلاف نے آپ پر جرح و تنقید کی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امام صاحب کا رتبہ بہت بلند ہے اور اس طرح کی تنقید پر کوئی توجہ نہ دی جائے اور اکابرین کے حوالے سے آپ نے امام ابوحنیفہ بلند رتبے کو بیان کیا گیا ہے

اور پھر اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ناقدین دو طرح کے ہیں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن تک غلط چیز پہنچی اور اس کی بنا پر انھوں نے کوئی حکم لگایا اور بعد میں جب غبار صاف ہوا تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا ان میں امام اوزاعی وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے وہ معاصرین ہیں جنھوں نے یا تو مذہبی تعصب یا پھر دنیاوی منافعت کی وجہ سے کوئی بات کہی۔ متاخرین میں جن لوگوں نے آپ پر جرح کی ہے اولاً تو مدح و ثنا میں رطب اللسان متقدمین و متاخرین کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ ان کے سامنے تھوڑے سے لوگوں کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ معاصرین کی تنقید دوسرے معاصر کے حق میں بہر صورت مقبول ہو تو چاروں ائمہ میں کوئی جرح سے پاک نہیں رہ سکیں گے۔ اور اسی سے دین کھلواڑ بن کر رہ جائے گا کیوں کہ ابن معین نے امام شافعی پر تنقید کی ہے۔ ابن ابی ذئب وغیرہ نے امام مالک پر تنقید کی ہے۔ اکابر ائمہ کا عمل یہ رہا ہے کہ وہ توسع سے کام لیتے تھے اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھتے تھے اور یہی ہمارے لیے بھی نمونہ عمل ہے۔

ساتویں فائدے میں امام ابوحنیفہ کے مشائخ کو بیان کیا گیا ہے امام ابوحنیفہ کے مطابق آپ کے مشائخ کی تعداد چار ہزار ہے۔ کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے تابعی شیوخ کی تعداد چار ہزار ہے۔ اسی لیے امام شعرانی شافعی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مستدلات مذہب خیار تابعین سے منقول ہیں جن میں کوئی بھی کذب سے متہم نہیں ہے اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف ان کے بعد کے راویوں کی جانب سے آیا ہے اور اس کی وجہ سے ان کے مذہب کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آٹھویں فائدے میں امام ابوحنیفہ کے تلامذہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے تلامذہ کی صحیح تعداد کا شمار مشکل ہے اور اسی وجہ سے بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ ائمہ اسلام میں کسی کے بھی اتنے تلامذہ نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے اور جتنا علما نے اور عام لوگوں نے ان سے اور ان کے تلامذہ سے احادیث کی تفسیر و استنباط میں نفع اٹھایا اتنا کسی سے نہیں اٹھایا۔ آپ کے تلامذہ میں عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، مالک بن انس، اور مسعر بن کدام جیسے ائمہ وقت شامل ہیں۔ قاضی ابو یوسف محمد بن حسن شیبانی و کعب بن الجراح، داؤد طائی اور نوح بن مریم جیسے کہکشاں کا تعلق بھی آپ ہی کی ذات سے ہے۔ نویں فائدہ میں امام ابوحنیفہ کے

مذہب کی بنیادوں سے کلام کیا گیا ہے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو جو اصحاب رائے کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یہ حضرات سنت رسول ﷺ پر اپنی رائے کو ترجیح دیتے تھے اور نہ ہی اس سے مقصود ان کی اہانت ہوتی تھی بلکہ ایسا ان اصحاب کی دقت نظری کی بنا پر کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ خود امام ابوحنیفہ سے یہ منقول ہے کہ آپ اپنے مستدلات کے لیے سب سے پہلے قرآن سے استدلال کرتے اگر وہاں مسئلے کا حل نہیں ملتا تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے اگر وہاں بھی حل نہیں ہوتا تو صحابہ کے اقوال سے مسئلے کا حل چاہتے اور اگر صحابہ کے مذہب میں اختلاف ملتا تو قرآن و سنت کے قریب جو قول ملتا آپ اس پر عمل کر لیتے اور ان کے اقوال سے خروج نہیں کرتے، لیکن اگر مسئلے کا تصفیہ یہاں بھی نہیں ہوتا تو آپ اقوال تابعین سے استدلال نہیں کرتے بلکہ آپ بھی ان کی طرح اجتہاد کرتے۔ ۴

پانچویں باب میں اصطلاحات حدیث پر گفتگو کی گئی ہے۔ متن، سند، اسناد، مسند، مرسل کی تعریف کی گئی اور اس سلسلے میں اگر کوئی اختلاف منقول ہے تو اسے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مراسل کے پایہ استناد پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ حدیث اخیر نا جیسی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ مرفوع، موقوف، اثر پر بحث کی گئی ہے۔ عن رجل عن شیخ جیسی اصطلاحوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نفعل کذا عن النبی کذا جیسی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ روایت بالمعنی کا مطلب اور اس کے جواز و عدم جواز کے بارے میں مذاہب محدثین بیان کیے گئے ہیں ان کے علاوہ علم حدیث کی دیگر اصطلاحوں پر اختصار و جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۵

چھٹے باب کے پہلے فائدے میں آداب محدث پر شاندار گفتگو کی گئی ہے۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ روایت حدیث ایک عظمت و بزرگی والا کام ہے اس لیے محدث کو یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ وہ خالص دینی کام میں مشغول ہے اس لیے کبھی بھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اس علم کے علوشان کے منافی ہو۔ اخلاص نیت طہارت قلب اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں کی نشر و اشاعت کا جذبہ ہمیشہ غالب رہنا چاہیے۔ ان کے علاوہ اور دوسری باتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو اکابر محدثین سے منقول ہیں۔ اور جن کی پاس داری ایک محدث کے لیے از حد ضروری ہے۔ دوسرے فائدے میں مراتب اہل حدیث پر گفتگو کی گئی

ہے۔ حافظ محدث اور مسند اور حجت کی تعریف کی گئی ہے۔ فرق مراتب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے فائدے میں طالبان حدیث کے آداب بیان کیے گئے ہیں اور واضح کیا گیا ہے کہ یہ ایک باوقار اور باعزت علم ہے اس لیے اخلاص و طہارت قلب، دنیا سے نفرت، وغیرہ دوسرے عمدہ شمائل سے طالبان حدیث کا آراستہ ہونا ضروری ہے۔ اور حدیث کے ایک طالب علم کے لیے کن کن علوم کا مقدمے کے طور پر جاننا ضروری ہے اس پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور پھر مشائخ و اکابرین حدیث کے حوالے سے ان آداب و رسوم کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی حفاظت ایک طالب علم کے لیے ضروری ہے اور ان سارے علوم حدیث سے رغبت و انہماک کی دعوت دی گئی ہے جن سے آراستہ ہونے کے بعد ہی ایک شخص کامل دسترس رکھنے والا محدث بن سکتا ہے۔ چوتھے فائدے میں تخیل حدیث سے متعلق بیان کیا گیا ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف کہ شیخ کی بارگاہ میں قرأت حدیث شیخ سے الفاظ حدیث کی سماعت کے برابر ہے یا نہیں اس سلسلے میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ سماع حدیث قرأت حدیث سے بہتر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قرأت حدیث سماع حدیث سے بہتر ہے۔ پانچویں فائدے میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ کس عمر سے تخیل و اداء حدیث درست ہے۔ اس سلسلے میں مشائخ کا اختلاف ہے کچھ لوگوں کا قول تیس سال کے بعد کا اور کچھ کا بیس سال کے بعد کا۔ بعض لوگوں نے ابتدائی عمر پانچ سال کو قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جب ہوش مند ہو جائے باتوں میں تمیز کر سکے، گفتگو کو اچھی طرح سمجھ سکے تبھی سے اس کا تخیل و اداء حدیث درست ہو جائے گا۔ چھٹے فائدے میں شیخ ابو عمر بن الصلاح کے اس قول کو ذکر کیا گیا ہے کہ اسانید متصلہ کے ساتھ روایت اصل و مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مقصود اس سلسلے کو باقی رکھنا ہے جو امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ ساتویں فائدے میں بحرانی کے اس قول کو ذکر کیا گیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اس شخص کی روایت نہیں لی جائے گی جو سماع احادیث میں تساہل کرتا ہو اور اس کا سماع سونے والے کے حالت سماع کی طرح ہو یا بے توجہی برتتا ہو اور ایسی باتیں بیان کرتا ہو جو کسی اصل صحیح سے یا عرف مقبول سے ثابت نہ ہوں یوں ہی اپنی روایات کثرت کے ساتھ بھولتا ہو اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ کسی تصحیح شدہ کتاب سے روایت نہ کر رہا ہو۔ یا کثرت کے ساتھ شاذ و منکر احادیث بیان

ساتویں باب میں ان چند اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا جاننا طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ مثلاً کوئی حدیث جس کی کوئی صحیح سند نہ ہو لیکن تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے تو اس کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اکثر احادیث حسن کے درجے پر ہوتی ہیں اور وہ عام فقہاء کے یہاں مقبول ہیں۔ عادل ہونے کی پہچان دو یا اس سے زائد عادل گواہوں کی صراحت سے ہوتی ہے البتہ جن کا عادل ہونا اہل نقل وغیرہ علما کے یہاں مشہور ہو اور ان کی مدح و ثنا عام ہو تو اتنا ہی ان کی عدالت کے لیے کافی ہے۔ صحیح بخاری کی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصنف نے اپنی کتاب میں صحت کی وہ شرطیں لگائی ہیں جو دوسرے مصنفین نے نہیں لگائی ہیں۔ اور یہ حکم مجموعی ہے جزئی اور انفرادی نہیں۔ یوں احادیث کے صحیح ہونے کا حکم اجتہادی ہوتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ ایک تصحیح کردہ حدیث دوسرے کے یہاں صحیح نہ ہو۔ (نفس مصدر، ص: ۸۵-۸۸)

یہاں پر آکر اوجز المسالک کا مقدمہ ختم ہو جاتا ہے اور مصنف اپنے لیے دعائے مغفرت کے ساتھ مقدمے کی تکمیل کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اس فصل میں مقدمے کے اندر جتنے بھی مباحث تھے سب پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی گئی ہے جو مفصلاً مقدمے کے مباحث سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہوں اور اس میں ودیعت کردہ موتیوں کو چننا چاہتے ہوں انہیں پورے مقدمے کو کھلی آنکھ اور روشن دل کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس مقدمے کی تسوید سے مصنف ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ میں فارغ ہوئے لیکن دوبارہ اشاعت کے وقت ۱۳۸۲ھ میں اس میں مزید کچھ اضافے کیے گئے۔



## فصل دوم

### اوجز المسالک کی علمی خصوصیات اور اس کے مصادر

کسی بھی کتاب کی اہمیت اس کی علمی خصوصیات سے ہی جانی جاتی ہے اور انہی خصوصیات کے ذریعہ کتاب کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اسی گوشے سے مطالعہ کیا جائے تو مصنف کی تمام تالیفات بڑی علمی خصوصیات کی حامل ہیں۔ چاہے لامع الدراری کا مطالعہ کریں یا ان کی کسی اور کتاب کا سب کی سب نمایاں خصوصیات کی حامل ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنی کتابوں کی بعض خصوصیات کی جانب خود بھی مقدمے میں اشارہ کر دیا ہے اس کے علاوہ پوری کتاب پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تب بھی کتاب کی علمی خصوصیات نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اوجز المسالک کے مقدمے میں مصنف کتاب کی بعض علمی خصوصیات کی جانب اور اپنے بعض منہج پر مستقل ایک فائدے میں گفتگو کی ہے۔ اس فائدے کی روشنی میں کتاب کی مندرجہ ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

(۱) اس کے اکثر مباحث اکابر مشائخ سے منقول ہیں اور اپنی جانب سے کسی طرح کا کوئی اختراع نہیں کیا گیا ہے۔ کیوں کہ علوم نقلیہ میں اختراع سے کام لینا شامت اعمال کا باعث ہے۔ ہاں اگر کوئی روایت واضح نہیں ہے تو اس کی وضاحت علماء سے منقول نہ ہونے کی صورت میں اپنے وسیع مطالعے کی روشنی میں کر دی گئی ہے۔

(۲) اگر کہیں چند روایتیں باہم سرگرمیاں ہیں اور اکابرین نے اس کی کوئی تطبیق نہیں پیش کی ہے تو ایسی صورت میں مصنف کو اپنے مطالعے کی روشنی میں کوئی تطبیق سمجھ میں آتی ہے تو وہ تطبیق پیش کر دی گئی ہے اور اگر علماء سے تطبیقیں منقول تھیں لیکن مصنف کو کوئی نئی تطبیق سمجھ میں آتی ہے تو اس کو پیش کر دیا گیا ہے۔

(۳) جو گفتگو کہیں سے لی گئی ہے اس گفتگو کا انتساب اس کے صاحب کی طرف اکثر کر دیا گیا ہے۔ ہاں جو کچھ علامہ زرقانی اور بذل الحجو و شرح ابوداؤد سے لیا گیا ہے اس کا انتساب اکثر ترک کر دیا گیا ہے کیوں کہ مصنف نے ان دونوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور بہت کثرت کے ساتھ اقوال نقل کیے ہیں۔ بلکہ اس تعلیق یعنی اوجز المسالک کو انہی دونوں کی گفتگو کا خلاصہ بھی کہا جاسکتا ہے۔

(۴) سند حدیث کے رجال پر جو گفتگو جرح و تعدیل کی صورت میں ذکر کی گئی ہے۔ وہ حافظ ذہبی کی تقریب و تعجیل سے لی گئی ہے اور یوں ہی جامع الاصول کے رجال کی نقل کی گئی ہے البتہ اکثر اس کا انتساب نہیں کیا گیا ہے اور ایسا اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ ہاں اگر ان کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب سے جرح و تعدیل کی کوئی گفتگو نقل کی گئی تو اس کتاب کی صراحت کر دی گئی ہے۔ اور قائل کی جانب نسبت کر دی گئی ہے۔

(۵) جب بھی کسی راوی کے حالات و کوائف ذکر کیے گئے ہیں۔ تو التزام اس بات کا کیا گیا ہے کہ اگر ان کا تذکرہ بار بار آ رہا ہے تو پہلی سند میں ہی اس کا تذکرہ کر دیا جائے۔ مصنف اپنے مقدمے کے تیسرے باب کے چوتھے فائدے میں اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ انھوں نے کتاب کے آخر میں ایک فہرست شائع کر دی ہے جس میں اس کی وضاحت موجود ہے کون سے راوی کے حالات کہاں بیان کیے گئے ہیں اور اس طرح رجال موطا کے سلسلے میں مستقل رسالے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود مجھے کوئی فہرست نہیں ملی جس میں رجال موطا کا اجتماعی تذکرہ ہو اور جس میں اس کی کوئی صراحت ہو کہ کس راوی کا حال کتاب کے کس حصے میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر ایسی کوئی فہرست مصنف نے تیار کی تھی تو شاید ناشرین نے اس کی اشاعت کا اہتمام نہیں کیا ہے یا ممکن ہے کہ مصنف کے زمانہ طباعت میں وہ فہرست چھپی اور بعد میں نکال دی گئی ہو۔ بہر حال اتنی بات تو واضح ہے کہ جس فہرست کا مصنف نے تذکرہ کیا ہے وہ ہمارے پیش نظر نسخے میں موجود نہیں ہے اور اگر وہ فہرست موجود ہوئی تو واقعی موطا پر پڑھنے

والوں کے خصوصاً اور علم حدیث اور رجال حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے عموماً بڑا سرمایہ ثابت ہوتی۔

- (۶) موطا میں امام مالک کی مراسیل اور تعالیق کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور اس کی استنادی حیثیت پر علمائے گفتگو بھی کی ہے لیکن مصنف نے بڑا اچھا کام یہ کیا ہے کہ ان مراسیل و تعالیق کے اتصال کو بقدر امکان ثابت کیا ہے اور اس طرح امام مالک کی بہت سی مراسیل و تعالیق، مراسیل و تعالیق نہ رہ کر حدیث مسند متصل کے درجے تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ مصنف کی بڑی علمی خدمت ہے اور وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اپنی اس خدمت کے لیے انعام و اکرام کے مستحق ہیں۔
- (۷) موطا اصلاً مالک سے متعلق ہے لیکن مصنف مسائل حدیث پر گفتگو کرتے وقت چاروں مسالک پر گفتگو کی ہے اور چاروں مسالک کے ائمہ و اکابرین سے اقوال نقل کیے ہیں اور بڑی امانت داری کے ساتھ چاروں مذاہب کے مصادر و مراجع سے ان کے مسائل و دلائل کو اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مصنف حالاں کہ حنفی ہیں لیکن جس کثرت کے ساتھ انھوں نے مذہب مالکی اور دیگر مسالک کے اقوال و دلائل نقل کیے ہیں اور جتنی امانت داری کے ساتھ نقل کیے ہیں اس سے مصنف کے وسعت علمی اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مالکی کے مصادر تک ان کی رسائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مصنف اتنی کثرت کے ساتھ مذہب مالکی کے اقوال نقل کیے اور ان کے دلائل اتنے اہتمام کے ساتھ ذکر کیے ہیں کہ عصر حاضر کے مشہور عالم دین علامہ سید محمد علوی مالکی نے اوجز المسالک پر اپنا یہ تبصرہ لکھا کہ اگر مصنف نے اپنے آپ کو حنفی ذکر نہ کیا ہوتا تو میں انھیں کبھی حنفی نہ سمجھتا۔ بہر حال مذاہب اربعہ کو تو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے مذاہب کو نہیں بیان کیا گیا ہے کیوں کہ اس سے بہت زیادہ کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو رہا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں مذاہب اربعہ ہی کے ماننے والوں کی غالب اکثریت ہے اور تقی الدین بن الصلاح کے مطابق ائمہ اربعہ کی تقلید متعین ہے دوسروں کی تقلید درست نہیں ہے کیوں کہ ان کے مذاہب مشہور و متداول ہیں ان کے علاوہ اور دوسرے مشائخ نے بھی ائمہ اربعہ کی تقلید

کے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۸) بیان مذاہب میں اکثر ائمہ اربعہ کی فروعی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے محض شارحین حدیث کے اقوال پر اعتماد نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ ان کے اقوال باہم مختلف ہوتے ہیں اور اکثر نقل میں بھی ان سے غلطی واقع ہوتی ہے۔

(۹) مذہب مالکی کی کتابوں سے مراجعت میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی گئی ہے کہ اصل کتاب ہی ان کے مسلک پر ہے اور ان کے مسلک کی احادیث کی تائید مدونہ وغیرہ کے حوالے سے امام مالک کے اقوال نقل کر کے کر دی گئی ہے۔

(۱۰) احناف کے دلائل کو اکثر جگہ پر اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے کہ ہندوپاک کے طلباء کے لیے اس کی شدید ضرورت تھی کیوں کہ وہ اکثر مسلک حنفی سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے ائمہ کے دلائل کو اختصار کے پیش نظر اور اس بات کے مد نظر کہ وہ خود بھی حنفی ہیں اور ہندوپاک میں دیگر مسالک کے مآخذ کا ملنا بھی مشکل ہے۔

(۱۱) تمام ائمہ اربعہ و مشائخ کی شان میں کسی طرح کی کوئی گستاخی یا بے ادبی سے مکمل پرہیز کیا گیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے بعض کے اقوال کی بعض پر ترجیح سے گریز نہیں کیا ہے۔ لیکن پھر بھی گستاخی کا کوئی پہلو پیدا نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ اور یہ واقعی مصنف کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام ائمہ کے مسائل میں کوئی نہ کوئی صحابی ان کے مقتدی اور پیشوا ہیں اور صحابہ سب کے سب رشد و ہدایت کے ستارے ہیں اور جتنے ائمہ ہیں سب کے سب اپنی کوششوں میں اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ اس کے باوجود مصنف نے یہ واضح کر دیا ہے کہ میں اپنی ذات کو پھر بھی بری نہیں سمجھتا اور مغفرت و بخشش کا طلب گار ہوں۔

(۱۲) حدیث شریف میں اگر کوئی لفظ ایسا وارد ہوا ہے جس کا تلفظ واضح نہیں ہے تو لغت کی کتابوں سے اس کی وضاحت کر دی گئی ہے اور اس کا معنی بھی بتا دیا گیا ہے۔

(۱۳) رجال حدیث میں کسی نام کا کوئی تلفظ واضح نہیں ہے تب بھی رجال حدیث کی کتابوں سے اس کی

صراحت کر دی گئی ہے۔

(۱۴) کہیں کہیں موقع کی مناسبت سے فارسی اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں کبھی عربی میں اس کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے اور کبھی ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر اردو اشعار بھی نقل کر کے اس کا ترجمہ ذکر کر دیا گیا ہے اور کبھی ترجمہ چھوڑ بھی دیا گیا ہے۔

(۱۵) ضرورت پڑنے پر اور وضاحت حدیث کے لیے صوفیا کے اقوال اور اس سے متعلق ان کے معمولیات و رسوم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۶) ہندوستانی علما میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی المصفی کے حوالے سے کافی گفتگو کی گئی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے اقوال بھی کافی ذکر کیے گئے ہیں۔

(۱۷) اپنے مشائخ میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری کے اقوال بہت کثرت سے نقل کیے گئے ہیں اور ان کی بذل المجہود کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔

(۱۸) شرح کرتے وقت دوسرے ائمہ کے کلام اور اپنی گفتگو میں قلت کہہ کر یا اپنی توجیہات و تاویلات اور تطبیقات کو 'والذی ظہر للعاجز الفقیر' یا اس جیسے الفاظ سے ممتاز کیا گیا ہے۔

(۱۹) اس شرح میں اکثر مقامات پر مولانا رشید احمد گنگوہی کو امیر المؤمنین فی الحدیث کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔

(۲۰) اس شرح میں شرح کرتے وقت مختلف فیہ مسائل میں مسلک صوفیا کی تائید کی گئی ہے۔ مثلاً توجہ، زیارت کی نیت سے نبی کریم ﷺ کی قبر کی جانب سفر، پیٹھ پیچھے کی حرکت و اعمال کا نبی پاک ﷺ کا مشاہدہ کرنا، معراج میں رسول اکرم ﷺ کا اپنی آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کرنا۔ بیعت و ارادت، خلافت و اجازت جیسے مسائل کی بھی تائید کی گئی ہے۔

مکہ شریف افضل ہے یا مدینہ اس پر بھی مفصل گفتگو کی گئی ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل جو علمائے ہند کے مابین خصوصیت کے ساتھ مابہ النزاع ہیں ان میں وہ سنی بریلوی حضرات سے قریب نظر آتے ہیں۔

(۲۱) ایک اور مسئلہ جو علمائے ہند کے مابین اختلافی ہے وہ ہے غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنے کا مسئلہ۔ اس مسئلے میں سنی بریلوی حضرات غیر صحابہ کے لیے بھی جواز کے قائل ہیں اور مصنف کی اس شرح کے مطالعے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں اگرچہ انھوں نے اس طرح کا کوئی قول نہیں لکھا ہے لیکن علاوہ اپنی اس شرح کے غیر صحابی کو بھی رضی اللہ عنہ سے یاد کرتے نظر آتے ہیں۔ ے

یہ چند نکات تھے جو ان کے مقدمے کے مطالعے سے اور پوری کتاب پر ایک نظر ڈالنے سے سامنے آتے ہیں۔ جو نکات اور جو خصوصیات کتاب کی بیان کی گئی ہیں ان کے نمونے ملاحظہ کرنے کے لیے اصل کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ کوئی بھی شخص جو کتاب کا مطالعہ کر چکا ہو گا یا مطالعہ کرے گا وہ ہماری بیان کردہ خصوصیات سے کتاب کے آراستہ ہونے کے بارے میں ہماری تصدیق کرے گا۔

بہر حال مذکورہ بالا نکات کے مطالعے سے کتاب کی خصوصیات واضح ہو جاتی ہے۔ مصنف کے مسلک و مشرب سے متعلق آگاہی ہوتی ہے، تالیف اور جز میں مصنف کے منہج سے بھی آشنائی ہوتی ہے اور اندازہ ہو جاتا ہے کہ کتاب کی تالیف میں کتنی محنت اور تن دہی سے کام لیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب پوری دنیا میں مقبول ہوئی اور موطا کی شرحوں کے مابین اسے ایک خاص مقام حاصل ہوا۔

ان خصوصیات کی حامل کوئی بھی کتاب بہت ساری کتابوں کے بغیر تیار نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یہ کتاب بھی اکابرین و مشائخ علماء و محدثین کی شرح و حواشی اور دیگر تصنیفات کے مطالعے کے بعد ہی وجود میں آئی ہے۔ اس شرح کی خوبیاں بتا رہی ہیں قرآن و احادیث اور تفاسیر و شروح کے علاوہ تاریخ و لغت اور دیگر رجال حدیث سے متعلق کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کتابوں کی فہرست پیش کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ جس طرح کتاب کی خصوصیات کے ذکر کرنے میں ہمارا مقصد یہ تھا کہ کتاب کی عظمت و بزرگی اور اس کی اہمیت و افادیت واضح ہو جائے یوں ہی آنے والی تحریر میں بھی ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ کتاب کی اہمیت و افادیت کے دوسرے گوشوں کو واضح کیا جائے۔ اور وہ گوشہ یہ ہو گا کہ ہم آئندہ سطروں میں ان اہم کتابوں کا تذکرہ کریں گے جنہیں ہم اس شرح کے مصادر و مراجع میں شمار

کر سکتے ہیں۔ ان کتابوں کے تذکرے سے کتاب کے درجہ استناد کا پتا چلے گا اور مزید خصوصیات واضح ہوں گی اور اس کی امتیازات کے دیگر پہلو بھی ہمارے سامنے آئیں گے۔

بذل المجہود کے مقدمے میں جن کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے علاوہ اور دوسرے جن کتابوں کو اس شرح کے مصادر و مراجع میں شمار کر سکتے ہیں۔ ان میں خود بذل المجہود فی حل ابی داؤد کا نام سر فہرست ہے۔ یہ کتاب اصلاً مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی تصنیف ہے لیکن اوجز المسالک کے مصنف اس کتاب کے معاون مصنف رہے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اپنے استاذ کی معاونت کے دوران جو کچھ انھوں نے مطالعہ سے حاصل کیا ہوگا وہ اور خود بذل المجہود کی تالیف اوجز المسالک اور لامع الدراری سے پہلے ہوئی ہے اس لیے بذل المجہود کے سارے مباحث مولف محترم کو از بر رہے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ احادیث مختلف کتابوں میں مکرر آتی ہیں۔ اور ان کی توجیہات و تاویلات توضیحات و تشریحات میں یکسانیت ہوتی اور مباحث بھی ایک ہی ہوتے ہیں۔ اس لیے مصنف نے سب سے زیادہ اسی کتاب سے استفادہ کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ بذل المجہود کی تالیف کے وقت مصنف کی نظر سے جو کتابیں گزری ہوں گی یقینی طور پر وہ اوجز کی تصنیف کے وقت بھی پیش نظر رہی ہوں گی اور ان سے مصنف نے خوب استفادہ کیا ہوگا۔

بذل المجہود کے علاوہ موطا کی پانچ شرحوں امام سیوطی کی تنویر الحوالک بیری زادہ کی الفتح الرحمانی علامہ باجی کی منتقى علامہ ابن عبدالبر الاندلسی کی شرح موطاء (الاستذکار) اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی المسوی سے مصنف نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ موطا کی ان شرحوں کے علاوہ علامہ شہاب الدین بن ارسلان کی شرح ابی داؤد علامہ امام محمد بن محمد بن سلیمان المغربی المالکی متوفی ۱۰۹۴ھ کی مجمع الزوائد علامہ ابن ابوحاتم کی علل الحدیث اور امام نووی علیہ الرحمہ کی الاذکار سے مصنف نے خوب استفادہ کیا ہے۔

تفسیر کی کتابوں میں علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی خفی معروف بہ بصاص متوفی ۳۷۰ھ کی احکام القرآن، تفسیر خازن امام نبوی بغوی متوفی ۵۱۶ھ کی معالم التنزیل سے بھی اس شرح کی تالیف میں مدد لی گئی ہے۔ اسمائے رجال میں امام ابوالفرح عبدالرحمن ابن الجوزی متوفی ۵۵۷ھ کی التلخیص اور عبدالغنی بن احمد بہرانی شافعی کی قرۃ العین فی ضبط اسماء الرجال<sup>لصحیح</sup> کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اصول حدیث میں

امام سیوطی کی الافیہ اور اس کی شرح منہج ذوی النظر، عبد اللہ بن حسین عدوی مالکی کی لفظ الدرر شرح نخبة الفکر، شرح زرقانی علی البیقونیہ پر جمہوری کا حاشیہ اور خود مصنف کا رسالہ اصول الحدیث علی اصول الحنفیہ زیر مطالعہ رہا ہے۔ اور ان سے مدد لی گئی ہے۔ ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں علامہ بحر العلوم حنفی کی رسائل الارکان سید محمد مرتضیٰ حسینی کی الجواهر المذیہ فی ادلة ابی حنیفہ، ابراہیم طرابلسی حنفی کی البرہان شرح مواہب الرحمن، الدسوقی علی الشرح الکبیر للدرر پر موفق بن قوامہ حنبلی کی المغنی، عبد القادر بن عمر شیبانی کی الشرح الکبیر اور نیل المارب، شیخ منصور بن یونس بھوتی کی الروض المربع فی شرح المستفتی، احمد بن احمد بن سالم بن احمد تشوقی لدسی کی الاربعۃ عن فروع الحنبلیۃ اور الانوار الساطعۃ فی المذہب الاربعۃ اور علامہ ابن رشد مالکی کی بدایۃ المجتہد سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے علوم مثلاً لغت، تاریخ وغیرہا کے لیے امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجتہ اللہ البالغہ سے خصوصیت کے ساتھ مدد لی گئی ہے۔

مذکورہ کتب کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی مجموعۃ المسلسلات محسن تہمتی کی ”الیانح الجہنی فی اسانید الشاہ عبد الغنی، سالم بن عبد اللہ کی کتاب الامداد بمعرفۃ علو الاسناد، صالح بن محمد بن نوح عمری متوفی ۱۸۱۲ھ کی ”قطف الثمر، شیخ احمد نخعی مکی کی بغیۃ الطالبین فی بیان المشائخ المحققین المعتمدین، شیخ ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کردی متوفی ۱۱۰۲ھ کی کتاب الامم لایقظ الہم، شاہ عبدالعزیز دہلوی کی البحالۃ النافعة اور الکلمات العزیزۃ، شاہ ولی اللہ کی الارشاد فی امہات الاسناد، سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتابوں سے قطع نظر شاہ ولی اللہ دہلوی، انفاس العارفین، مصطفیٰ بن عبد اللہ ملا کاتب متوفی ۱۰۹۷ھ کی کشف الظنون فی الکتب والفنون، شیخ محمد علی تھانوی کشاف اصطلاحات الفنون، مولانا عاشق الہی میرٹھی کی تذکرہ شیخ رشید احمد گنگوہی، علامہ سیوطی کی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ، بغیۃ الوعاة فی طبقات النحاة، ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون یحمری مالکی متوفی ۷۹۹ھ، الدبیاج المذہب فی اعیان المذہب، احمد بن احمد بن احمد بن عمرو کی نیل الابہاج بطریز الدبیاج، نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ کی ابجد العلوم اور عبد الہادی بن رضوان ابیاری کی نیل الامانی علی مقدمۃ القسطلانی سے اس شرح کی تالیف میں بھرپور مدد لی گئی ہے۔ ۵



مذکورہ بالا کتابوں کے اسماء کو پڑھ کر ہی مصنف کی وسعت علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس شرح کی تالیف میں مصنف کے جہد مسلسل بے لوث کاوش اور خلوص عمل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مصنف کی یہ شرح نہایت عالیشان شرح ہے جو متقدمین و متاخرین کی شروحات حدیث کا چر بہ اور اس کا خلاصہ ہے۔ اس ایک شرح کے مطالعے سے ہماری بہت سی علمی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اور خصوصاً طالبانِ حدیث و فقہ و رجال حدیث کے قیمتی سرمائے۔ اب تک اس فصل میں کتاب کی خصوصیات اور اس کے مصادر و مراجع پر گفتگو کی گئی ہے آئندہ صفحات میں کتاب کے مشمولہ طباعت کا جائزہ لیا جائے گا اور پھر ہر جلد سے چند مباحث کے چند نمونے نقل کر کے کتاب کی اہمیت و افادیت اور اس کی خوبی و خامی پر بحث کی جائے گی۔

## فصل سوم

### اوجز المسالك کے مضامین و مباحث نمونوں کی روشنی میں

موطا امام مالک کا اسلامی دنیا میں ایک بڑا مقام ہے اور کتب احادیث کے مابین اسے اس بات کی فضیلت حاصل ہے کہ بخاری شریف کے وجود میں آنے سے قبل اگر معتبر اور صحیح احادیث کا کوئی مجموعہ لوگوں کی نگاہوں میں تھا تو وہ موطا امام مالک ہی تھا اور بخاری شریف کے وجود میں آنے کے بعد بھی کتب احادیث کے صحیح مجموعوں کے مابین اسے ایک امتیازی مقام حاصل رہا اور خود علما کے مابین موطا اور صحیح بخاری کی باہم افضلیت کے سلسلے میں نزاع رہا۔ اسی اہمیت و فضیلت کی وجہ سے علما نے تشریح و توضیح اور حاشیہ نگاری کے ذریعہ اس کتاب کا بڑا اہتمام کیا اور بہت ساری شرحیں اور بہت سے حاشیے وجود میں آئے۔ ان میں سے جو شرحیں اور حاشیے اوجز المسالك کے مصنف کو فراہم ہو سکے یا اس بارے میں کوئی معلومات ان کو دیگر ذرائع سے مل سکیں اس کا تذکرہ انھوں نے مقدمہ اوجز المسالك کے دوسرے باب میں کیا ہے۔ (دیکھئے: فصل: ۲، فائدہ: ۱۰، ص: ۲۸-۳۴)

متاخرین علما میں ایک نمایاں مقام کی حامل شرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المسموی کے نام سے لکھی۔ اسلاف و اکابر علما و مشائخ کے اسی اہتمام کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا محمد زکریا نے بھی ایک ایسی شرح لکھنے کا ارادہ کیا جس سے علما و طلباء کی ضرورتیں پوری ہوں اور جس کے مطالعے سے وہ موطا کی دوسری بڑی بڑی شرحوں سے بے نیاز ہو جائیں اور خصوصیت کے ساتھ اس شرح میں احناف کے مستدلات پر شاندار بحث بھی ہو۔ چنانچہ انھوں نے اوجز المسالك الی موطا مالک کے نام سے اسی کی ایک متوسط شرح لکھی۔

یہ شرح عربی زبان میں اور باریک رسم الخط سے لکھی ہوئی ہے۔ مقدمے کو خارج کر کے اور

مضامین و مباحث کی فہرست سے قطع نظر، تین ہزار چار سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اور المکتبۃ العلمیۃ سہارنپور سے چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ابھی حال میں تحقیق و تخریج کے ساتھ ۱۸ جلدوں میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے المکتبۃ العلمیۃ سہارنپور کا نسخہ ہے۔ اس نسخے کے مطابق پہلی جلد ۴۵۹/صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں ۵۳۲/صفحات ہیں۔ تیسری جلد میں ۷۴۲/صفحات ہیں۔ چوتھی جلد میں ۷۰۴/صفحات ہیں۔ پانچویں جلد میں ۵۳۸/صفحات ہیں اور چھٹی جلد ۵۱۲/صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد بعض اہم ابواب پر مشتمل ہے:

- ۹ (۱) باب وقوت الصلوۃ
- ۱۰ (۲) ماجاء فی دلوك الشمس وغسق الليل
- ۱۱ (۳) ما لا یجب فیہ الوضوء
- ۱۲ (۴) ترك الوضوء مما مسته النار
- ۱۳ (۵) ماجاء فی المسح بالراس والاذنین
- ۱۴ (۶) ماجاء فی المسح علی الخفین
- ۱۵ (۷) ماجاء فی الرعاف
- ۱۶ (۸) ما یحل للرجل من امرأته وهی حائض
- ۱۷ (۹) ماجاء فی المستحاضة
- ۱۸ (۱۰) ماجاء فی بول الصبی
- ۱۹ (۱۱) ماجاء فی البول قائما
- ۲۰ (۱۲) ماجاء فی السواک
- ۲۱ (۱۳) ماجاء فی النداء للصلوة
- ۲۲ (۱۴) ماجاء فی ام القرآن
- ۲۳ (۱۵) القراءة خلف الامام فیما لا یجهر فیہ بالقراءة

- (۱۶) ترك القراءة خلف الامام فيما جهر به ۲۴
- (۱۷) ماجاء فى التامين خلف الامام ۲۵
- (۱۸) التشهد فى الصلوة ۲۶
- (۱۹) النظر فى الصلوة إلى ما يشغلك عنها ۲۷
- (۲۰) ماجاء فى الانصات يوم الجمعة والامام يخطب ۲۸
- (۲۱) ماجاء فيمن ادرك ركعة يوم الجمعة ۲۹
- (۲۲) ماجاء فى الساعة التى فى يوم الجمعة ۳۰
- (۲۳) القراءة فى صلوة الجمعة والاحتبأ ومن تركها من غير عذر ۳۱
- (۲۴) الترغيب فى الصلوة فى رمضان ۳۲
- (۲۵) ماجاء فى صلوة الليل ۳۳
- (۲۶) ماجاء فى ركعتى الفجر ۳۴
- ان سارے ابواب میں الگ الگ اہم مباحث ہیں جن پر ضرورت کے مطابق کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف چوں کہ حنفی مسلک ہیں اس لیے وہ مباحث جو خصوصیت کے ساتھ اختلافی شمار ہوتے ہیں ان پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور مذہب حنفی کی تائید میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

دوسری جلد میں جن ابواب پر گفتگو کی گئی ہے ان میں سے کچھ اس طرح ہیں:

- (۱) فضل الجماعة على الفرد ۳۵
- (۲) العمل فى صلوة الجماعة ۳۶
- (۳) الصلوة الوسطى ۳۷
- (۴) الرخصة فى الثوب الواحد ۳۸
- (۵) الجمع بين الصلوتين فى الحضر والسفر ۳۹

- (۶) قصر الصلوة فی السفر ۴۰
- (۷) صلوة الضحیٰ ۴۱
- (۸) صلوة الواحد خلف الصف ۴۲
- (۹) القنوت فی الصبح ۴۳
- (۱۰) ماجاء فی الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۴
- (۱۱) العمل فی جامع الصلوة ۴۵
- (۱۲) جامع الصلوة ۴۶
- (۱۳) العمل فی غسل العیدین والنداء فیہا ۴۷
- (۱۴) صلوة الخوف ۴۸
- (۱۵) العمل فی الکسوف ۴۹
- (۱۶) العمل فی صلوة الاستسقاء ۵۰
- (۱۷) ماجاء فی المسجد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱
- (۱۸) الامر بالوضوء لمن مس القرآن ۵۲
- (۱۹) ماجاء فی سجود القرآن وحکم السجود ۵۳
- (۲۰) ماجاء فی ذکر اللہ تعالیٰ ۵۴
- (۲۱) النهی عن الصلوة بعد العصر ۵۵
- (۲۲) کتاب الجنائز ۵۶

ان سارے ابواب ومضامین کے تحت مختلف مسائل زیر بحث آئے ہیں اور ان سب پر ثانی و کافی گفتگو کی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ بات زیادہ تفصیلی نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے تمام گوشوں کو محیط ہو۔

تیسری جلد کا آغاز کتاب الصوم سے ہوتا ہے اس جلد میں کتاب الصوم کے علاوہ کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج بھی شامل ہے۔ یہ تمام کتب مختلف ابواب پر مشتمل ہیں۔ جن میں کچھ ابواب اس طرح ہیں:

- ٥٤ (١) ماجاء فى روية الهلال للصيام والفطر
- ٥٨ (٢) من اجمع الصيام قبل الفجر
- ٥٩ (٣) كفارة من افطر فى رمضان
- ٦٠ (٤) صيام اليوم الذى بشك فيه
- ٦١ (٥) ماجاء فى ليلة القدر
- ٦٢ (٦) الاعتكاف وحكمه
- ٦٣ (٧) ما لا يجوز الاعتكاف الا به
- ٦٣ (٨) قضاء الاعتكاف
- ٦٥ (٩) النكاح فى الاعتكاف
- ٦٦ (١٠) ماتجب فيه الزكوة
- ٦٤ (١١) باب الزكاة فى العين من الذهب والورق
- ٦٨ (١٢) ماجاء فى صدقة البقر
- ٦٩ (١٣) صدقة الخلطاء
- ٤٠ (١٤) النهى عن التضيق على الناس فى الصدقة
- ٤١ (١٥) زكوة الحبوب والزيتون
- ٤٢ (١٦) جزية اهل الكتاب والمجوس
- ٤٣ (١٧) من تجب عليه زكوة الفطر
- ٤٣ (١٨) ما ينهى عنه من لبس الثياب فى الاحرام
- ٤٥ (١٩) التلبية والعمل فى الالهلال
- ٤٦ (٢٠) جامع ماجاء فى العمرة
- ٤٤ (٢١) جامع الحج

ان سارے ابواب کے تحت مختلف انواع کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چوتھی جلد کا آغاز کتاب الجہاد سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب النذور والایمان، کتاب الزکاة، کتاب الصيد، کتاب العقیقة، کتاب الضحایا، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الرضاع، کتاب العتق والولاء، کتاب المکاتب اور کتاب المدبر بھی اس جلد میں شامل ہیں۔

ان تمام کتابوں کے تحت مختلف ابواب زیر بحث آئے ہیں اور ہر باب سے متعلق احادیث پر گفتگو کی گئی ہے۔ مختلف کتابوں میں جو مختلف اہم ابواب زیر بحث آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- (۱) الترغیب فی الجہاد ۷۸
- (۲) النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو ۷۹
- (۳) ماجاء فی الوفاء بالامان ۸۰
- (۴) جامع النفل فی الغزو ۸۱
- (۵) ما لایجب فیہ الخمس ۸۲
- (۶) ماجاء فی الغلول ۸۳
- (۷) الشهداء فی سبیل اللہ ۸۴
- (۸) ماجاء فی الخیل والمسابقة بینہما ۸۵
- (۹) ماجاء فی من نذر مشیا إلی بیت اللہ ۸۶
- (۱۰) ما لایجوز من النذور فی معصیة اللہ ۸۷
- (۱۱) ما لایجب الکفارة من الایمان ۸۸
- (۱۲) العمل کفارة الایمان ۸۹
- (۱۳) التسمیة علی الذبیحة والصيد ۹۰
- (۱۴) ماجاء فی صید المعلمات ۹۱

- ۹۲ (۱۵) ماجاء فى صيد البحر
- ۹۳ (۱۶) ماجاء فى من يضطر إلى الميتة
- ۹۴ (۱۷) العمل فى العقیقة
- ۹۵ (۱۸) ماينهى عنه فى الضحايا
- ۹۶ (۱۹) ماجاء فى الخطبة وحكمها
- ۹۷ (۲۰) نکاح المحلل وما أشبهه
- ۹۸ (۲۱) ماجاء فى اللعان
- ۹۹ (۲۲) جامع ماجاء فى الرضاة
- ۱۰۰ (۲۳) الشرط فى العتق
- ۱۰۱ (۲۴) القضاء فى المكاتب والمكاتب
- ۱۰۲ (۲۵) القضاء فى ولد المدبرة

یہ چار اہم ابواب جن کو منتخب کر کے ذکر کیا گیا ہے اور ان تمام ابواب کے تحت مختلف فروعی مسائل، فقہی مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ ان سب پر اختصار و جامعیت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے اور تمام مباحث کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پانچویں جلد کی شروعات کتاب البیوع سے ہوتی ہے۔ اس میں کتاب المساقاة، کتاب کراء الارض، کتاب الشفعة، کتاب الاقضية، کتاب الفرائض اور کتاب العقول کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان تمام ابواب کے تحت بہت سارے ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ابواب مذکورہ احادیث پر گفتگو کی گئی ہے جو ابواب اس جلد میں قائم کیے گئے ہیں ان میں سے کچھ اہم نیچے ذکر کیے جاتے ہیں۔

- ۱۰۳ (۱) ماجاء فى بيع العرجان
- ۱۰۴ (۲) العہدة فى الرقيق
- ۱۰۵ (۳) ماجاء فى المزبنة والمحاولة



- (۴) ماجاء فى الصرف ۱۰۶
- (۵) جامع بيع الطعام ۱۰۷
- (۶) بيع المراجعة ۱۰۸
- (۷) مايجوز من القراض ۱۰۹
- (۸) جامع ماجاء القراض ۱۱۰
- (۹) الشرط فى الرقيق فى المساقاة ۱۱۱
- (۱۰) مايقع فيه الشفعة ۱۱۲
- (۱۱) الترغيب فى القضاء بالحق ۱۱۳
- (۱۲) الشهادات ۱۱۴
- (۱۳) القضاء فى الدعوى ۱۱۵
- (۱۴) القضاء فى جامع الرهون ۱۱۶
- (۱۵) ميراث الصلب ۱۱۷
- (۱۶) ميراث الجد ۱۱۸
- (۱۷) العمل فى الدية ۱۱۹
- (۱۸) عقل الجراح فى الخطاء ۱۲۰
- (۱۹) عقل الاصابع ۱۲۱
- (۲۰) جراح اليهودى والمجوسى ۱۲۲

ان مختلف ابواب کے تحت مختلف جزئی مسائل زیر بحث آئے ہیں اور بہت سارے جزئیات بیان کیے گئے ہیں۔ مختلف علمی نکات بیان ہوئے ہیں، حاصل یہ کہ موضوعات و مضامین کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے اور شاندار مباحث پیش کیے گئے ہیں۔

چھٹی اور آخری جلد کا آغاز کتاب الحدود سے ہوتا ہے اور انتہا کتاب الجامع پر ہوتی ہے۔ جس میں

مختلف انواع کے ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ان دونوں کتابوں کے بیچ میں کتاب السرقة اور کتاب الاشرية ہے۔

ان تمام کتابوں کے تحت مختلف ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ اور تمام ابواب کی متعلقہ احادیث ذکر کی گئی ہیں شارح نے ان تمام احادیث پر بقدر ضرورت ایجاز و اختصار اور کہیں شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی ہے اور مسائل کو واضح کیا ہے۔

جو ابواب اس جلد میں مختلف کتب کے تحت قائم کیے گئے ہیں ان میں سے بعض نیچے درج کیے جاتے ہیں:

- |     |                                      |
|-----|--------------------------------------|
| ۱۲۳ | (۱) ماجاء فی الرجم                   |
| ۱۲۴ | (۲) ماجاء فیمن اعترف علی نفسه بالزنا |
| ۱۲۵ | (۳) جامع ماجاء فی الزنا              |
| ۱۲۶ | (۴) ماجاء فی المغتصبة                |
| ۱۲۷ | (۵) مالا حدّ فیہ                     |
| ۱۲۸ | (۶) ما یجب فیہ القطع                 |
| ۱۲۹ | (۷) ماجاء فی قطع الآبق السارق        |
| ۱۳۰ | (۸) جامع القطع                       |
| ۱۳۱ | (۹) مالا قطع فیہ                     |
| ۱۳۲ | (۱۰) ماجاء فی حد الخمر               |
| ۱۳۳ | (۱۱) ماجاء فی تحریم الخمر            |
| ۱۳۴ | (۱۲) باب الدعاء للمدينة واهلها       |
| ۱۳۵ | (۱۳) باب ماجاء فی تحریم المدينة      |
| ۱۳۶ | (۱۴) جامع ماجاء فی أمر المدينة       |

- (۱۵) ماجاء فی حسن الخلق ۱۳۷
- (۱۶) ماجاء فی الغضب ۱۳۸
- (۱۷) ماجاء فی لبس الخز ۱۳۹
- (۱۸) صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۰
- (۱۹) جامع ماجاء فی الطعام والشراب ۱۴۱
- (۲۰) ماجاء فی اجر المریض ۱۴۲
- (۲۱) ماجاء فی المشرق ۱۴۳
- (۲۲) ماجاء فی التقی ۱۴۴
- (۲۳) الترغیب فی الصدقة ۱۴۵
- (۲۴) ماجاء فی التعفف عن المسئلة ۱۴۶
- (۲۵) ماجاء فی طلب العلم ۱۴۷
- (۲۶) ماجاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۸

ان مختلف ابواب کے تحت مختلف مسائل زیر بحث آئے ہیں اور اسلاف و اکابر کے اقوال کی روشنی میں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس جلد میں سب سے لمبی بحث کتاب الجامع کی ہے جس میں مختلف ابواب کی بحثیں آئی ہیں اور متنوع ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ اس سے متعلق احادیث واردہ پر گفتگو کی گئی ہے اور نوع بشری کی ہدایت کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔

اوجز المسالک کے بعض مباحث:

کتب احادیث کی تقریباً تمام کتابوں میں لیلة التعریس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور اس حدیث پاک سے بڑے اہم مسائل علما نے مستنبط فرمائے ہیں لیکن علمائے کرام کے مابین یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ لیلة التعریس کا واقعہ متعدد بار رونما ہوا یا یہ ایک ہی واقعہ ہے روایتیں اس سلسلے میں مختلف ہیں جن سے پتا بظاہر یہی چلتا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہے اس مسئلے پر النوم عن الصلوة کے باب میں گفتگو

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اختلف مشائخ الحديث في أن قصة التعريس وقعت للنبي صلى الله عليه وسلم مرة او تعددت لما اختلف الروايات فيها جدا، ففي رواية حين قفل من خيبر كما تقدم، اخرجہ مسلم وابوداؤد وابن ماجه ايضا، وفي الصحيحين وابى داؤد عن عمران وابى قتادة كنا في سفر بالابهام وكذا ابى داؤد عن عمر بن امية ايضا، وفي مسلم وابى داؤد عن ابن مسعود اقبل النبي صلى الله عليه وسلم من الحديبية ليلا، ويأتى من مرسل زيد بن اسلم بطريق مكة، ولعبدالرزاق من مرسل عطاء والبيهقى عن عقبة بن عامر، والطبرانى عن ابن عمر وكان بطريق تبوك، ولابى داؤد عن ابى قتادة فى حبش الامراء، فحاول ابن عبدالبر الجمع بين الروايات بان زمان خيبر قريب من زمان الحديبية وطريق مكة يصدق عليها ايضا، قال الحافظ ولا يخفى تكلفه، وقال الاصيلى ايضا لم يقع الا مرة واحدة، ورجح النووى والقاضى عياض تعدد القصة لكثرة اختلاف الاحاديث فيها. وقال السيوطى لا يجمع الا بتعدد القصة واليه مال اكثر المحدثين وقال ابوبكر بن العربى ثلث مرات احداها رواية ابى قتادة لم يحضرها ابوبكر وعمر والثانية حديث عمران حضراهاو والثالث حضرها ابوبكر وبلال قاله العيني واليه مال الزرقانى- ۱۳۹

مصنف کی اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ لیلة التعریس کے سلسلے میں متعدد روایات ہیں اور ان روایات پر پھر انھوں نے گفتگو کی ہے کہ وہ کون کون سے طریق سے مروی ہے۔ نیز اس سے بات جو کھل کر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک روایت حدیبیہ سے لوٹتے وقت کی ہے دوسری روایت میں ابہام کے ساتھ ہے۔ تیسری روایت کے مطابق یہ واقعہ مکہ کے راستے میں رونما ہوا۔ چوتھی روایت کے مطابق تبوک کے راستے میں ہوا۔ ان مختلف روایات کی بنا پر لیلة التعریس کے سلسلے میں تین اقوال سامنے آئے:

(۱) ایک بار یہ واقعہ رونما ہوا اور اس کا قول ابن عبدالبر علامہ اصیلی اور دوسرے علما نے کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے مختلف روایات کی یہ تاویل کی ہے یہ ساری روایتیں ایک ہی واقعہ کا مختلف ڈھنگ سے بیان ہے کیوں کہ خیبر کی مسافت حدیبیہ سے قریب ہے اور طریق مکہ بھی اس پر صادق آتا ہے۔ جن لوگوں نے اس واقعہ کے متعدد ہونے کا قول کیا ہے اس میں امام نووی، قاضی عیاض اور امام سیوطی شامل ہیں اکثر محدثین کا بھی اس جانب میلان ہے، البتہ ابوبکر بن العربی کا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ دو بار نہیں تین بار رونما ہوا۔

پہلی بار اس وقت جس کو ابوقنادہ نے روایت کیا ہے اور اس میں حضرات شیخین نہیں تھے۔ دوسری بار اس وقت جس کو عمران نے روایت کیا ہے اور اس میں حضرات شیخین موجود تھے۔ تیسری بار اس وقت جس میں صرف حضرت ابوبکر اور بلال موجود تھے۔ علامہ عینی کا بھی قول یہی ہے اور علامہ زرقانی کا بھی اس طرف میلان ہے۔ اس بحث میں مصنف نے اہم اختلافی مسئلے پر گفتگو کو نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ سمیٹ دیا ہے اور موضوع کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈال دی ہے اور کوئی تشنگی باقی نہیں رکھی ہے۔

اذان صرف نماز کے لیے مشروع ہے یا اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی اذان دی جاسکتی ہے۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے علماء محدثین نے اس پر گفتگو کی ہے اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے ماجاء فی النداء للصلوة کے باب میں لکھتے ہیں:

واستنبط بالحديث (بالحديث المذكور فيه شرط الشيطان للنداء للصلوة) (ب) بعض السلف الاذان في غير وقت الصلوة لدفع اثرات الشياطين والجنات ، وفي مسلم من رواية سهيل بن ابي صالح قال ارسلني ابي الى بنى حارثة ومعى غلام لنا أو صاحب لنا۔ فناداه منا ومن حائط باسمه فاشرف الذي معى على الحائط فلم ير شيئاً فذكرت ذلك لابي فقال لو شعرت انك تلقى هذا لم ارسلك ولكن اذا سمعت صوتاً فناد بالصلوة فاني سمعت ابا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال ان الشيطان اذا نودي بالصلوة ولّى وله

حصاص۔ قال ابن عبدالبر قال مالك: استعمل زيد بن اسلم على معدن بنى سليم لا يزال يصاب فيه الناس من الجن فلما وليهم شكوا ذلك إليه فأمرهم بالاذان وان يرفعوا اصواتهم به ففعلوا فارتفع ذلك عنهم فهم عليه حتى اليوم، قال مالك اعجبني ذلك من زيد، و ذكرت الغيلان عند عمر بن الخطاب فقال ان شيئاً من الخلق لا يستطيع ان يتحول فى غير خلقه ولكن للجن سحرة كما للانس سحرة فاذا خشيتم شيئاً من ذلك فاذنوا بالصلوة ، وفى السعاية ان الاذان شرع فى الاصل للصلوة كما يعلم من احاديث بدئه ثم تجاوزت مشروعيتها إلى مواضع شتى لمناسبات۔ ۱۵۰

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ نماز کے علاوہ شیاطین و جنات کے اثرات دفع کرنے کے لیے بھی اذان دی جاسکتی ہے اور پھر شارح نے اس کے ثبوت میں روایتیں بھی ذکر کی ہیں اور پھر سعایہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے اذان ابتدا میں صرف نماز کے لیے مشروع ہوئی تھی لیکن بعد میں اس کی مشروعیت تجاوز کر کے مختلف جگہوں کے لیے ہو گئی اور اب مختلف مواقع پر اذان دی جاسکتی ہے۔ ان میں سے بعض دوسری جگہوں کو آگے شارح نے بھی ذکر کیا ہے لیکن ہم نے اس نمونے میں اس کو شامل نہیں کیا ہے۔

صلوة النبى صلى الله عليه وسلم فى الوتر کے باب میں محدثین نے عموماً اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ میری دونوں آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا یہ حدیث موطا مالک میں بھی مذکورہ باب میں وارد ہے۔ اس حدیث کا مفہوم کیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کیا فرماتے ہیں اس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الباجى يعنى انه لا ينام عن مراعاة الوقت وهذا مما خص به النبى صلى الله عليه وسلم من امر النبوة والعصمة ولذلك كان صلى الله عليه وسلم لا يحتاج إلى الوضوء من النوم۔

قال ابن العربى فيه بيان لخروجه صلى الله عليه وسلم عن جملة الآدميين

فی ان نومه ویقظته سواء فی حفظ حاله وصیانة عبادته وذلك لان النوم آفة یسلطها الله علی العبد یخلع فیهما السلطنة التی للنفس علی البدن فیستریح من خدمتها فی اغراضها ویقطع تلك العلاقة التی بینها فیبقى البدن مستریحا فاخبر صلی الله علیه وسلم ان النوم انما یحل عینه لقلبه فان احواله محفوظة عنده خصیصة خص بها انتهى. قلت المشهور ان هذا الحدیث معارض لقصة الوادی لیلۃ التعریس واجیب عن التعارض باجوبة منها ما قاله النووی ان طلوع الفجر والشمس متعلق بالعین لا بالقلب وقیل انه كان فی وقت ینام قلبه وفی وقت لا ینام فصادف الوادی نومه، وقیل ان القلب یسهو یقظة لمصلحة التشریع فنوما اولی، وقیل غیر ذلك، وایاما كان لو حمل الحدیث علی خوف الفوت یمکن فیہ حجة علی وجوب الوتر فانه لا یخاف الا علی الواجب قاله القاری لكن الراجع عند مشائخی ان الحدیث من ابواب نواقض الوضوء فعائشة رضی الله عنها لماعهدت من الاول نقض الوضوء بالنوم وراه صلی الله علیه وسلم یوتر بعد النوم من غیر ان یجدد وضوءا سألت عن ذلك فاجابه صلی الله علیه وسلم بعلۃ عدم النقص وفی خصائصة صلی الله علیه وسلم عدم نقص وضوئه بالنوم. اهـ

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے یہ امتیازات میں سے ہے کہ آپ کا سونا اور آپ کی بیداری دونوں برابر ہے۔ جس طرح بیداری کی حالت میں آپ سے کسی نامناسب کام کا ظہور نہیں ہوتا اسی طرح سونے کی حالت میں بھی آپ ان چیزوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس بنا پر سو کر اٹھنے کے بعد آپ کے لیے وضو کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کیوں کہ نیند ایک آفت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مسلط کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اعضاء اپنی خدمات انجام نہیں دے پاتے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سونے کی حالت میں بھی آگاہ اور خبردار رہتے ہیں اور جہاں تک لیلۃ التعریس کی روایات کا تعلق ہے تو اس کا علمائے مختلف جواب دیا ہے اسی میں ایک جواب یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں بھی آپ کے

دل سے تشریحی مقاصد کے پیش نظر سہو کا ظہور کرایا جاتا ہے تو نیند کی حالت میں تشریحی مقاصد کے تحت تو اس کا ظہور بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ اور تشریحی مقاصد کے تحت ہونے والے سہو ہمارے حق میں سہو ہیں لیکن وہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اولیٰ کے درجے میں ہیں۔

شارح نے اس بحث میں بھی مختلف علما کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نیند نہ ٹوٹنے کا قول کیا ہے اور اسے آپ کے اختصاصات میں شمار کیا ہے اور اسی کو اپنے مشائخ کے مرجحات میں شمار کیا ہے۔

ایسا شخص جس کے ماں باپ کا پتا نہ ہو ولد الزنا ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں اس سلسلے میں علما کے یہاں بحثیں ہیں اور مختلف اقوال ہیں، اس بحث سے متعلق باتیں موطا مالک میں العمل فی الصلوٰۃ الجماعۃ کے باب میں آئی ہیں۔ چنانچہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الباجی اختلف الناس فی ولد الزانی هل یكون اماما راتبا فذهب مالک انه یکره ذلك فان أم جازت صلوٰۃ من ائتم به وهو قول الليث والشافعی وقال عیسی بن دینار لا تکره امامة ولد الزانی اذا کان فی نفسه اهلا لذلك وبه قال الاوزاعی والنووی ومحمد بن الحکم وقال العینی : وامامة ولد الزنا جائزة عند الجمهور ، واجاز النخعی امامته والشعبی وعطاء والحسن وقالت عائشة رضی الله عنها لیست علیه من وزر ابویه شیئ والیه ذهب الثوری والاوزاعی واحمد واسحاق ومحمد بن الحکم، وکرهها عمر بن عبدالعزیز ومجاهد ومالک اذا کان راتبا ، وقال الشافعی اکره ان انصب من لا یعرف ابوه اماما ، وقال ابن حزم الاعمی الخصى والعبد وولد الزنا واضدادهم والقرشی سواء لا تفاضل بینهم الا بالقراءة وقال الحنفیة تکره امامة العبد ولد الزنا لانه یُستخف به فان تقدما جازت الصلوٰۃ۔ قال الشعرانی ومن ذلك قول الائمة الثلاثة بکراهة امامة من لا یعرف ابوه مع قول احمد بعدم الکراهة ثم اختلف القائلون بکراهة امامته فی علة الکراهة قال



الزرقانی وعلته عند مالک انه يصير معرضاً للكلام الناس فيأثمون بسببه وقيل لانه ليس له غالباً من يفقهه في الدين فيغلب عليه الجهل..... وبسط شيخنا الدهلوی فی حجة الله البالغة الكلام على حكم الجماعة وجعل مدارج الامامة مداراً لاسباب الترغيب في الاقتداء به واتباعه وداعياً الى التفافس فيه فتدرك الفضائل بالمنافسة وحاصل ما قال الشعرانی فی وجه الكراهة ان الامام وصلة بيننا وبين الله سبحانه وتقدس وولد الزنا لا ينبغي ان يكون واسطة بيننا وبين خطاب الله تعالى بالقراءة والدعاء لكونه تولد من معصية وسبب المقت، قال تعالى في الزنا: انه كان فاحشة ومقتاً وساء سبيلاً قال ووجه قول احمد عدم ورود النهي في ذلك وكذا حكى الزرقانی عن غيره فقال ليس في شيء من الآثار ما يدل على مراعاة نسب في الامامة وانما فيه الدلالة على الفقه والقراءة والصلاح في الدين.

قلت لكنه يستأنس من روايات كثيرة شهيرة منها روايات تقديم الافضل فالافضل باعتبار القراءة والعلم والورع ومنها حديث ابى امامة ثلاثة لا تجاوز صلواتهم آذانهم منهم امام قوم وهم له كارهون - ۱۵۲

اس پوری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ولد الزنا کے پیچھے نماز جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے وہ بھی خاص طور سے جب وہ مقرر کردہ امام ہو اور جہاں تک علت کراہت کی بات ہے تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اس لیے مکروہ ہے کہ وہ امامت کرے گا تو لوگوں کی گفتگو کا مرکز بنے گا اور پھر غیبت کی وجہ سے لوگ گنہگار ہوں گے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امامت کے مدارج اقتداء، پیروی اور مقابلہ آرائی کے اسباب پر رکھے گئے ہیں اور اس کی ولد الزنا میں کمی ہوتی ہے۔ امام شعرانی کی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ وہ لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے مابین واسطہ ہے اور وہ چون کہ سبب معصیت سے پیدا ہوا ہے اس لیے اس کا امام بننا بہتر نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ امام احمد فرماتے ہیں کہ امامت مکروہ نہیں ہے کیوں کہ اسی سلسلے میں کوئی صریح حکم وارد نہیں ہے۔

اس نمونے میں بھی مصنف نے بحث کو بہت خوبصورتی کے ساتھ سمیٹتے ہوئے بحث کے مختلف گوشوں پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ اختصار کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کرتے گئے ہیں اور اصل مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا نماز میں شامل ہے لیکن نماز کے علاوہ درود شریف کا کیا حکم ہے کب اور کس قدر پڑھا جانا چاہیے اس سلسلے میں علماء و مشائخ سے تفصیلات منقول ہیں چنانچہ ماجاء فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں مختلف مباحث کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد درود شریف کی مشروعیت اور اس کی کیفیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفقه الاحادیث المتقدمة الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن عبد البر فی الاستذکار: واجمع العلماء علی ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض علی کل مؤمن لقوله عز وجل: یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً، ثم اختلفوا فی کیفیۃ ذلك وموضعه فذهب مالک وابو حنیفہ واصحابہا الی ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض فی الجملة لعقد الإیمان ولا یتعین فی الصلوٰۃ ولا فی وقت من الاوقات، ومن قول بعضهم ان من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرة واحدة فی عمره سقط فرض ذلك عنه وبقی مندوباً الیہ فی سائر عمره، مقدار ما یمکنہ وقال الحافظ فی الفتح: اما حکمها فحاصل ما وقفت علیہ من کلام العلماء فیہ عشرة مذاهب اولها قول ابن جریر الطبری انها من المستجبات وادعی الاجماع علی ذلك، ثانیها: مقابله ونقل ابن القصار وغیرہ الاجماع علی انها تجب فی الجملة بغیر حصر لکن اقل ما یحصل بہ الاجزاء مرة، ثالثها: تجب فی العمر فی صلوٰۃ او فی غیرها وهی مثل کلمة التوحید قالہ ابو بکر الرازی من الحنفیۃ وابن حزم وغیرهما وقال القرطبی المفسر لا خلاف فی وجوبها فی العمر مرة وانها واجبة فی کل حین وجوب السنن المؤکدة وسقہ ابن عطیة،

ورابعها: تجب فى العقود فى آخر الصلوة بين التشهد وسلام التحلل قاله الشافعى ومن تبعه. خامسها تجب فى التشهد وهو قول الشعبى واسحق بن راهويه. سادسها تجب فى الصلوة من غير تعيين المحل نقل ذلك عن ابى جعفر الباقر. سابعها يجب الاكثار منها من غير تقييد بعده، قاله ابوبكر بن بكير عن المالكية. ثامنھا كلما ذكر، قاله الطحاوى وجماعة من الحنفية والحليمى وجماعة من الشافعية وقال ابوبكر ابن العربى من المالكية انه الاحوط وكذا قال الزمخشري، تاسعها فى كل مجلس مرة ولو تكرر ذكره مرارا حكاه الزمخشري، عاشرها فى كل دعاء حكاه ايضا الزمخشري- ۱۵۳

مذکورہ بالا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ بنی پاک ﷺ پر درود پڑھنے کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر کے مطابق اس سلسلے میں علما کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد دس مذاہب نکل کر آتے ہیں، جس میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً مستحب ہے اور آخری قول جسے زمخشری نے نقل کیا ہے اور یہ ہے کہ ہر دعا میں درود پڑھنا واجب ہے۔

اس مسئلے پر بڑی طویل تحریر شارح نے لکھی ہے لیکن ان سب کا ما حاصل ان دس مذاہب میں سمٹ جاتا ہے۔ درود شریف کے موضوع پر شارح کی یہ وقیع گفتگو ہے جس کو انھوں نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

لیلة القدر بڑی برکت والی رات ہے اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے لیکن اس کی فضیلت و برکت کو مخفی کیوں رکھا گیا اس کو متعین کیوں نہیں کر دیا گیا اس کی حکمت کے سلسلے میں علما کے مابین اختلاف ہے اور لیلة القدر کے سلسلے میں محدثین کے یہاں یہ ایک اہم بحث شمار کی جاتی ہے۔

ما جاء فى ليلة القدر کے باب میں اس سے متعلق احادیث وارد ہوئی گوشہ ان احادیث پر گفتگو مختلف گوشوں سے کی گئی ہے اس میں ایک گوشہ بھی ہے کہ آخر کیوں اس رات کو مخفی رکھا گیا ہے اس میں رب تعالیٰ کی حکمت کیا ہے؟ چنانچہ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلفوا فى حكمة اخفائها قال الرازى انه تعالى اخفى هذه الليلة لوجوه:  
 احدها انه تعالى اخفاها كما اخفى سائر الاشياء فانه اخفى رضاه فى الطاعات حتى  
 يرغبوا فى الكل واخفى سخطه فى المعاصى ليتحرزوا عن الكل واخفى فيما بين  
 الناس حتى يعظموا الكل واخفى الاجابة فى الدعاء ليبالغوا فى كل الدعوات  
 واخفى الاسم الاعظم ليعظموا كل الاسماء واخفى الصلوة الوسطى ليحافظوا على  
 الكل واخفى قبول التوبة ليواظب المكلف على جميع اقسام التوبة واخفى وقت  
 الموت ليخاف المكلف فكذا اخفى هذه الليلة ليعظموا جميع ليالى رمضان وثانيها  
 كانه تعالى يقول لو عينت هذه الليلة وانا اعلم بتجاسركم على المعصية فربما  
 دعيت الشهوة فى تلك الليالى إلى المعصية فوقع فى الذنب فكانت معصيتك مع  
 علمك اشد من معصيتك لامع علمك، روى انه عليه السلام دخل المسجد فرأى نائماً  
 فقال نبه ليتوضأ فايظنه على ثم قال على يا رسول الله انك سباق الى الخيرات  
 فلم لم تنبهه فقال لان رده على كفر ورده عليك ليس بكفر ففعلت ذلك لتخف  
 جنايته لو ابى، فاذا كان هذه رحمة الرسول فقس رحمة الرب فكانه تعالى يقول اذا  
 علمت ليلة القدر فان اطعت فيها اكتسبت ثواب الف شهر وان عصيت فيها اكتسبت  
 عقاب الف شهر ورفع العقاب اولى من جلب الثواب، وثالثها اخفيت هذه الليلة  
 حتى يجتهد المكلف فى طلبها فيكتسب ثواب الاجتهاد ورابعها ان العبد اذا لم  
 يتيقن فانه يجتهد فى الطاعة فى جميع ليالى رمضان على رجاء انه ربما كانت هذه  
 الليلة هى ليلة القدر فيباهى الله تعالى بهم الملائكة ويقول كنتم تقولون فيهم  
 يفسدون ويسفكون فهذا جده واجتهاده فى الليلة المظنونة فكيف لو جعلتها  
 معلومة ١٥٢

اس بحث کا مخلص یہ ہے کہ رب تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے وہ جانتا ہے کہ میرے بندے میری

نافرمانی میں بڑے جری ہیں اگر میں اس رات کو متعین کر دوں گا تو جس طرح دوسرے بہت سے لوگ ثواب عظیم کے مستحق ہوں گے وہیں ایک بہت بڑی تعداد زبردست گناہ میں بھی گرفتار ہو سکتی ہے اس لیے تعین اٹھالی گئی کہ اگر کسی نے تلاش کر کے اس رات کو پایا تو بہت بہتر ورنہ وہ اس رات کی معصیت سے تو بچ ہی گیا۔

اس کے علاوہ اور دو جہیں مخفی رکھے جانے کی ذکر کی گئی ہیں۔ جن سے بندوں کے لیے رب تعالیٰ محبت و رحمت، شفقت و رافت اجاگر ہوتی ہے اور ہمیں عبادت پر مزید اکساتی ہیں۔ اس بحث کو بھی شارح نے جس طرح سمیٹ کر کیا ہے اس سے موضوع سے متعلق مباحث پر ان کے احاطے کا پتا چلتا ہے۔ اور ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

زکوٰۃ ایک اہم اسلامی فریضہ ہے اس کا منکر کا فرار نہ دینے والا گنہگار لیکن زکوٰۃ کے باب میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ یہ صرف امت پر فرض ہے یا انبیاء پر بھی فرض ہے۔ شارحین احادیث نے زکوٰۃ سے متعلق احادیث کے باب میں اور علما محدثین کے حوالے سے گفتگو کی ہے مصنف اوجز المسالک نے بھی اس بحث کو چھیڑا ہے اور اس پر فقہاء و محدثین کے حوالے سے روایتیں ذکر کی ہیں وہ اس بحث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الثالث مافی الدر المختار انها لاتجب علی الانبياء اجماعاً قال ابن عابدين لانها طهرة لمن عساه ان يتدنس والانبياء مبرؤن منه واما قوله تعالى: واوصاني بالصلوة والزكوة مادمت فالمراد بهازكوة النفس من الرذائل التي لايليق بمقامات الانبياء عليهم الصلاة والسلام او اوصاني بتبليغ الزكوة وليس المراد زكوة الفطر لان مقتضى جعل عدم الزكوة من خصوصياتهم أنه لا فرق بين زكوة المال والبدن وفي حاشية الدسوقي لا زكوة على الانبياء لانه لا ملك لهم مع الله وقريب منه في المعنى انهم لا يورثون ثم هو ذوق خاص بهم والا فكل احد لا ملك له مع الله كذا في ضوء الشموع .

وفى الانوار الساطعة من حاشية الصاوى للمالكية لازكوة على الانبياء عليهم الصلاة والسلام لان مابأبديهم ودائع الله تعالى وهذا على مذهبنا وهو خلاف مذهب الشافعى .

زاد الدسوقي: كما قال بعضهم من انهم لا يملكون وهو خلاف مذهب الشافعى كما قاله بعض شراح الرسالة. وفى تفسير روح المعانى: قوله تعالى واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حيا. الظاهر المراد بهما ماشرع فى البدن والمال على وجه مخصوص وقيل المراد بالصلوة الدعاء وبالكوة تطهير النفس عن الرذائل ويتعين هذا فى الزكوة على ما نقل عن ابن عطاء الله وان كان منظورا فيه عن انه لا زكوة على الانبياء لان الله تعالى نزههم من الدنيا فما فى ايديهم لله تعالى ولذا لا يورثون أو لان الزكوة تطهير وكسبهم طاهر، وقيل لا يتعين لان ذلك امر له بايجاب الزكوة على امته وهو خلاف الظاهر واذاقيل بحمل الزكوة على الظاهر، فالظاهر ان المراد اوصانى باداء زكوة المال ان ملكته وفى روح البيان الظاهر ان ايصاءه بهما لا يستلزم غناه بل هى بالنسبة الى اغنياء امته و عموم الخطابات الالهية منسوب الى الانبياء تهيجا للامة على الأتمار ۱۵۵

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ انبیا کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں تھی، بلکہ ان کی امتوں پر واجب تھی کیوں کہ انبیائے کرام دنیا کی گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم انھیں گندگیوں سے پاک کرنے کے لیے ہے، اور جہاں تک ان آیات قرآنی کا تعلق ہے جس میں آپ کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے تو حکم وہاں بھی امت سے متعلق ہے البتہ خطاب آپ سے ہے اور ایسا عام طور پر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے واسطے سے مومنین کو خطاب کیا جاتا ہے۔

اس بحث میں مصنف نے مختلف کتابوں کے حوالے سے اقوال تو جمع کر دیئے ہیں لیکن اس سلسلے میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے اور نہ احادیث سے استدلال کیا ہے اس لیے بات بہت واضح ہو کر

سامنے نہیں آتی ہے۔ اور بات ظاہری نصوص کو دیکھتے ہوئے کمزور لگتی ہے کیوں کہ اس طرح انبیاء کرام سے تمام احکام شرعیہ کی تکلیف ساقط ہو جائے گی اور ہر جگہ یہ تاویل کر دی جائے گی کہ خطاب انبیاء کے واسطے سے امت کو ہے۔ اس لیے یہ بحث اپنے اندر تشنگی لیے ہوئے ہیں۔

جہاد بھی اہم فرائض اسلام میں سے ایک ہے لیکن جہاد کے وجوب کی کچھ شرطیں ہیں اور اسی لیے علمائے کرام نے اس کی فرضیت کی دو قسمیں کی ہیں۔ (۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ۔ جب جہاد فرض عین ہو تو ایسی صورت میں والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب جہاد فرض کفایہ ہو تب والدین کی اجازت ضروری ہے۔ اگر والدین اجازت دیں تو بہتر، ورنہ جہاد میں جان نادرست نہیں ہوگا اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن رشد: عامة العلماء متفقون على ان من شرط الفريضة اذن الابوين فيها الا ان تكون عليه فرض عین واختلفوا في اذن الابوين المشركين .

قال الخرقی اذا كان ابواه مسلمين لم يجاهد تطوعا الا باذنهما، قال الموفق روى نحو هذا عن عمرو و عثمان وبه قال مالك والاوزاعي والثوري والشافعي وسائر اهل العلم وقد روى عبدالله بن عمرو بن العاص قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجاهد قال: الك ابوان قال نعم قال: ففيهما فجاهد وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله رواه الترمذی وقال حسن صحيح وفي رواية قال جئت ابايعك على الهجرة وترك ابوى يبكيان، قال ارجع اليهما فاضحكهما كما ابكيتهما وعن ابي سعيد ان رجلا هاجر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل لك باليمن احد قال نعم ابواي قال اذنالك قال لا، قال فارجع فاستأذنهما فان اذنالك فجاهد والا فبرهما رواها ابوداؤد ولان بر الوالدين فرض معين والجهاد فرض كفاية وفرض العين يقدم فاما ان كان ابواه غير مسلمين فلا اذن

لہما وبذلك قال الشافعی وقال الثووی لا یغزو الا باذنہما لعموم الاخبار ولنا ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یجاہدون وفیہم من لہ ابوان کافران من غیر استئذانہما منہم ابوبکر الصدیق وابوحذیفہ بن ربیعۃ کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر وابوہ رئیس المشرکین یومئذ قتل ببدر، وابوعبیدۃ قتل اباہ فی الجہاد فانزل اللہ تعالیٰ: لاتجد قوما الآیۃ، وعموم الاخبار مخصص بمارویناہ ثم قال و اذا وجب علیہ الجہاد لم یعتبر اذن والدیہ لان صار فرض عین وترکہ معصیۃ ولا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ. ۱۵۶

درج بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر جہاد فرض کفایہ کی صورت میں ہو تو ایسی صورت میں والدین کی اجازت ضروری ہے یہی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کیوں کہ والدین کی اطاعت فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ اور فرض عین کا ترک گناہ و معصیت ہے البتہ اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو ایسی صورت میں اذن کی ضرورت نہیں کیوں کہ ایسی صورت میں اس کی فرضیت رب تعالیٰ کی جانب سے متعین ہوگی اور اگر والدین سے اجازت لی اور اس نے اجازت نہیں دی اور ان کی اطاعت کی تو گناہ گار ہوگا کیوں کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہوتی۔ یوں ہی اگر والدین مسلمان نہ ہوں تو بھی بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ان سے اجازت ضروری ہے کیوں کہ اس سلسلے میں وارد حکم عام ہے لہذا کافر والدین کا بھی شامل ہوگا۔ لیکن عام علماء کا قول یہ ہے کہ والدین اگر مسلمان نہ ہوں تو ایسی صورت میں ان سے اجازت ضروری نہیں کیوں کہ صحابہ کرام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کرتے تھے اور مقابلے میں ان کے والدین بھی ہوتے تھے وہ ان سے شرکت کی اجازت نہیں لیا کرتے تھے لہذا مشرک والدین کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

مصنف نے اس مسئلے کو درج بالا اقتباس میں بڑی اچھی طرح واضح کیا ہے اور فریقین کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور اس طرح مسئلے کے تمام پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے۔

قربانی شعار اسلام میں سے ہے، پوری دنیا میں قربانی کا اہتمام کیا جاتا ہے اس باب میں یہ



حدیث بھی وارد ہے کہ ایام نحر میں اللہ کے نزدیک خون بہانے سے بہتر کوئی عمل ابن آدم کا نہیں ہے لیکن اس بارے میں علما کے مابین مختلف اقوال ہیں کہ قربانی واجب یا مستحب ہے یا کچھ اور۔ کتاب الضحایا میں قربانی سے متعلق ہی احادیث ذکر کی گئی ہیں اور اس کی شرح میں اس ضمن میں بڑی اہم بحثیں ذکر کی گئی ہیں۔ انہی میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ قربانی کے سلسلے میں مختلف علما کے کیا اقوال ہیں۔ چنانچہ اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن رشد اختلف العلماء فيها هل هي واجبة ام سنة فذهب مالك و الشافعي الى انها من السنن المؤكدة و رخص مالك للحاج في تركها بمنى، ولم يفرق الشافعي في ذلك بين الحاج وغيره وقال ابو حنيفة الضحية واجبة على المقيمين الموسرين ولا تجب على المسافرين وخالفه صاحباه ابو يوسف ومحمد فقالا انها ليست بواجبة وروى عن مالك مثل قول ابي حنيفة وسبب اختلافهم شيئان: احدهما هل فعله صلى الله عليه وسلم في ذلك محمول على الوجوب أو على الندب وذلك انه لم يترك صلى الله عليه وسلم الضحية قط فيما روى عنه حتى في السفر على ما جاء في رواية ثوبان قال ذبح رسول الله صلى الله عليه وسلم اضحيته ثم قال اصالح لحم هذه الضحية فلم ازل اطعمه منها حتى قدم المدينة، والسبب الثاني اختلافهم في مفهوم الاحاديث الواردة في احكام الضحايا وذلك انه ثبت عنه صلى الله عليه وسلم من حديث ام سلمة انه قال اذا دخل العشر فاراد احدكم ان يضحي فلا يخذ من شعره شيئا ولا من اظفاره قالوا: فقله اذا اراد احدكم فيه دليل على انها ليست بواجبة ولما امر عليه السلام لابي بردة باعادة اضحيته اذ ذبح قبل الصلوة فهم قوم من ذلك الوجوب

وقال الحافظ قال ابن حزم لا يصح عن احد من الصحابة انها واجبة وصح انها غير واجبة عن الجمهور ولا خلاف في كونها عن شرائع الدين وهي عند

الشافعية سنة مؤكدة على الكفاية وفي وجه لهم من فروض الكفاية وعن ابى حنيفة تجب على المقيم الموسر وعن مالك مثله فى رواية لكن لم يقيد بالمقيم ونقل عن الاوزاعى وربيعه والليث مثله وقال احمد يكره تركها مع القدرة، وعنه واجبة واقرب ما يتمسك للوجوب حديث ابى هريرة رفعه: من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا، اخرجه ابن ماجة واحمد ورجاله ثقات لكن اختلف فى ووفعه رقفه والموقوف اشبه بالصواب ومع ذلك ليس صريحا فى الايجاب واستدل من قال بعدم الوجوب بحديث ابن عباس كتب على النحر ولم يكتب عليكم وهو حديث ضعيف اخرجه احمد و ابويعلى والطبرانى والدارقطنى وصححه الحاكم فذهل مختصرا. ۱۵۷

اس بحث کا ما حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی مقيم صاحب نصاب پر واجب ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک واجب نہیں ہے سنت مؤکدہ ہے۔ اس سلسلے میں سب کے اپنے اپنے دلائل دیئے ہیں ان کو اختصار کے ساتھ شارح نے مذکورہ بالا بحث میں سمیٹ دیا ہے اور دوسرے ائمہ کے بھی اقوال کو ذکر کر دیا ہے جس سے بحث واضح ہو کر سامنے آگئی ہے۔

زندیق جو اسلام ظاہر کرے کفر کو چھپائے یا مرتد جو اسلام سے پھر جائے اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا اس بارے میں مختلف احادیث مروی ہیں اور اسی بنا پر علما نے کتب احادیث میں اس کے لیے مستقل باب قائم کیا ہے اور پھر شارحین نے اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے اور اس سلسلے میں منقول علماء فقہاء کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔

موطامالک میں بھی القضاء فیمن ارتد عن الاسلام کے عنوان سے مستقل ایک باب ہے، اسی باب میں مرتدین سے متعلق امام مالک کی اپنی رائے بھی ذکر کی گئی ہے۔ اس کی شرح کرتے وقت بحث کے مختلف پہلوؤں کو سمیٹتے ہوئے شارح موطا صاحب اوجز المسالك لکھتے ہیں:

وقال النووى فى الزندىق خمسة اوجه لاصحابنا اصحها قبولها .

وقال الحافظ استدل به اى بعموم حديث الباب على قتل الزنديق من غير استتابة وتعقب بان فى بعض طرقه ان عليا استتابهم وقد نص الشافعى على القبول مطلقا وقال يستتاب الزنديق كما يستتاب المرتد، وعن احمد وابى حنيفة روايتان: احدهما لا يستتاب والاخرى ان تكرر منه لم تقبل توبته وهو قول الليث واسحاق والاول هو المشهور عند المالكية وحكى عن مالك ان جاء تائباً يقبل منه والا لا، وبه قال ابويوسف واختاره الاستاذان: ابواسحق الاسفرائينى وابومنصور البغدادى وعن بقية الشافعية اوجه كالمذاهب المذكورة وخامس يفصل بين الداعية فلا يقبل منه وتقبل توبة غير الداعية وافتى ابن الصلاح بان الزنديق اذا تاب تقبل توبته ويعزر فان عاد بادرناه بضرب عنقه ولم يمهل، ومن حجة من استتابهم قوله تعالى: اتخذوا ايمانهم جنة، فدل على ان اظهار الايمان يحصن من القتل وكلهم اجمعوا على ان احكام الدنيا على الظاهر والله يتولى السرائر وقد قال صلى الله عليه وسلم هلا شققت قلبه وقال للذى سارع فى قتل رجل اليس صلى قال نعم قال اولئك نهيت عن قتلهم وفى بعض طرق ابى سعيد ان خالد بن الوليد لما استاذن فى قتل الذى انكر القسمة وقال كم من مصل يقول بلسانه مالىس فى قلبه فقال صلى الله عليه وسلم انى لم اوامر ان انقب عن قلوب الناس اخرجهم مسلم .

وقال الموفق مفهوم كلام الخرقى انه اذا تاب قبلت توبته ولم يقتل اى كفر كان وسواء كان زنديقا يسر الكفر أو لم يكن ، وهذا مذهب الشافعى والغبرى ويروى ذلك عن على وابن مسعود وهو احدى الروايتين عن احمد واختيار الخلال وقال انه اولى على مذهب ابى عبد الله والرواية انه لا تقبل توبته وهو قول مالك والليث واسحق وعن ابى حنيفة روايتان كهاتين واختار ابوبكر انه لا تقبل توبته

لقوله تعالى: الا الذين تابوا واصلحوا وبنوا، والزنديق لا تظهر علامة تبين رجوعه وتوبته لانه كان مظهر الاسلام مسرا لفكر واذا وقف على ذلك فظهر التوبة لم يزد على ماكان منه قبلها وهو اظهار الاسلام. ۱۵۸

اس پوری طویل بحث کا حاصل یہ ہے کہ زندیق سے توبہ لی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی البتہ کچھ علما کا یہ کہنا ہے کہ توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا اس سلسلے میں دونوں فریق کے اپنے دلائل ہیں اور ان دلائل کی روشنی میں ان کے اقوال سمجھے جاتے ہیں، صاحب اوجز نے بھی اس بحث کو اختصار کے ساتھ سمیٹ کر ان کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے اور مسئلے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس مسئلے میں بھی مصنف نے اپنی کوئی رائے قائم نہیں کی ہے اور نہ ہی اپنے شیوخ سے کوئی قول نقل کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے کسی قول کی ترجیح کی ہے جس سے یہ واضح نہیں ہو پاتا کہ کون سا قول اقرب الصواب ہے۔

جادو کے سیکھنے کا تذکرہ قرآن کریم کی سورہ البقرہ میں آیا ہے لیکن جادو کا سیکھنا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ باب ماجاء فی الغيلة والسحر موطا مالک کا ایک مستقل باب ہے اور اس میں اسی سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور احادیث کی تقریباً تمام کتابوں کو اس قسم کے ابواب قائم کیے گئے ہیں اور اپنے مقام پر شارحین حدیث نے اس کے جواز و عدم جواز پر گفتگو کی ہے۔ صاحب اوجز المسالک نے بھی اس پر اکابر کے اقوال کی روشنی میں گفتگو کی ہے اور مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الموفق: ان تعلمه وتعليمه حرام لانعلم فيه خلافا بين اهل العلم وقال اصحابنا يكفر الساحر بتعلمه وفعله سواء اعتقد تحريمه أو اباحته وروى عن احمد ما يدل على انه لا يكفر قال اصحاب ابى حنيفة ان اعتقد ان الشياطين تفعل له ما يشاء كفرو وان اعتقد انه تخيل لم يكفر وقال الشافعي ان اعتقد ما يوجب الكفر مثل التقرب الى الكواكب السبعة وانه تفعل ما يلتمس او اعتقد حل السحر

كفر لان القرآن نطق بتحريمه وثبت بالنقل المتواتر والاجماع عليه والا فسق ولم يكفر لان عائشة مدبرة لها سحرتها بمحضر من الصحابة ولو كفرت لصارت مرتدة يجب قتلها ولم يجز استرقاقها ولنا قوله تعالى: واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا الى قوله: وما يعلمان من احد حتى يقولوا انما نحن فتنه فلا تكفر. اى تتعلمه فتكفر بذلك وقد روى هشام عن ابيه عن عائشة قصة طويلة لامرأة ذهبت الى هاروت وماروت لتعلم السحر فامرأها بالبول فى التنور ففعلت فرات كان فارسا خرج منها حتى طار الى السماء فقالا ذلك ايمانك فذكر القصة بطولها ثم قال وقال على ان الساحر كافر ويحتمل ان المدبرة ثابت فسقط عنها القتل والكفر ويحتمل انها سحرتها بمعنى انها ذهبت الى ساحر سحر لها وقال الدردير فى باب الردة هى كفر المسلم بصريح من القول او لفظ يقتضيه أو فعل يتضمنه كالقاء مصحف بقذر وسحر وعرفه ابن العربى بانه كلام يعظم به غير الله وينسب اليه المقادير والكائنات وعلى هذا فقول الامام ان تعلم السحر وتعليمه كفروا ان لم يعمل به ظاهر فى الغاية وفى الدرالمختار ان تعلم العلم يكون فرض عين وفرض كفاية ومندوبا وحراما وعدمه السحر قال ابن عابدين قال الشمنى: تعلمه وتعليمه حرام ومقتضى اطلاقه ولو تعلم لدفع الضرر عن المسلمين وفى ذخيرة الناظر تعلمه فرض لرد ساحر اهل الحرب وحرام ليفرق به بين المرأة وزوجها وجائز ليوفى بينهما وذكر فى تبیین المحارم عن الامام ابى منصور ان القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ- ويجب البحث عن حقيقته فان كان فى ذلك رد مالزم فى شرط الايمان فهو كفر والا فلا، ثم قال ابن عابدين بعد ذكر الانواع الثلاثة من السحر المذكورة فى البحث الاول فهذه انواع السحر الثلاثة قد تقع بما هو كفر من لفظ أو اعتقاد أو فعل وقد تقع بغيره كوضع الاحجار وللسحر

فصول كثيرة في كتبهم فليس مایسمی سحرا کفرا اذ ليس التکفیر به لما یترتب علیه من الضرر بل لما یقع به مما هو کفر کاعتقاد انفراد الکواکب بالربوبية أو اهانة قرآن أو کلام مکفر ونحو ذلك. ۱۵۹.

اس پوری بحث کا ملخص یہی ہے کہ جادو کے سلسلے میں بعض علما نے مطلقاً اس بات کا قول کیا ہے کہ اس کا سیکھنا کفر ہے لیکن بنظر غائر مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اس میں تفصیل ہونی چاہیے اگر سحر سیکھنے میں کوئی کفری کام کا ارتکاب یا کسی کفری قول کا تلفظ یا اعتقاد کرنا پڑے تو ظاہر ہے کفر ہوگا ورنہ نہیں یوں ہی مقاصد پر بھی نظر رکھنی ہوگی مقاصد اگر وہ نہ ہوں جو قرآن میں ذکر کیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ جائز ہوگا اور اگر مقاصد برے ہوں تو برے مقاصد کی درجہ بندی کے لحاظ سے حکم کی بھی درجہ بندی ہوگی۔

زانی اگر شادی شدہ ہو تو ایسی صورت میں اس کو رجم کیا جائے گا اس کے ثبوت میں وہ آیت پیش کی جاتی ہے جس کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے لیکن حکم اب بھی باقی ہے اس سلسلے میں سب سے اہم روایت جو منقول ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو لے کر مخالفین اسلام قرآن کریم پر بھی اعتراضات کرتے ہیں یہ روایت موطا مالک میں بھی ہے جو باب ماجاء فی الرجم کے تحت مندرج ہے اس حدیث کے ضمن میں صاحب اوجز المسالك لکھتے ہیں:

قال الرزقانی والذی یتظهر لیس مراداً عن هذا الظاهر وانما مراده المبالغة والحث علی العمل بالرجم لان المعنی ان الآیة باق وان نسخ لفظها اذ لا یسع مثل عمر مع مزید ففقه تجویز کتبها مع نسخ لفظها فلا اشکال .

وفی الکواکب الدری لیس المراد ان اکتبه حیث تکتب آیات الکتاب لانه حرام فکیف یکتفی بالکراهية وانما یعنی ان اکتبه فی حوامش المصاحف حتی ینظر الیه من یقرأ المصحف الا ان الامر بتجريد القرآن یمنعنی عن ذلك لئلا ینجر الامر بالآخرة الی ادخاله فیه

وقال الباجی یحتمل قوله ان یقول الناس الخ ان قوما خالفوه فی ان آیة

الرجم نزلت فیما نزل من القرآن ولا یصح اثبات قرآن الا باجماع وخبر متواتر  
فیقول من یخالفه انه زاد فی القرآن ماليس منه ومن یوافقه على انها نزلت فی  
القرآن یقول زاد فی القرآن مالا یجوز ان یتثبت فیہ لکونه مختلفا فی اثباته  
ویحتمل وجها آخر وهو ان یکون جمیع الناس وافقوه على انها نزلت فی القرآن  
ولکن نسخت تلاوتها وبقي حکمها فلا یجوز اثباتها فی المصحف لانه لا یتثبت فیہ  
الا ما ثبتت تلاوته دون ما نسخت تلاوته وان بقي حکمہ فیكون عمر انما توقف  
مخافة ان یقول الناس زاد عمر بان کتب فیہ مالا یکتب فیہ لانه قد نسخ اثباته فی  
المصحف کما نسخت تلاوته ثم ذکر الآیة التي اشار اليها ولم یخالفه احد فیما ذکر  
من احکام هذه القضية ویقتضى ذلك اهتبال الناس من عصره بأمر القرآن والمنع  
من ان یزاد فیہ مالم یتثبت فی المصحف او ینقص منه شیء لانه اذا منعت الزیادة  
فبان یمنع النقص اولى لان الزیادة انما تمنع لئلا یضاف الى القرآن ماليس منه  
ونقص بعض القرآن اطراحه اشد ولعل ما اضيف إلى وغیره من اثبات قنوت أو  
غیره فی المصحف انما کان فی اول زمن عمر ثم وقع الاجتماع بعد ذلك على المنع  
منه وقال النووی وهذا مما نسخ لفظه وبقي حکمہ وقد وقع نسخ حکم دون لفظ وقد  
وقع نسخهما جمیعا فما نسخ لفظه لیس حکم القرآن فی تحریمه على الجنب  
ونحو ذلك وفي ترك الصحابة كتابة هذه الآیة دلالة ظاهرة على ان المنسوخ  
لا یتكتب فی المصحف وفي اعلان عمر کون هذه الآیة من القرآن وسکوت الصحابة  
عليه دلیل على ان الآیة كانت من القرآن ثم نسخت - ۱۶۰ -

اس پوری بحث کا ما حاصل یہ ہے کہ الشیخ والشیخ والی آیت کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور حکم باقی  
ہے اور حضرت عمر کے فرمان کا مقصد صرف یہ ہے کہ آیت رجم کی تلاوت منسوخ ہونے کے باعث  
اور قرآن کریم میں اس کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس سے غفلت نہیں ہونی چاہیے اور اگر منسوخ

تلاوت آیت لکھا جانا ممنوع نہ ہوتا تو میں ضرور اسے قرآن کریم میں لکھ دیتا کہ لوگ اس آیت کے حکم سے غافل نہ ہو جائیں۔ اس پوری بحث سے بات واضح ہو جاتی ہے اور قرآن میں تغیر و تبدل کا شبہ پیدا کرنے والوں کی بات نہایت لچر معلوم ہوتی ہے۔

نشہ آور مشروب جتنے بھی ہیں سب تینوں ائمہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کچھ تفصیل ہے اسی پر بحث کرتے ہوئے کتاب الاشریہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان الاشربة المسكرة كلها حرام عند الائمة الثلاثة والامام محمد رضى الله عنهم اجمعين فانهم جعلوا كلها خمراً وحرموا كل انواعها بلا تفصيل و تفريق والحنيفة اهل الراى الثاقب لما امعنوا النظر فى الروايات المختلفة فى هذا الباب ورأوا عمل جمهور الصحابة لاسيما اكابر الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين فرقوا فى انواع الاشربة وجعلوها ثلاثة انواع كما سيأتى بيانها، قال ابن عابدين قد ورد فى حرمة المتخذ من التمر احاديث وفى حله احاديث فاذا حمل المحرم على النهى والمحلل على المطبوع فقد حصل التوفيق واندفع التعارض - عینی - والاحاديث الواردة كلها صحاح ساقها الزيلعى ووفق بما ذكر فراجعہ، قال الاتقانى وقد اطنب الكرخى فى رواية الآثار عن الصحابة والتابعين بالاسانيد الصحاح فى تحليل انبيذ الشديد والحاصل ان الاكابر من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم واهل بدر كعمر وعلى ابن مسعود وابى مسعود كانوا يحلونہ وكذا الشعبى وابراهيم النخعى وروى ان الامام اباحنيفة قال لبعض تلامذته ان من احدى شرائط السنة والجماعة ان لا يحرم نبیذا الجرد فى المعراج قال ابوحنيفة لو اعطيت الدنيا بحذافيرها لا فتى بتحريمها لان فيه تفسیق الصحابة ولو اعطيت الدنيا لشربها لا اشربها لانه لا ضرورة فيه وهذا غاية تقوى۔



يعنى فى كلا الامرين فى تفسير بعض الصحابة رضى الله عنهم اجمعين  
وفى الاحتياط عن استعمال المختلف فيه بين الائمة فى الحلة والحرمة واذا ثبت  
ذلك فاعلم ان الائمة الثلاثة رضى الله عنهم اجمعين حرموا جميع انواعها بلا تفريق  
ولاشك فى ان الاحوط فى هذا الزمان هو مذهبهم شكر الله فيه سعيهم - ۱۶۱

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ تینوں ائمہ مشاہیر اور امام محمد کے نزدیک بلا تفریق تمام انواع  
کے مشروب جو نشہ آور ہوں وہ حرام ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کے مطابق نبیذ حرام نہیں ہے کیوں کہ اگر اسے  
حرام مان لیا جائے تو صحابہ کی تفسیق لازم آئے گی اور نص میں تاویل کر لینا صحابہ کی تفسیق سے جو ہدایت  
کے منارے ہیں، آسان ہے۔

اس اہم بحث کو شارح نے نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے کہ سب  
کے دلائل کی طرف بھی اشارہ ہو گیا ہے اور نفس مسئلہ بھی واضح ہو گیا ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ ائمہ ثلاثہ  
کامدہب ہی اس زمانے میں احوط ہے غور طلب ہے کیوں کہ اگر نبیذ کی تحلیل مختلف آثار کی روشنی میں  
ہوتی ہے اور وہ سارے آثار صحابہ صحیح ہیں تو پھر کیا وجہ ہے آج بھی تحلیل نبیذ کا قول احوط نہ ہو۔ کیا آج  
کے زمانے میں نبیذ کی تحریم سے آثار صحابہ کی روشنی میں صحابہ کی تفسیق لازم نہیں آئے گی؟ اس سے قطع  
نظر بحث کو انھوں نے عمدگی کے ساتھ سمیٹا ہے اور اس کے مختلف گوشوں کو اقوال علما کی روشنی میں واضح  
کر دیا ہے۔

ما سبق میں ذکر کیے گئے مختلف جلدوں کے مختلف نمونوں سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہوگی کہ  
اوجز المسالک کس اہمیت کی حامل ہے اور اس میں کس قسم کے اعلیٰ مباحث شامل ہیں اور مصنف نے اس کی  
تالیف میں کتنی محنت و مشقت سے کام کیا ہے۔ کتاب میں مشمولہ مباحث تو بہت ہیں لیکن سارے پیش کردہ  
نمونے مشتہ نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں جو کتاب کے مباحث اور ان کی قیمت کو واضح  
کرنے کے لیے کافی ہیں اور یہی ہمارا مقصود بھی ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے میں موضوع کے مطابق مصنف موصوف کی خدمات کو پورے طور پر جمع

کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی خدمات، تدریسی بھی ہیں اور تصنیفی بھی۔ خدمات حدیث کے علاوہ تمام دوسرے موضوعات کی کتابوں کا تعارف بھی پیش کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے مصنف موصوف کی تمام خدمات اجاگر ہو جائیں۔ اس مقالے میں میں نے مولانا محمد زکریا صاحب کی تمام خدمات حدیث کو جمع کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے تاکہ مقالہ اپنے موضوع پر پورا پورا اترے۔ اب اس کا فیصلہ قارئین حضرات کریں گے کہ میں اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوں۔

حوالہ جات

- ۱۔ مقدمہ اوجز المسالک: ص: ۱۱-۱، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، المکتبۃ العلمیہ، مظاہر العلوم، سہارنپور
- ۲۔ نفس مصدر: ص: ۳۴-۱۱
- ۳۔ نفس مصدر: ص: ۵۳-۳۵
- ۴۔ نفس مصدر: ص: ۷۶-۵۳
- ۵۔ نفس مصدر: ص: ۷۶-۶۷
- ۶۔ نفس مصدر: ص: ۸۴-۷۶
- ۷۔ نفس مصدر: ص: ۸۰
- ۸۔ دیکھیے مقدمہ اوجز المسالک، ص: ۵۳-۵۱، نیز دیکھیے، اوجز المسالک تمام جلدوں میں
- ۹۔ اوجز المسالک: ج: ۱، ص: ۱
- ۱۰۔ نفس مصدر: ص: ۱۹
- ۱۱۔ نفس مصدر: ص: ۵۳
- ۱۲۔ نفس مصدر: ص: ۵۶
- ۱۳۔ نفس مصدر: ص: ۷۲
- ۱۴۔ نفس مصدر: ص: ۷۵
- ۱۵۔ نفس مصدر: ص: ۸۳
- ۱۶۔ نفس مصدر: ص: ۱۱۰
- ۱۷۔ نفس مصدر: ص: ۱۳۵
- ۱۸۔ نفس مصدر: ص: ۱۶۲
- ۱۹۔ نفس مصدر: ص: ۱۶۴
- ۲۰۔ نفس مصدر: ص: ۱۶۷
- ۲۱۔ نفس مصدر: ص: ۱۷۰
- ۲۲۔ نفس مصدر: ص: ۲۳۳

۲۳۸: ص	نفس مصدر:	۲۳
۲۴۷: ص	نفس مصدر:	۲۴
۲۴۹: ص	نفس مصدر:	۲۵
۲۹۲: ص	نفس مصدر:	۲۶
۳۱۰: ص	نفس مصدر:	۲۷
۵۳۵: ص	نفس مصدر:	۲۸
۳۴۳: ص	نفس مصدر:	۲۹
۳۵۴: ص	نفس مصدر:	۳۰
۳۷۵: ص	نفس مصدر:	۳۱
۳۸۰: ص	نفس مصدر:	۳۲
۴۰۱: ص	نفس مصدر:	۳۳
۴۵۰: ص	نفس مصدر:	۳۴
۱: ص	نفس مصدر:	۳۵
۱۲: ص	نفس مصدر:	۳۶
۳۴: ص	نفس مصدر:	۳۷
۴۱: ص	نفس مصدر:	۳۸
۵۰: ص	نفس مصدر:	۳۹
۶۲: ص	نفس مصدر:	۴۰
۸۶: ص	نفس مصدر:	۴۱
۹۸: ص	نفس مصدر:	۴۲
۱۲۰: ص	نفس مصدر:	۴۳
۱۵۰: ص	نفس مصدر:	۴۴
۱۶۵: ص	نفس مصدر:	۴۵

۴۶	نفس مصدر:	ص: ۱۹۸
۴۷	نفس مصدر:	ص: ۲۳۵
۴۸	نفس مصدر:	ص: ۲۵۸
۴۹	نفس مصدر:	ص: ۲۷۴
۵۰	نفس مصدر:	ص: ۳۰۷
۵۱	نفس مصدر:	ص: ۳۳۸
۵۲	نفس مصدر:	ص: ۳۴۶
۵۳	نفس مصدر:	ص: ۳۷۰
۵۴	نفس مصدر:	ص: ۳۸۵
۵۵	نفس مصدر:	ص: ۴۱۱
۵۶	نفس مصدر:	ص: ۴۲۰
۵۷	نفس مصدر:	ص: ۳
۵۸	نفس مصدر:	ص: ۱۳
۵۹	نفس مصدر:	ص: ۳۴
۶۰	نفس مصدر:	ص: ۸۳
۶۱	نفس مصدر:	ص: ۹۹
۶۲	نفس مصدر:	ص: ۱۱۰
۶۳	نفس مصدر:	ص: ۱۲۲
۶۴	نفس مصدر:	ص: ۱۲۵
۶۵	نفس مصدر:	ص: ۱۳۲
۶۶	نفس مصدر:	ص: ۱۳۶
۶۷	نفس مصدر:	ص: ۱۴۱
۶۸	نفس مصدر:	ص: ۱۹۷

۶۹	نفس مصدر:	ص: ۲۰۸
۷۰	نفس مصدر:	ص: ۲۳۰
۷۱	نفس مصدر:	ص: ۲۳۶
۷۲	نفس مصدر:	ص: ۲۵۷
۷۳	نفس مصدر:	ص: ۲۷۵
۷۴	نفس مصدر:	ص: ۳۰۸
۷۵	نفس مصدر:	ص: ۳۳۷
۷۶	نفس مصدر:	ص: ۳۸۹
۷۷	نفس مصدر:	ص: ۷۰۲
۷۸	نفس مصدر:	ص: ۳
۷۹	نفس مصدر:	ص: ۱۷
۸۰	نفس مصدر:	ص: ۲۹
۸۱	نفس مصدر:	ص: ۳۴
۸۲	نفس مصدر:	ص: ۴۳
۸۳	نفس مصدر:	ص: ۸۲
۸۴	نفس مصدر:	ص: ۹۸
۸۵	نفس مصدر:	ص: ۱۳۴
۸۶	نفس مصدر:	ص: ۱۶۸
۸۷	نفس مصدر:	ص: ۱۸۰
۸۸	نفس مصدر:	ص: ۱۹۲
۸۹	نفس مصدر:	ص: ۲۰۳
۹۰	نفس مصدر:	ص: ۲۲۳
۹۱	نفس مصدر:	ص: ۲۴۵

۹۲	نفس مصدر:	ص: ۲۵۲
۹۳	نفس مصدر:	ص: ۲۶۷
۹۴	نفس مصدر:	ص: ۲۷۸
۹۵	نفس مصدر:	ص: ۲۸۴
۹۶	نفس مصدر:	ص: ۳۰۹
۹۷	نفس مصدر:	ص: ۳۳۲
۹۸	نفس مصدر:	ص: ۳۸۵
۹۹	نفس مصدر:	ص: ۵۹۲
۱۰۰	نفس مصدر:	ص: ۶۰۱
۱۰۱	نفس مصدر:	ص: ۶۳۹
۱۰۲	نفس مصدر:	ص: ۶۸۵
۱۰۳	نفس مصدر:	ص: ۱
۱۰۴	نفس مصدر:	ص: ۱۳
۱۰۵	نفس مصدر:	ص: ۴۸
۱۰۶	نفس مصدر:	ص: ۶۸
۱۰۷	نفس مصدر:	ص: ۹۲
۱۰۸	نفس مصدر:	ص: ۱۲۱
۱۰۹	نفس مصدر:	ص: ۱۷۲
۱۱۰	نفس مصدر:	ص: ۱۹۹
۱۱۱	نفس مصدر:	ص: ۲۱۸
۱۱۲	نفس مصدر:	ص: ۲۲۴
۱۱۳	نفس مصدر:	ص: ۲۴۳
۱۱۴	نفس مصدر:	ص: ۲۴۸

۱۱۵	نفس مصدر:	ص: ۲۶۴
۱۱۶	نفس مصدر:	ص: ۲۷۷
۱۱۷	نفس مصدر:	ص: ۳۹۵
۱۱۸	نفس مصدر:	ص: ۴۰۹
۱۱۹	نفس مصدر:	ص: ۴۴۰
۱۲۰	نفس مصدر:	ص: ۴۴۸
۱۲۱	نفس مصدر:	ص: ۴۷۱
۱۲۲	نفس مصدر:	ص: ۴۸۰
۱۲۳	نفس مصدر:	ص: ۱
۱۲۴	نفس مصدر:	ص: ۳۰
۱۲۵	نفس مصدر:	ص: ۳۴
۱۲۶	نفس مصدر:	ص: ۳۹
۱۲۷	نفس مصدر:	ص: ۴۸
۱۲۸	نفس مصدر:	ص: ۵۳
۱۲۹	نفس مصدر:	ص: ۶۰
۱۳۰	نفس مصدر:	ص: ۶۶
۱۳۱	نفس مصدر:	ص: ۷۸
۱۳۲	نفس مصدر:	ص: ۸۷
۱۳۳	نفس مصدر:	ص: ۸۷
۱۳۴	نفس مصدر:	ص: ۱۰۷
۱۳۵	نفس مصدر:	ص: ۱۲۳
۱۳۶	نفس مصدر:	ص: ۱۴۱
۱۳۷	نفس مصدر:	ص: ۱۷۰



۱۳۸	نفس مصدر:	ص: ۱۸۳
۱۳۹	نفس مصدر:	ص: ۲۰۴
۱۴۰	نفس مصدر:	ص: ۲۱۸
۱۴۱	نفس مصدر:	ص: ۲۵۳
۱۴۲	نفس مصدر:	ص: ۳۰۴
۱۴۳	نفس مصدر:	ص: ۴۲۵
۱۴۴	نفس مصدر:	ص: ۴۷۷
۱۴۵	نفس مصدر:	ص: ۴۸۶
۱۴۶	نفس مصدر:	ص: ۴۹۴
۱۴۷	نفس مصدر:	ص: ۵۰۵
۱۴۸	نفس مصدر:	ص: ۵۰۹
۱۴۹	نفس مصدر:	ج: ۱، ص: ۲۲-۲۵
۱۵۰	نفس مصدر:	ج: ۱، ص: ۱۸۳
۱۵۱	نفس مصدر:	ج: ۱، ص: ۴۱۷-۴۱۸
۱۵۲	نفس مصدر:	ج: ۲، ص: ۱۸-۱۹
۱۵۳	نفس مصدر:	ج: ۲، ص: ۱۶۳
۱۵۴	نفس مصدر:	ج: ۳، ص: ۱۰۲
۱۵۵	نفس مصدر:	ج: ۳، ص: ۱۳۴
۱۵۶	نفس مصدر:	ج: ۴، ص: ۳۳-۳۴
۱۵۷	نفس مصدر:	ج: ۴، ص: ۲۷۳-۲۸۴
۱۵۸	نفس مصدر:	ج: ۵، ص: ۲۸۹-۲۹۰
۱۵۹	نفس مصدر:	ج: ۶، ص: ۲۶-۲۷
۱۶۰	نفس مصدر:	ج: ۶، ص: ۸۵

## کتابیات

نمبر	نام کتاب	مصنف
۱۔	اخبار الابرار (اردو):	شیخ عبدالحق دہلوی، دارالاشاعت بندر روڈ، کراچی، ۱۹۶۴ء
۲۔	اوجز المسالک شرح موطا امام مالک:	مولانا محمد زکریا صاحب، المکتبۃ العلمیۃ، مظاہر علوم، سہارنپور
۳۔	آپ بیتی (ترتیب جدید):	مولانا محمد زکریا کاندھلوی، کتب خانہ تکیوی، سہارنپور
۴۔	تاریخ الخلفاء:	علامہ جلال الدین سیوطی، م ۹۱۱ھ
۵۔	تاریخ بغداد:	خطیب بغدادی، قاہرہ، ۱۹۳۱ء
۶۔	تاریخ فرشتہ (اردو):	مکتبہ ملت دیوبند، ۱۹۷۳ء
۷۔	تاریخ مشائخ چشت:	مولانا محمد زکریا، مکتبہ اشاعت العلوم، سہارنپور، ۱۹۷۳ء
۸۔	تاریخ مظاہر العلوم:	مولانا محمد شاہد، کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارنپور
۹۔	تاریخ کشمیر:	خواجہ اعظم شاہ، لاہور، ۱۳۰۳ھ
۱۰۔	تذکرہ علماء ہند:	رحمان علی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء
۱۱۔	تذکرہ مولانا محمد یوسف:	مولانا عزیز الرحمن، مکتبہ عبادیہ قصبہ نہٹور، بجنور
۱۲۔	تذکرہ علماء جوہنپور:	پروفیسر ثناء اللہ، کلکتہ
۱۳۔	تراجم علماء حدیث:	امام خاں دہلی، ۱۹۳۸ء
۱۴۔	ترغیب والترہیب:	الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری، م ۶۵۶، دارالکتب المملکیہ مصر، ۱۹۳۳ء
۱۵۔	تنبیہ الغافلین:	شیخ ابواللیث سمرقندی، م ۶۰۶ھ
۱۶۔	التہذیب التہذیب:	ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دائرة المعارف، حیدرآباد، ۱۳۲۵ھ
۱۷۔	الجامع الصغیر:	علامہ جلال الدین سیوطی، م ۹۱۱، المیمنیہ مصر، ۱۳۲۱ھ
۱۸۔	الجامع الصحیح للبخاری:	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، م ۲۵۶ھ
۱۹۔	حالات مشائخ کاندھلہ:	مولانا احتشام الحسن، ادارہ اشاعت دینیات، نئی دہلی
۲۰۔	حجة اللہ البالغة:	شاہ ولی اللہ صاحب، م ۱۱۷۶ھ

- ۲۱۔ حدائق حنفیہ: فقیر محمد، منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۸۹۳ء
- ۲۲۔ حلیۃ الاولیاء: حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، م ۴۳۰ھ، دار الکتاب بیروت، ۱۴۰۵ء
- ۲۳۔ الجرح والتعديل: ابو محمد عبد الرحمن بن ابوحاتم الرازی، دائرة المعارف، حیدرآباد، ۱۹۵۲ء
- ۲۴۔ خزینۃ الاصفیاء: مفتی غلام سرور، نول کشور لکھنؤ
- ۲۵۔ الدر المنثور: علامہ جلال الدین السيوطی، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۳ء
- ۲۶۔ ذیل الکالی: علامہ جلال الدین السيوطی
- ۲۷۔ تذکرۃ الموضوعات: محمد طاہر بن علی صدیقی
- ۲۸۔ سلسلۃ احادیث الضعیفہ: محمد ناصر الدین البانی، المکتبۃ الاسلامیہ مصر
- ۲۹۔ سفرنامہ ابن بطوطہ (اردو): نفیس احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۳۰۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ ترمذی، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت
- ۳۱۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید ابو عبد اللہ القزوينی، دار الفکر بیروت
- ۳۲۔ سنن ابوداؤد: ابوداؤد سلیمان بن الاشعث البجستانی، دار الکتاب، بیروت
- ۳۳۔ سنن دارقطنی: ابوالحسن علی بن عمر بن احمد، م ۳۸۵ھ
- ۳۴۔ سنن نسائی: ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی
- ۳۵۔ الشارق: اپریل تا ستمبر ۲۰۰۲ء، جامعہ اسلامیہ، مظفر پور، اعظم گڑھ
- ۳۶۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی: مولانا ابوالحسن ندوی، مکتبہ اسلام گون روڈ، لکھنؤ، ۲۰۰۳ء
- ۳۷۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی: مولانا محمد یوسف متالا، کتب خانہ تحوی، سہارنپور
- ۳۸۔ ضعیف الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین البانی، المکتبۃ الاسلامیہ، ۱۹۹۰ء
- ۳۹۔ الضعفاء والمترکین: احمد بن علی بن شعیب النسائی، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۶ء
- ۴۰۔ الضوء اللامع: علامہ سخاوی، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۵۳ھ
- ۴۱۔ علماء ہند کا شاندار ماضی: ایم برادر، کتابستان دہلی
- ۴۲۔ فتح الباری: ابوالفضل احمد بن علی حجر عسقلانی، م ۸۵۲ھ
- ۴۳۔ فضائل اعمال: مولانا محمد زکریا کاندھلوی، جواد بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۷ء
- ۴۴۔ فوائد الفوائد (اردو): امیر حسن، منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۸۹۳ء

- ۴۵- فهرست تالیفات شیخ زکریا: محمد شاہد کتب خانہ تحوی سہارنپور
- ۴۶- الکامل: عزیز الدین علی بن محمد المعروف ابن اشیر جزری، م ۶۳۸ھ
- ۴۷- الکامل فی ضعفاء الرجال: ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی دار الفکر، بیروت
- ۴۸- کنز العمال: علاء الدین علی متقی، م ۹۷۵ھ، دائرة المعارف، حیدرآباد، ۱۹۶۸ء
- ۴۹- لامع الدراری شرح جامع البخاری: مولانا محمد زکریا صاحب المکتبۃ النجیویہ، سہارنپور، ۱۳۷۹ھ
- ۵۰- معارف العوارف: عبدالحی حسنی
- ۵۱- مجمع الزوائد: حافظ نور الدین البیہقی
- ۵۲- مجمع بحار الانوار: طاہر پٹنی، نول کشور، لکھنؤ ۱۳۱۳ھ
- ۵۳- مراۃ احمدی: نواب علی ضمیمہ بمبئی ۱۹۲۳ء
- ۵۴- مستدرک حاکم: محمد بن عبداللہ بن محمد، م ۴۰۵ھ، دائرة المعارف، حیدرآباد، ۱۳۳۲ھ
- ۵۵- مشکوٰۃ شریف: ابو عبداللہ دلی الدین محمد بن عبداللہ العمری، م ۷۳۷ھ
- ۵۶- المعجم الصغیر: سلیمان بن احمد بن ایوب بن ابوالقاسم الطبرانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء
- ۵۷- مقدمہ بذل الجہود: مولانا محمد زکریا کاندھلوی، سہارنپور
- ۵۸- منتخب التواریخ: عبدالقادر بدایونی، کالج پریس، کلکتہ ۱۸۶۹ء
- ۵۹- موطا امام مالک: ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک، م ۱۷۹ھ
- ۶۰- میزان الاعتدال: حافظ ذہبی، قاہرہ ۱۳۲۵ھ
- ۶۱- نزہۃ الخواطر: عبدالحی حسنی، حیدرآباد ۱۳۵۰ھ
- ۶۲- النوع السافر: عبدالقادر العبدروسی، بغداد ۱۹۳۳ء
- ۶۳- ولی کامل: مولانا عزیز الرحمن، مدنی دار التالف، بجنور ۱۹۷۰ء